شافعی فقہ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان

اور رحم کرنے والا ہے

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے

شافعی فقہ

حصّہ دوم

محمد ایوب ندوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

حامداً للہ و مصلیاً و مسلماً علی رسولہ و آلہ وصحبہ

امابعد، مکرمی جناب مولوی محمد ایوب صاحب ندوی مدرس جامعہ اسلامیہ بھٹکل مدظلہ نے اس ناچیز سے اپنی کتاب شافعی فقہ حصہ دوم پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔

اس سے قبل مولانا موصوف نے کتاب "شافعی فقہ" حصہ اوّل (جو عبادات پر مشتمل ہے) تحریر کی تھی۔ جو پہلی دفع طبع ہو کر حضرات شافعیہ کے پاس مقبول ہوئی اور بار پنجم تک طبع کی نوبت پہنچی، وہ بھی طباعت سے پہلے میری نظر سے گذری تھی اور ناچیز کی طرف سے اس میں کچھ ترمیم بھی کی گئی تھی۔

پھر مولانا نے حضرات شوافع کی خواہش و اصرار پر "شافعی فقہ" کا دوسرا حصہ جو معاملات پر مشتمل ہے تالیف فرمایا ہے۔ یہ بھی میری زیر نظر رہا، اور اس میں بھی ناچیز نے مؤلف موصوف کی حسب منشا اور اپنی فقہ شافعی کی فہم و دانست کی بقدر ترمیم و اضافہ کیا ہے۔

مؤلف مدظلہ، جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ایک مدّت سے شافعی فقہ وغیرہ کے مدرس ہیں اور بحمد للہ علم فقہ میں اچھا خاصہ درک رکھتے ہیں اور

نہایت کدوکاش سے معتبر کتب فقہ شافعیہ سے مسائل اخذ کرکے یہ کتاب تحریر کی ہے! اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کی اس محنت وسعی کو قبول فرماکر بار آور فرمائے، نیز عامۃ المسلمین کو اس سے استفادہ کا موقع فراہم فرمائے! اور مؤلفِ موصوف کو مزید اس طرح کی خدمت کا موقع عنایت کرے! آمین یارب العٰلمین ٥

فقط

خادم الشرع قاضی محمد الخطیبی کان اللہ لہٗ

مرقوم ۲، صفر المظفر سنہ ۱۴۰۸ھ

مطابق

۲۵، ستمبر سنہ ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہمارے عزیز دوست مولانا محمد ایوب صاحب ندوی جو ماشاء اللہ ذی صلاحیت فاضل اور جید اور ذی استعداد مدرس ہیں، موصوف نے فقہ شافعی کی روشنی میں عبادات کے ضروری احکام لکھے ہیں "شافعی فقہ" کے نام سے اس کتاب کا پہلا حصّہ طبع ہو کر مقبول ہوا ہے۔ دوسرا حصہ مخطوطہ میری نظر سے گذرا۔ جو معاملات پر بہت جامع ہے کتاب تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ زبان بہت سہل اور سادہ استعمال کی گئی ہے جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں سیدنا امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کیا جاتا ہے۔ فقہ شافعی پر کتابوں کی کمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب سے بہت فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مصنّف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کوششوں کو قبولیت عطا فرمائے۔

آمین

قاضی شریعت حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب

۱۸/ ۱۱/ ۱۹۸۷ء مطابق ۲۴/ ۴/ ۱۴۰۸ھ

فہرست

کتاب النکاح ۱۲۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

ابتدائیہ

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ والصلوۃ والسلام علی سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

امابعد

اسلام دیگر مذاہب کی طرح چند رسموں اور کچھ مخصوص عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں پورے توازن اور جامعیت کے ساتھ عبادات نیز معاملات، نکاح، طلاق، وقف، سیاست حدود و تعزیرات اور قضا کے احکام و قوانین مِنْ جَانبِ اللہ وضاحت کے ساتھ موجود ہیں ان احکام کو جاننا اور ان پر عمل کرنا ہمارے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔

یہ اسلام کا زندہ معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود بھی اسلام کے احکام و قوانین فرسودہ نہیں ہوئے اور اس کے اصولوں

میں ذرہ برابر تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لئے کہ یہ قوانین اس خدا کے بنائے ہوئے ہیں جس نے نہ صرف انسان بلکہ پوری کائنات کو وجود بخشا ہے اور وہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے واقف ہے اسے نہ صرف ماضی اور حال کا علم ہے بلکہ وہ مستقبل کی ایک ایک حرکت کو جانتا ہے اسی لئے احکام میں تمام حالات اور ہر زمانہ کی مکمل رعایت و لحاظ رکھا گیا ہے یہی وہ احکام ہیں جن پر عمل کرنے والے آج تک کامیاب ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ کامیاب ہوں گے۔

اس حقیقت کو اور واضح الفاظ میں مفکر الاسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم اپنے تازہ مضمون بعنوان "قرآن مجید کا سب سے پہلا اور بڑا معجزہ اسلام ہے" میں یوں رقم طراز ہیں:

"اسلام چونکہ نظامِ الٰہی ہے اس لیے تمام انسانی غلطیوں قانون سازی کے نقائص اور قیاسات سے پاک ہے۔ وہ چونکہ آخری ہے اس لیے ہر قسم کی تکمیل و اضافہ سے مستغنی ہے وہ چونکہ عالمگیر ہے اس لئے قومی و مقامی خصوصیات سے منزہ ہے۔ وہ چونکہ دائمی ہے اس لیے ہر قسم کے تغیر و نسخ سے آزاد ہے وہ چونکہ کامل ہے اس کے لیے کسی ضمیمہ کے الحاق کی ضرورت نہیں ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی

نعمتیں تم پر پُوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔[1]

افسوس اور شکایت کی بات یہ ہے کہ اسلامی احکام کو ہم مسلمانوں ہی نے پس پشت ڈال دیا ہے اور اُن کے خلاف عمل پیرا ہو کر دشمنان اسلام کو اس کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اسلامی نظام کو فرسودہ اور از کار رفتہ سمجھیں، لیکن بہر حال جہاں کہیں جس حد تک بھی اسلامی قوانین پر عمل جاری ہے وہاں پر اتنا ہی امن وسکون ہے مثلاً تقریباً تمام اسلامی ممالک میں اسلام کا عائلی قانون نافذ ہے جس کو پرسنل لاء کہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں زنا، اغوا، لواطت وغیرہ کے واقعات غیر اسلامی ممالک کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، اور ناجائز بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، کہا جاتا ہے کہ اس وقت اسلامی ممالک میں سب سے زیادہ بے حیائی اور شرعی احکام کی لا پرواہی مصر میں پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی وہاں ناجائز اولاد کا تناسب صرف ایک فیصد ہے جبکہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں تقریباً ساٹھ ۶۰ فیصد ہے۔

اسلام کے تعزیراتی قوانین مکمل طور پر کہیں نافذ نہیں ہیں صرف سعودیہ عربیہ میں چند قوانین نافذ ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جرائم کی سب سے کم شرح سعودیہ کی ہے، بہر حال آج بھی صرف ہماری ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی کامیابی کا انحصار انہی احکام کی تعمیل میں ہے۔

---

[1] بحوالہ ماہنامہ رضوان لکھنو مارچ ۱۹۸۸ء

ارشاد باری ہے :

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

حق بات ظاہر ہونے کے بعد جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر غیروں کا راستہ اختیار کرے گا ہم اس کو کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور پھر اس کو جہنّم میں جھونکیں گے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے : فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ترجمہ : آپ کے رب کی قسم یہ ایمان دار نہیں ہوں گے جب تک یہ آپس کے جھگڑوں میں آپ سے تصفیہ نہ کروالیں۔

یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ان شرعی حدود و قوانین سے بے بہرہ اور ناواقف ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان قوانین کو معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہوں آج ہمارے دین اور ہماری شریعت کی حفاظت صرف اسی طرح ممکن ہے۔

انہی عائلی اور تعزیرائی احکام کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے معاون و مددگار کے طور پر ایک مختصر سی کتاب پیش خدمت ہے، بندہ نے چار سال پہلے حصہ اوّل مرتب کیا تھا اس وقت صرف طلبا پیش نظر تھے لیکن اللہ کے فضل سے عوام نے بھی اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسی کی

مہربانی سے اس قلیل عرصہ میں چار ایڈیشن نکل گئے لہذا اس دوسرے حصّہ میں طلباء کے ساتھ عوام کا بھی پورا خیال رکھا گیا ہے اس لئے پہلے حصّہ کے مقابلہ میں مسائل کچھ تفصیل سے آگئے ہیں لیکن جن مسائل کی آج کل ضرورت پیش نہیں آتی یا وہ احکام جو بغیر مسلمان حاکم نافذ نہیں کئے جا سکتے ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

کتاب کی زبان بھی حتی الامکان آسان رکھی گئی ہے، تاکہ عوام کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

بعض ابواب میں دیگر ائمہ کے مذاہب بھی بیان کر دئے گئے ہیں تاکہ اگر اپنے مسلک پر عمل کرنے میں سخت دشواری ہو تو ان ائمہ کی اقتدا کی نیت کرتے ہوئے ان کے مسائل پر عمل کیا جا سکے جیسا کہ علماء متاخرین و جدید فقہا اور حضرت تھانویؒ وغیرھم کی رائے ہے لیکن عوام کو یہ حق نہیں ہے کہ پیچیدہ مسائل میں صرف کتاب پڑھ کر کوئی فیصلہ کر لیں بلکہ اس سلسلہ میں کسی دار الافتاء یا شرعی محکمۂ قضاء سے رجوع کرنا ضروری ہے اس کتاب کے تقریبًا تمام مسائل علامہ احمد بن حجر الہیتمی الشافعی کی مشہور اور مفتیٰ بہ کتاب تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج سے ماخوذ ہیں اور کچھ حواشی تحفہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اس میں جو مسائل بندہ کو نہ مل سکے تو وہ دوسری کتابوں سے لئے گئے ہیں مثلاً فتح المعین اور اس کی شرح اعانۃ الطالبین، روضہ بدایۃ المجتہد اور مغنی المحتاج وغیرہ اور تحفہ کے علاوہ دیگر کتابوں کا بھی حوالہ دے دیا گیا ہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ناچیز سے یہ خدمت لی ورنہ یہ بے مایہ اور تہی دامن انسان اس کے ہرگز لائق نہ تھا اس پر خدا کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، آخر میں میں تمام حضرات کا شکر گزار ہوں اور احسان مند ہوں جس کے فیوض و برکات سے یہ کتاب سامنے آئی خصوصاً مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ تفسیر اور مولانا ناصر صاحب ندوی استاد فقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا اقبال صاحب ندوی مہتمم جامعۃ الصالحات بھٹکل جن کی بے پایاں شفقتوں اور عنایتوں سے آج بھی بندہ مستفید ہو رہا ہے، خصوصاً مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاضی شریعت ریاست بہار و اڑیسہ کا مشکور و ممنون ہوں جنھوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود پیش لفظ لکھنے کی زحمت گوارا کی۔

اور جناب قاضی محمد احمد صاحب خطیبی کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے جنھوں نے اس کتاب کو بخوبی مطالعہ کیا اور اپنے مفید مشوروں اور تقریظ سے کتاب کو زینت بخشی۔ ساتھ ہی ان تمام حضرات کے لئے دعاگو ہیں جنھوں نے میری ہمت افزائی فرمائی اور اس کارِ خیر میں بندہ کا تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر دے جو اس کتاب کی کسی بھی خامی کی طرف بندہ کو توجہ دلائیں۔

اے اللہ محض تیرے فضل و کرم سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے تو اس کو قبول فرما اور اس کے نفع کو تاقیامت عام فرما۔

اے اللہ تو اس کے مؤلف اس کے والدین اساتذہ، مشائخ، کاتب،

طابع اور اس کے پڑھنے پڑھانے والوں اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ انت السميع العليم

وصلی اللہُ علی سیدنا محمد وعَلیٰ اٰل سیدنا

محمد وسلم و الحمد لِلّٰہِ رَبِّ العالمین

محمّد ایّوب ندوی شافعی بھٹکلی عفی عنہ

۱۵ صفر ۱۴۰۸ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجارت کے مسائل واحکام

بیع : مخصوص شرائط کے ساتھ مال کے بدلہ مال یا منفعت[1] کا ہمیشہ کے لئے مالک بنانے کو بیع کہتے ہیں اور بیع کے لغوی معنیٰ صرف بیچنے کے ہیں۔

بیع کے ارکان تین ہیں۔

۱۔ **عاقد** : وہ شخص جو خرید یا فروخت کرے اس میں سے بیچنے والے کو بائع اور خریدنے والے کو مُشتری کہتے ہیں۔

(۲) **مَعْقُوْدعَلَیْہ** : اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک وہ مال جو فروخت

---

[1] مثلاً زید کو اپنے گھر جانے کے لئے خالد کی زمین سے گذرنا پڑتا ہے اور خالد اپنی زمین بیچنے کے لئے تیار نہیں ہے تو زید صرف وہاں سے گزرنے کے حق کو ہمیشہ کے لئے خرید سکتا ہے۔

کیا جائے اس کو مَبیع کہتے ہیں۔ دوسری وہ رقم جو خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان طے ہوتی ہے اسے ثَمَن کہتے ہیں۔

(۳) صیغہ یعنی وہ الفاظ جن کے ذریعہ خرید و فروخت کی جاتی ہے۔

عاقد کے شرائط تین ہیں

(۱) عاقل و بالغ[۱] ہو (۲) مختار ہو یعنی اس کو بلا وجہ مجبور نہ کیا گیا ہو خرید و فروخت کے لئے بائع و مشتری کی رضامندی شرط ہے لہذا جبری بیع باطل ہے لیکن اگر جبری بیع کی ضرورت پیش آئے مثلاً کوئی مقروض دیوالیہ ہوجائے تو حکومت اس کا مال بیچ کر اس کا قرض ادا کرسکتی ہے یا گروی رکھے ہوئے مال کے بیچنے کی ضرورت پیش آئے تو قاضی اس مال کو زبردستی فروخت کرسکتا ہے۔

(۳) وہ مجور[۲] نہ ہو یعنی اس کو مالی تصرف کا اختیار حاصل ہو۔

مسئلہ :- مسلمان غلام یا قرآن مجید کسی غیر مسلم کو ہبہ کرنا یا فروخت کرنا صحیح نہیں ہے۔

معقود علیہ کے شرائط چھ ہیں

(۱) وہ چیز فروخت کرنے والے کی ملکیت میں ہو۔ کسی دوسرے

---

[۱] معمولی چیزوں میں نابالغ کا بیع کرنا صحیح ہے بشرطیکہ فروخت کرنے والا مناسب قیمت لے۔ (بحوالہ کفایۃ الاخیار ج ۱ ص ۱۲۹)

[۲] مجور کی شرح ص ۵۳ پر آرہی ہے۔

کا مال اس کی اجازت کے بغیر بیچنا صحیح نہیں ہے اگر کسی نے دوسرے کا مال سمجھ کر بیچ دیا بعد میں معلوم ہوا کہ مال اسی کا تھا تو بیع صحیح ہوگی۔

اگر کوئی ناجائز روپیہ سے مال خریدے اور مال بیچنے والے کو اس روپیہ کا ناجائز ہونا معلوم نہ ہو تو خریدنے والے کے لئے وہ مال حرام ہوگا۔

اگر کوئی ادھار چیز خرید کر اس کو کھا لے بعد میں حرام روپیہ سے اس کی قیمت ادا کرے تو اس کا قرض ادا نہیں ہوگا بلکہ دوبارہ حلال روپیہ سے اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔

ان دونوں صورتوں میں اگر بائع کو اس بات کا علم ہو کہ روپیہ حرام کا ہے تو خریدار کے لئے وہ چیز کھانا جائز ہوگا۔

ایک شخص کسی آدمی سے جائز طریقہ پر کوئی مال حلال سمجھ کر لے مثلاً مال خریدے یا ہدیہ قبول کرے اور وہ مال حرام ہو مثلاً چوری کا ہو تو وہ جس آدمی سے مال لے رہا ہے اگر وہ بظاہر اچھا آدمی ہے تو لینے والے سے قیامت کے دن کوئی بازپرس نہ ہوگی لیکن اگر اس کی پوری کمائی حرام کی ہو یا وہ چور معلوم ہو رہا ہو تو آخرت میں وہ اس کا جواب دہ ہوگا۔ لہذا ایسے آدمی سے مال لینے میں احتیاط برتنا ضروری ہے[1]

(۲) وہ پاک ہو یا اس کو دھوکر پاک کیا جا سکتا ہو، ناپاک چیز کی بیع صحیح نہیں ہے مثلاً شراب، مردار کا چمڑا، نجس تیل اور گوبر وغیرہ۔

خون نجس ہے اس لئے خون کی بیع بھی جائز نہیں لیکن مجبوری کے

---

[1] فتح المعین ص۶۷ باب البیع

وقت خون خریدنا یا بطور عطیہ دینا جائز ہے فروخت کرنا جائز نہیں۔
(۳) اس سے شرعاً نفع اٹھانا جائز ہو لہذا لہو لعب اور گانے بجانے کے آلات یا کیسٹ ناجائز کھیل کود کا سامان بیچنا حرام ہے۔
(۴) مبیع کو حوالہ کرنے پر قادر ہو لہذا مغصوبہ یا مسروقہ مال جس کے چھڑانے پر قدرت نہ ہو بیچنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح فضا میں اڑتے ہوئے پرندے یا ندی میں تیرتی ہوئی مچھلی کا بیچنا صحیح نہیں ہے۔
(۵) اس کی مقدار معلوم اور طے ہو وہ تمام خرید و فروخت جس میں مال یا قیمت کی مقدار معلوم نہ ہو باطل ہے مثلاً کسی نے مٹھی بند کر کے کہا جتنا روپیہ میرے ہاتھ میں ہے اتنے میں فلانی چیز دے دو یہ بیع حرام اور باطل ہے۔ بازاروں اور نمائشوں میں بند ڈبے فروخت کئے جاتے ہیں کسی میں ایک پیسہ کا مال بھی نہیں ہوتا اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے لوگ اس کو قسمت آزمائی سمجھ کر اختیار کرتے ہیں یہ بھی کھلا ہوا قمار حرام ہے۔[1] یا کسی نے کہا یہ چیز آپ لے لیں جو واجبی قیمت ہو لے لیں گے یا نوکر نے کہا مال لے جاؤ بعد میں مالک سے پوچھ کر قیمت بتا دیں گے یا بازار میں جو قیمت ہو پوچھ کر دے دینا تو یہ بیع باطل ہوگی پھر اگر اسی جگہ قیمت طے ہو جائے تو بیع درست ہوگی اور اگر بعد میں طے ہو تو دوبارہ بیع کرنا ہوگا۔
پھل غلہ وغیرہ ناپ کر یا تول کر لینا چاہیئے تھیلے یا ڈھیر کے حساب

---

[1] جواہر الفقہ ج ۲ ص ۳۵۰ - قمار یعنی جوا

سے لینا بھی جائز ہے گننا یا تولنا ضروری نہیں۔

(۶) اس کو بائع اور مشتری دونوں دیکھ چکے ہوں اس کی حالت (CONDITION) کو اچھی طرح بیان کرنا کافی نہیں ہے، ایک چیز ایک مدت پہلے دیکھی تھی اور اس مدت میں تغیر کا امکان نہیں ہے تو اب بغیر دیکھے خریدنا جائز ہے۔

امرود یا نارنگی وغیرہ کوئی ایسی چیز گن کر خریدی جو سب یکساں نہیں ہوتی تو سب کو دیکھنا ضروری ہے۔

کپڑا، شکر، دال، چاول وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی جس کے دانے عموماً یکساں ہوتے ہیں تو اس کا نمونہ دیکھنا کافی ہے۔ کوئی نابینا آدمی خریدیا فروخت کرنا چاہے تو وہ یہ کام خود نہیں کر سکتا بلکہ اس کو وکیل بنانا ہوگا۔

احناف کے نزدیک پہلے دیکھنا شرط نہیں ہے لیکن اگر کوئی بغیر دیکھے خرید لے تو دیکھ لینے پر واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

صیغہ کے شرائط چار ہیں: (۱) بائع اور مشتری کی طرف سے ایجاب وقبول پایا جائے۔ بائع یہ کہے میں نے اتنے میں بیچا تو ایجاب ہے اور مشتری یہ کہے کہ میں نے اتنے میں خرید لیا اس کو قبول کہتے ہیں۔ کنایۃً ایجاب وقبول بھی صحیح ہے مثلاً بائع کہے اتنے میں لے لو اور مشتری کہے میں نے لے لیا تو بیع صحیح ہوئی، معمولی چیزوں میں لفظاً ایجاب وقبول ضروری نہیں ہے بلکہ آپس کی رضامندی سے صرف مال لے کر قیمت دینا کافی ہے۔ گونگا شخص اشارہ سے خرید وفروخت کرے گا۔

(۲) ایجاب وقبول کے درمیان لمبا وقفہ یا غیر ضروری بات نہ ہو اور

دونوں یا کسی ایک کی جدائی سے پہلے ایجاب وقبول ہو جائے لہٰذا اگر خریدنے والا جا کر پھر واپس آئے تو پہلی قیمت پر وہ چیز دینا ضروری نہیں ہے۔

(۳) ایجاب وقبول معلق نہ ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میں جیت گیا تو یہ تمہارے ہاتھ فروخت ہے۔

(۴) بیع کسی مقررہ وقت کے لئے نہ ہو جیسے یہ کہے یہ چیز میں نے ایک ماہ کے لئے بیچ دی۔

سُود

عُرفاً سود اس زائد رقم کو کہتے ہیں جو قرض دینے والا ایک طے شدہ شرح کے مطابق اصلِ قرض سے زائد وصول کرتا ہے، سودی لین دین حرام اور گناہِ کبیرہ ہے لہذا سودی قرضہ لے کر تجارت کرنا بھی حرام ہے۔

اس کے علاوہ سود کی اور بھی کئی صورتیں ہیں ان کی تعیین کے لئے ائمہ نے سود کی علت مقرر کی ہے اگر جانبین یعنی لینے اور دینے کی چیز میں سود کی ایک ہی علت پائی جائے تو اس کے تبادلہ میں سود ہو سکتا ہے ——

اگر جانبین میں سود کی علت مختلف ہو یا کسی ایک یا دونوں میں سود کی کوئی علت ہی نہ پائی جائے تو وہاں سود نہ ہوگا۔

مطعومات یعنی کھانے کی چیزوں میں طعم یعنی اس کا کھانے کی چیز ہونا اور سونا چاندی میں اس کا نقدی ہونا علت ہے۔ لہذا مطعومات سونا چاندی اور روپیہ کے علاوہ کسی اور چیز کے تبادلہ میں سود نہیں ہوتا مثلاً پینسل، لوہا، ربر کتاب قلم وغیرہ کے تبادلہ میں سود نہیں ہوتا۔

سودی اشیاء میں ایک جنس کی چیز کو اسی جنس کی دوسری چیز سے بدلنا ہو مثلاً سونے کو سونے یا چاول کو چاول سے بدلنا ہو تو اس کے تین شرائط ہیں :

۱۔ تماثل ہو یعنی دونوں برابر ہوں۔

۲۔ معاملہ نقد ہو۔

۳۔ جُدائی سے پہلے قبضہ ہو۔

اگر زیورات کو اشرفی سے بدلنا ہو یا عمدہ باریک چاول کو معمولی چاول سے بدلنا ہو تو تماثل وغیرہ ضروری ہے ورنہ سود ہو گا اور اس صورت میں کوئی برابر نہیں دیتا لہذا سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ ان کی قیمت مقرّر کر کے قیمت کے بدلہ بیچا جائے۔

مثلاً تین کلو عمدہ چاول کو چار کلو معمولی چاول سے بدلنا ہو تو تین کلو کی قیمت پندرہ روپیہ مقرر کر لیں اور پندرہ روپیہ میں بیچ دیں پھر پندرہ روپیہ میں چار کلو معمولی چاول خرید لیں۔ اسی طرح وہ تمام سودی چیزیں جن کا آپس میں تبادلہ کسی وجہ سے نہ کیا جا سکتا ہو اگر ان دونوں کی ایک ہی قیمت مقرّر کر لی جائے تو قیمت کے بدلے بیچنا بالکل جائز ہے۔

اگر جانبین میں علت ایک ہو اور جنس مختلف ہو مثلاً سونے کو چاندی کے بدلے یا گیہوں کو چاول کے بدلہ بیچنا ہو تو دو شرطیں ہیں :

۱۔ معاملہ نقد ہو۔

۲۔ جدائی سے پہلے قبضہ ہو اور اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔

اگر جانبین میں علت ایک نہ ہو یا کوئی علت نہ پائی جائے تو کوئی شرط

نہیں ہے مثلاً سونے کو چاول کے بدلہ یا کتاب کو کتاب کے بدلہ بیچنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔

تماثل کا اعتبار کیلی اشیا میں کیل سے اور وزنی اشیا میں وزن سے ہو گا اور کسی چیز کے کیلی یا وزنی ہونے کی تعیین حضور کے زمانہ کے حجازی عربوں کی عادت کے اعتبار سے کی جائے گی اگر وہ معلوم نہ ہو سکے تو اس شہر کے عُرف کا اعتبار ہو گا لہذا ایک کلو چاول کو ایک کلو چاول کے بدلہ بیچنا صیحح نہیں ہے اس لئے کہ چاول کیلی چیز ہے۔

وہ تمام چیزیں جن میں تماثل یعنی برابری معلوم نہیں ہو سکتی اس کو ہم جنس کے بدلہ بیچنا صیحح نہیں ہے جیسے گوشت کو حیوان کے بدلے یا دھان کو چاول کے بدلہ یا آٹے کو آٹے کے بدلہ یا گن کر بیچی جانے والی چیزیں مثلاً مرغی کے انڈوں کو مرغی کے انڈوں کے بدلہ گن کر بیچنا جائز نہیں ہے تول کر جائز ہے اور مرغی کے انڈوں کو بطخ وغیرہ کے انڈوں کے بدلہ اندازاً بیچنا بھی جائز ہے[۲] اس لئے کہ یہاں جنس مختلف ہے۔ تماثل کا اعتبار خشک ہونے کی حالت میں ہو گا اس لئے کہ تر ہونے کی حالت میں تماثل معلوم نہیں ہو سکتا لہذا تر چیزوں کو ہم جنس کے بدلہ بیچنا بالکل جائز نہیں مثلاً ناریل کو ناریل کے بدلہ بیچنا جائز نہیں ہے البتہ کھوپرا کھوپرے کے بدلہ بیچ سکتے ہیں۔

اس اصول سے بعض سیال چیزیں مستثنیٰ ہیں مثلاً دودھ، سرکہ

---

[۱] کیلی یعنی ناپی جانے والی چیزیں کیلی یعنی ناپ [۲] مغنی المحتاج ج ۲ ص ۲۹

وغیرہ ان کو تر ہونے کے باوجود ہم جنس کے بدلہ بیچ سکتے ہیں۔

سود سے متعلق چند مسائل

(۱) آج کل حکومت نے لوگوں کو کاروبار چلانے کے لئے لانچ مشین وغیرہ خریدنے کے لئے قرض دینے کی ایک نئی اسکیم جاری کی ہے جس میں حکومت قرض کی تقریبًا نصف یا چوتھائی رقم بطور امداد SUBSIDY دیتی ہے اور بقیہ رقم کو وہ مع سود وصول کرتی ہے اگر اس میں سود کی رقم ملا کر بھی حکومت کو واپس کی جانے والی کل رقم اس کی دی ہوئی مقدار سے کم رہتی ہو تو قرض کی یہ شکل شرعًا جائز ہے کیونکہ اس میں قرض کی کل رقم سے زیادہ کچھ دینا نہیں پڑتا بلکہ اس سے کم ہی واپس کرنی ہوتی ہے ہاں اگر سود کی رقم ملا کر کل رقم سے زائد دینی پڑتی ہو تو یہ شکل ناجائز ہو گی۔

(۲) اگر بائع یہ کہے کہ چیز نقد روپیہ دے کر خریدو تو اس کی قیمت ایک ہزار روپے ہے اور اگر ادھار یا قسط وار[1] خریدو تو اس کی قیمت ایک ہزار تین سو روپے ہے تو ادھار خریدنا بھی جائز ہے اور یہ تین سو کی رقم سود کی نہیں ہو گی لیکن خریدنے سے پہلے ادھار یا نقد طے کرنا ضروری ہے نیز ادائیگی کی مدت مقرر کرنا بھی ضروری ہے۔

---

[1] قسط وار خریدنے کی صورت میں پہلے مال لینا ضروری ہے قیمت قسط وار لے کر بعد میں مال دینا جائز نہیں

(۳) اسی طرح اگر حکومت کا معاملہ ہو اور نقد کے مقابلہ میں ادھار میں زیادہ قیمت دینی پڑے خواہ حکومت اس اضافہ کو سود کا نام دے اور حکومت کے رجسٹروں میں اضافہ سود ہی کے نام سے درج کیا جائے تو بھی یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اس میں سود کی تعریف اور اس کی شرعی حقیقت نہیں پائی جاتی [۱]

(۴) اگر قرض دینے والا زیادہ لوٹانے کی شرط نہیں لگاتا تو مقروض کے لئے قرض کی مقدار سے زیادہ روپیہ یا اچھا مال واپس کرنا جائز بلکہ سنّت ہے اور اس کو لینا بھی جائز ہے۔

(۵) آج کل کے سودی بینکوں میں بلا ضرورت شدیدہ رقم جمع کرنا جائز نہیں ہے چاہے وہ کرنٹ اکاؤنٹ میں کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس سے سودی کاروبار میں تعاون کی صورت ہوتی ہے لیکن اگر بینکوں میں روپیہ جمع کئے بغیر چارہ کار نہ ہو خواہ مال کی حفاظت کی غرض سے یا کسی اور جائز یا معقول وجہ سے مثلاً رقم کی منتقلی میں سہولت یا لین دین کی سہولت یا کوئی قانونی ضرورت درپیش ہو تو اس صورت میں مسئلہ کی نوعیت بدل جائے گی اور کھاتہ دار گنہگار نہ ہوگا۔[۲] البتہ اس صورت میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولنا بہتر ہے اور اپنا سیف لاکر SAFE LOCKER رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سب

---

[۱] بینک انشورنس اور سرکاری قرضے ص۱۲۱

[۲] ایضاً ص۳۳

مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ غیر سودی بینکوں کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔

(۶) اگر کسی کے کھاتے میں سودی رقم جمع ہو تو وہ اس رقم کو انتہائی نادار و غریب لوگوں میں بغیر ثواب کی نیت کے تقسیم کردے اس کے علاوہ کسی اور مصرف میں اس کا استعمال صحیح نہیں ہے مثلاً اس رقم سے بیت الخلاء کی تعمیر یا سڑکوں کی مرمت اور دیگر رفاہی کام کرنا بالکل جائز نہیں۔
اگر کوئی غریب آدمی اس رقم کو لے کر کسی رفاہی کام میں استعمال کرے تو جائز ہوگا۔[1]

(۷) سود لینا ہر حال میں حرام ہے۔

(۸) سود دینا بھی حرام ہے الا یہ کہ کوئی محتاج ایسی معذوری کو پہنچ جائے کہ سودی قرض نہ لینے پر وہ سخت مشقت کا شکار ہوگا تو اسے رخصت حاصل ہوگی۔

(۹) کوئی شخص ایسی صورت میں مبتلا ہو جائے کہ اگر وہ سود ادا نہ کرے تو اپنے جائز حق سے محروم ہو جائے تو ایسی صورت میں سود ادا کر کے اپنا حق حاصل کرنا درست ہوگا۔[2]

---

[1] بینک انشورنس اور سرکاری قرضے ص۵۷

[2] ۷۔ ۸۔ ۹۔ ماخوذ چند اہم فقہی مسائل ص۱۲۶

خرید و فروخت کے ناجائز طریقے

بیع کی مندرجہ ذیل صورتیں حرام ہیں اور بیع باطل ہوگی بیع باطل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے والا مال کا اور بیچنے والا قیمت کا مالک نہیں ہوگا اور یہ سمجھیں گے کہ نہ اس نے بیچا ہے اور نہ اس نے خریدا ہے لہذا خریدنے والے کو وہ چیز کھانا کھلانا بیچنا وغیرہ جائز نہیں۔

(۱) ایسا سامان بیچنا جن کا استعمال حرام ہو مثلاً فحش لٹریچر عریاں تصاویر گانوں کے ریکارڈ فلمیں ناجائز کھیلوں کا سامان شراب بھنگ چرس وغیرہ بیچنا حرام ہے۔

(۲) ہر ایسی جائز چیز کی بیع جو کسی حرام کام کا باعث بنتی ہو حرام ہے جیسے کاجو کھجور یا ناریل کا درخت وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اس سے شراب بناتا ہو یا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلی ویژن وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا حرام ہے جس کے بارے میں یقین یا غالب گمان ہو کہ وہ اس سے گانا سنے گا یا سینما دیکھے گا یا اس کا باعث بنے گا۔[1]

(۳) اگر کسی بیع میں کوئی شرط لگائی جائے تو حرام ہے مثلاً میں تم کو یہ چیز اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم اپنی چیز میرے ہاتھ بیچو یا مجھے قرض دو یہ حرام ہے البتہ ادھار، خیار شرط یا رہن کی شرط لگا سکتا ہے۔

(۴) حرام مال کی خرید و فروخت حرام ہے مثلاً چوری ڈکیتی کا مال۔ اگر حرام مال بطور میراث یا ہدیہ ملے تو اسے مالک کو واپس کر دینا

---

[1] فتح المعین باب البیع

ضروری ہے اور اگر مالک نہ ملے تو صدقہ کردے۔

(۵) رنگ پھینک کر مال خریدنا یا پرچی نکالنا یا لاٹری کا ٹکٹ خریدنا یہ سب جوا اور حرام ہے۔

(۶) بیع عربون یعنی کسی چیز کو خریدنے سے پہلے پیشگی رقم جمع کردے اس شرط پر کہ اگر خریداری مکمل ہو جائے تو اس رقم کو قیمت سے وضع کیا جائے گا اور اگر مال نہ خریدے تو پیشگی جمع شدہ رقم واپس نہیں ملے گی جیسے اسکوٹر وغیرہ بک کرتے وقت پانچ سو روپیہ جمع کرتے ہیں اگر اسکوٹر خریدا جائے تو وہ رقم وضع ہو جاتی ہو اور نہ خریدنے کی صورت میں واپس نہ ملتی ہو تو یہ بیع باطل ہے اور اگر واپس ملتی ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہوتا ہے تو جائز ہے۔

(۷) کوئی مرغی یا بکری مر جائے تو اس کی بیع حرام اور باطل ہے بلکہ یہ مری ہوئی چیز بھنگی یا چمار کو کھانے کے لئے دینا بھی جائز نہیں البتہ ان سے پھینکنے کے لئے اٹھوا دیا پھر انھوں نے کھا لیا تو ہم کو گناہ نہیں ہوگا۔

(۸) پینے وغیرہ کے لئے اپنے کنویں کا پانی بیچنا جائز نہیں البتہ اپنی جگہ کی خودرو گھاس بیچنا جائز ہے۔

(۹) کسی سے زبردستی کوئی چیز خریدنا جائز نہیں ہے۔

(۱۰) ہر ایسی بیع جس میں معقود علیہ کی کوئی شرط نہ پائی جائے حرام اور باطل ہے چاہے خرید و فروخت کرنے والے آپس میں راضی ہوں۔

بیع کی مندرجہ ذیل صورتیں حرام ہیں لیکن بیع صحیح ہوگی۔

۱۔ ایک خریدار کے قیمت طے کر لینے کے بعد کسی دوسرے شخص کو وہ مال خریدنا حرام ہے۔

۲۔ صرف خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے کسی دوسرے شخص کا قیمت بڑھانا حرام ہے۔

۳۔ بیع حاضر لباد حرام ہے یعنی اگر کوئی کسی گاؤں سے کچھ مال اسی وقت کے بھاؤ سے بیچنے کے ارادہ سے لے آئے اور کوئی شہری اس سے کہے کہ اس کو میرے پاس رہنے دو میں اس کو اچھی قیمت میں آہستہ آہستہ فروخت کروں گا یہ حرام ہے۔

۴۔ ذخیرہ اندوزی حرام ہے، مہنگائی کے زمانہ میں غلہ خرید کر بھاؤ بڑھنے کے بعد بیچنے کے ارادہ سے غلہ روک لینا ذخیرہ اندوزی کہلاتا ہے۔

۵۔ تلقی رکبان حرام ہے یعنی جو لوگ باہر سے مال لاتے ہیں ان کے شہر میں داخل ہونے اور شہر کا بھاؤ معلوم ہونے سے پہلے دھوکہ سے کم قیمت پر مال خریدنا حرام ہے اس صورت میں اگر بائع کو دھوکہ کا علم ہو جائے تو مال واپس لے سکتا ہے۔

ایسے آدمی سے مال خریدنا جس کے پاس حلال و حرام دونوں قسم کا مال آتا ہو مکروہ ہے اسی طرح مشتبہ مال خریدنا بھی مکروہ ہے۔

مجلس میں بیع فسخ کرنے کا اختیار

بائع اور مشتری کو بیع ہو جانے کے بعد اسی مجلس میں علیحدہ ہونے سے پہلے بیع فسخ (ختم) کرنے یا پکا کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسے خیارِ مجلس

کہتے ہیں۔

واپس کرنے کی شرط لگا کر لینا

معاملہ کے وقت بائع اور مشتری دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک اس بات کا اختیار لے سکتا ہے کہ یہ چیز اگر پسند آئے تو لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا اس کو خیار شرط کہتے ہیں اس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے اگر تین دن سے زیادہ مدت مقرر کرے یا مدت مقرر نہ کرے تو بیع باطل ہوگی۔

خیارِ شرط کی مدت میں اگر اس چیز میں تصرّف کیا جائے تو خیار شرط ختم ہو جاتی ہے مثلاً اس کو کرایہ پر دے یا کپڑے کا کرتہ بنوالے تو پھر واپس نہیں کر سکتا، احناف کے نزدیک استعمال کرنے کے بعد واپس نہیں کر سکتا۔

خیار مجلس اور خیار شرط صرف بیع میں حاصل ہوتے ہیں اجارہ، رہن، ضمانت، عاریت، کفالت، جُعالہ، وغیرہ میں حاصل نہیں ہوتے۔

عیب ظاہر ہونے پر واپس دینے کا اختیار

جب کوئی چیز بیچے تو اس کا عیب بتا کر بیچے، عیب بتائے بغیر دھوکہ دے کر بیچنا حرام ہے، بیچتے وقت عیب بتا کر بیچنے کی صورت میں خیارِ عیب حاصل نہیں ہوتا اگر عیب بتائے بغیر بیچ دے اور خریدنے کے بعد اس چیز میں ایسا عیب معلوم ہو جائے جس سے قیمت میں کمی ہو سکتی ہو یا خریدنے کا مقصد حاصل نہ ہوتا ہو اور اس قسم کا عیب اس چیز میں نہ پایا جاتا ہو تو اس کو فوراً واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں

عیب معلوم ہونے کے بعد واپس کرنے میں دیر لگانے پر اسی طرح
عیب معلوم ہونے کے بعد استعمال کرنے کی صورت میں خیار عیب ختم
ہوجاتا ہے مثلاً کتاب کا عیب معلوم ہونے کے بعد اس کا مطالعہ شروع
کردے تو اب واپس نہیں کرسکتا۔ اگر کسی نے سیکڑے کے حساب
سے انڈے ناریل یا آم خریدے اور اس میں دو تین خراب نکل آئیں تو اس
کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کہ ایسا عام طور سے ہوتا ہے اور اگر اس سے
زیادہ خراب نکل آئیں تو اس کی قیمت یا وہ خراب چیز بدل کرلے سکتا ہے۔
اگر پہلے سے کوئی عیب دار چیز ہو اور خریدنے کے بعد نیا عیب پیدا ہوجائے
تو زبردستی واپس نہیں کرسکتے البتہ اگر بائع راضی ہو تو واپس لے لے اور
مشتری نئے عیب کا تاوان دے۔ یا بائع پرانے عیب کا تاوان دے مثلاً
کسی نے ایک کتاب خریدی بچہ نے اس کو لے کر اس کا ایک ورق پھاڑ ڈالا
بعد میں معلوم ہوا کہ اس کتاب میں کچھ اوراق کم ہیں تو اب اس کو واپس نہیں
کرسکتے بلکہ اس کتاب کی قیمت کم کردیں گے اور اگر دکاندار واپس لینے
کے لئے تیار ہو تو اس نئے عیب کا تاوان لے کر واپس لے سکتا ہے۔ اور
اگر خریدنے کے بعد ایسا عیب پیدا ہوجائے جس کے بغیر پرانا عیب معلوم
نہ ہوسکتا ہو تو بائع کے لئے واپس لینا ضروری ہے مثلاً تربوز کاٹنے کے
بعد یا انڈا توڑنے کے بعد اس کا خراب ہونا معلوم ہو تو واپس لینا
ضروری ہے اگر دکاندار کہے کہ خوب دیکھ بھال کر خرید و بعد میں عیب ظاہر ہونے
پر واپس نہیں لوں گا اس صورت میں بھی عیب ظاہر ہونے پر واپس لینا
ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی جانور مثلاً بکری وغیرہ بیچتے وقت یہ بات کہے اور

اس جانور میں کوئی اندرونی عیب مثلاً ٹی، بی کا مرض ہو اور بائع اس سے ناواقف ہو تو صرف اس صورت میں خیار عیب ساقط ہو جائے گا اور بائع کو واپس لینا ضروری نہیں ہو گا۔

اگر کوئی گھٹیا مال عمدہ سمجھ کر خرید لے تو خیار عیب حاصل نہیں ہوتا مثلاً شیشہ کو ہیرہ سمجھے یا سوتی کپڑے کو ٹیری کاٹ سمجھ کر خریدے تو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا البتہ اگر بائع کو دھوکہ دے کر بیچے مثلاً سوتی کو ٹی کاٹ کہے یا سونے کے ملمع شدہ زیورات کو اصلی سونے کے بھاؤ میں بیچے یا ہندوستانی سامان کو جاپانی مال بتا کر بیچے یا دودھ زیادہ دکھانے کے لئے جانور کچھ دن دوہے بغیر بیچے تو یہ سب حرام ہے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہو گا۔ عیب کے پرانے یا نئے ہونے میں بائع اور مشتری کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور قرائن کسی کی تائید میں نہ ہوں تو بائع کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

قبضہ سے پہلے مبیع کا حکم

کوئی چیز خریدنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس ہی وہ ضائع ہو جائے تو بائع اس کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری اس کو ضائع کر دے تو وہی اس کا ضامن ہو گا۔

اگر بیع کے بعد قبضہ سے پہلے مبیع میں کسی بات کا اضافہ ہو جائے مثلاً جانور بچہ دے دے یا درختوں میں پھل نمودار ہو جائیں تو وہ خریدار کی ملکیت ہیں اور بطور امانت بائع کے قبضہ میں ہوں گے۔

اگر کوئی گھر بیچ دے اور اس میں خود ایک مدت تک رہے تو بائع مشتری کو اس کا کرایہ نہیں دے گا۔

مشتری مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا مثلاً اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا، ہبہ کرنا، صدقہ کرنا یا بطورِ قرض دینا جائز نہیں[1]

غیر منقولہ اشیاء مثلاً گھر یا دکان وغیرہ اس کو مشتری کے لئے خالی کر دینا اور کنجی حوالہ کر دینا قبضہ کہلاتا ہے باغ زمین جائیداد کو حوالہ کر دینا اور اس میں تصرف کی اجازت دینا قبضہ کہلاتا ہے صرف کسی کے نام رجسٹرڈ کر دینے سے اس کا قبضہ نہیں ہوتا۔

منقولہ اشیاء کو منتقل کر دینا یا مشتری کے حوالہ کر دینا قبضہ ہے مثلاً حامد نے اپنا مکان شکیل کے ہاتھوں ایک لاکھ میں فروخت کیا اور حامد نے ابھی مکان خالی کر کے حوالہ نہیں کیا تھا کہ خود ہی شکیل سے اسی کو سوا لاکھ میں خرید تا ہے تو یہ بیع باطل ہے یا شکیل اس کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے جمیل کے ہاتھوں سوا لاکھ میں فروخت کرتا ہے تو یہ بیع بھی

---

[1] احناف کے نزدیک غیر منقولہ جائیداد مثلاً مکان دکان وغیرہ کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتے ہیں ہدایہ ج ۳ ص۵۵ اور مالکیہ کے نزدیک مطعومات یعنی کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ بقیہ تمام چیزوں کو قبضہ سے پہلے بیچ سکتے ہیں۔ ہدایہ ج ۲ ص۱۴۶

[2] منقولہ اشیاء وہ چیزیں کہلاتی ہیں جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکے۔

باطل ہے۔ یا مثلاً جاپان سے مال بردار جہاز چلا تو بمبئی کے تاجر نے اس مال کو خرید لیا پھر وہ تاجر جہاز کے بمبئی پہنچنے سے پہلے دوسرے کو بیچ دیتا ہے پھر وہ تیسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے یہ خرید و فروخت صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تاجر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرتا ہے [1]

وہ چیزیں جو بلا صراحت بیع میں شامل ہوتی ہیں

زمین کے مطلقاً بیچنے ہبہ کرنے یا وقف کرنے میں اس زمین کے درخت عمارتیں اور پھلوں کے پھول وغیرہ سب بیع میں شامل ہوں گے نیز اس کے نیچے تحت الثریٰ تک اور فضا بھی بیع میں شامل ہو گی مکان فروخت کرنے میں اس کی زمین نیز اس میں لگے ہوئے دروازے گیٹ اور وہ تمام چیزیں جو آسانی سے نکالی نہ جا سکتی ہوں بیع میں شامل ہوں گی اور جو چیزیں آسانی سے نکالی جا سکتی ہوں مثلاً فرنیچر بلب پنکھا وغیرہ بیع میں شامل نہیں ہو گی۔

اگر موقوفہ یا مغصوبہ زمین پر گھر تعمیر کیا گیا ہو تو وہ زمین شامل نہیں ہو گی۔

کوئی آدمی چاہے تو بغیر زمین کے صرف درخت بیچ سکتا ہے اور خریدنے والا اس درخت کے تر و تازہ رہنے تک اس سے فائدہ اٹھائے گا

---

[1] احناف کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد بھی مفید ملک ہوتی ہے لہذا ان کے نزدیک دوسرے خریدار کے لئے اس کا استعمال جائز ہے۔

اگر وہ اکھڑ جائے تو اس کو لگا سکتا ہے لیکن اس کی جگہ کوئی دوسرا درخت نہیں لگا سکتا۔

باغ یا درخت بیچنے کی صورت میں اس کے پھل بیع میں شامل نہیں ہوں گے مثلاً فروخت کرتے وقت ناریل یا کھجور کا شگوفہ پھٹ گیا ہو تو بیع میں شامل نہیں ہوگا اور بائع کو یہ حق ہے کہ پختہ ہونے پر پھل توڑ لے۔

جانور بیچنے میں اس کا حمل شامل ہوگا بچہ شامل نہیں ہوگا لیکن دودھ پیتے بچہ کو ماں سے الگ کر کے بیچنا مکروہ ہے۔

یہ تمام مسائل بلا صراحت بیع کی صورت میں ہیں لیکن اگر معاملہ کرتے وقت کسی قسم کی صراحت کر دی جائے مثلاً پھل یا فرنیچر بیع میں شامل ہوں گے تو بیع پھل وغیرہ کے ساتھ ہوگی۔

خریدی ہوئی قیمت پر بیچنا

اگر بائع یہ کہے کہ میں نے چیز اتنے میں خریدی ہے یا مجھے اتنے میں پڑی ہے اتنے ہی میں تم کو دے رہا ہوں، تو یہ بھی بیع کی ایک قسم ہے اس کو تولیہ کہتے ہیں، اس صورت میں جھوٹ بول کر نفع لینا جائز نہیں ہے۔

خرید کردہ قیمت اور نفع بتا کر بیچنا

اگر بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی ہے، اگر لانے میں کچھ خرچہ آیا ہو تو یوں کہے کہ مجھے یہ چیز اتنے میں پڑی ہے، اور میں مثلاً ۱۰٪ دس فیصد فائدہ لے کر بیچ رہا ہوں، تو اس کو مرابحہ کہتے اور اس صورت

ہیں اس سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں ہے، مرابحہ اور تولیہ میں قیمت کی مقدار۔
اور ادھار خریدا ہو تو دین کی مدت اور نئے پیدا شدہ عیب کے بیان
میں سچ بولنا ضروری ہے، اگر خریدنے کے بعد جھوٹ ثابت ہو جائے تو
خریدنے والا زائد رقم اور اس کا فائدہ (کمیشن) واپس لے گا۔ مثلاً بائع کہے کہ
میں نے آٹھ روپیہ میں خریدا ہے، اور ۲۵٪ پچیس فیصد فائدہ پر دس روپیہ
میں فروخت کر رہا ہوں، اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس نے چھ روپے میں
خریدا تھا، تو اس کی زائد رقم دو روپیہ اور اس کا کمیشن ۵۰ پیسے جملہ ڈھائی
روپے وصول کرے گا اور تولیہ میں صرف زائد رقم واپس لے گا، اور بیع صحیح
ہوگی، اب خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور دوکاندار کو
واپس لینے کا اختیار بھی نہ ہوگا۔

درخت پر پھلوں کی بیع

بعض لوگ درختوں کے صرف پھول دیکھ کر پھلوں کی خرید و فروخت
کرتے ہیں حالانکہ درخت پر پھلوں کو بدوِ صلاح سے پہلے بیچنا جائز نہیں
ہے، بدوِ صلاح کے بعد جائز ہے۔ بدوِ صلاح یہ ہے کہ اس کا مقصود حاصل
ہو جائے، مثلاً اگر آم کا درخت اچار کے لئے خریدا ہو تو کیریاں لگ جائیں
اور آم کے لئے خریدا ہو تو پھلوں میں پکنے کے آثار نمایاں ہو جائیں، مثلاً آم
اور کاجو میں رنگ بدلنے لگے، بدوِ صلاح پورے باغ کے کسی ایک درخت
کے ایک پھل میں ہو جائے تو کافی ہے اکثر پھلوں میں ہونا ضروری نہیں
ہے، بدوِ صلاح سے پہلے فوراً توڑنے کی شرط پر خرید و فروخت جائز ہے

بُدُوِصلاح کے بعد خریدنے کی صورت میں خریدار تمام پھلوں کو پختہ ہونے کے بعد توڑے گا، بائع فوراً توڑنے پر مجبور نہیں کر سکتا، اسی طرح پھلوں کو درخت کے ساتھ بُدُوِّ صلاح سے پہلے بیچنا جائز ہے۔

اپنی زمین کی گھاس جو خودرو ہو یا اُس کو اُگایا گیا ہو بیچنا جائز ہے لیکن گھاس اُگنے سے پہلے گھاس کی خاطر زمین بیچنا جائز نہیں البتہ تھوڑی سی گھاس اُگ کر کاٹنے کے قابل ہونے کے بعد جائز ہے۔

پیشگی قیمت دے کر بعد میں مال لینا

کسی چیز کی کل رقم پہلے ہی ادا کر کے اس بات کا معاہدہ کرنا کہ وہ فلاں قسم کی چیز فی الحال یا ایک مدّت بعد پہنچائے گا اس کو سلم کہتے ہیں، یہ بھی بیع کی ایک قسم ہے جس چیز کی بیع صحیح ہے اس کا سلم بھی درست ہے۔

مثلاً شعیب صالح کو تین سو روپے دے کر ایک کوئنٹل سفید موٹا چاول اکتوبر کی پہلی تاریخ کو گھر لا کر دینے کے لیے کہہ دے تو یہ بیع سلم کہلائے گی۔

سلم کے سات شرائط ہیں:

۱۔ ان اوصاف کو بیان کرے جس سے اس چیز کی قیمت میں کمی بیشی ہوتی ہو۔
۲۔ مجلس عقد میں جدائی سے پہلے پوری قیمت حوالہ کر دے۔
۳۔ وہ چیز معین نہ ہو۔
۴۔ ادائیگی کا وقت مقرر ہو۔
۵۔ مال کی مقدار معلوم ہو۔
۶۔ ادائیگی کے وقت وہ چیز پائی جاتی ہو۔

۷۔ مال پہنچانے کی جگہ مقرر ہو۔

ان تمام باتوں پر دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنانا بہتر ہے۔ مبادا عاقدین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو ان کی شہادت پر عمل کیا جا سکے۔

قرض دینا

کسی کو کسی چیز کا اس شرط پر مالک بنانا کہ وہ بعد میں اس کا بدل واپس کرے گا قرض کہلاتا ہے قرض دینا سنّت ہے، اپنی عرفی ساکھ باقی رکھنے کے لئے قرض لینا مثلاً شادی، دعوت وغیرہ کے لئے قرض لینا منع اور مذموم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے آخری التحیات میں قرض سے پناہ مانگتے تھے۔

قرض کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے نیز قرض دینے اور لینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالی تصرف کا حق رکھتے ہوں یعنی عاقل بالغ مختار رشید اور غیر مجبور ہوں۔ والدین اپنی نابالغ اولاد کا روپیہ بغیر کسی خاص مصلحت کے قرض نہیں دے سکتے۔ اگر کوئی خاص مصلحت ہو مثلاً قرض نہ دینے کی صورت میں مال ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو قرض دے سکتے ہیں۔

اگر قرض دیتے وقت مدّت متعین کر دے تو مدّت وعدہ ہے شرط نہیں ہے اور وعدہ کے مطابق ادا کرنا سنّت ہے۔

اگر قرض دینے والا مدّت سے پہلے ضرورۃً یا بلا ضرورت مانگے تو فوراً قرض ادا کرنا ضروری ہے بلا عذر ادائیگی میں تاخیر کرنا حرام ہے، ارشاد نبویؐ ہے: مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ یعنی روپیہ ہوتے ہوئے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اگر مقروض تنگ دست ہو یعنی اس کے پاس روٹی، کپڑا مکان کے علاوہ ضرورت سے زائد کوئی چیز نہ ہو تو اس کو مہلت دینا ضروری ہے چاہے مدت گزر چکی ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ ترجمہ۔ اگر (مقروض) تنگ دست ہو تو خوش حال ہونے تک اس کو مہلت دو۔

تنگ دست ہونے کے بارے میں مقروض کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی

قرض دیتے اور لیتے وقت للہ لینا بہتر بلکہ ضروری ہے قرض دینے کے لئے رہن یا ضمان کی شرط لگانا جائز ہے۔ جتنا مال بطور قرض لیا ہو اتنا ہی مال واپس کرے گا، اس مال کی قیمت کے گھٹنے بڑھنے کا قرض پر اثر نہیں پڑے گا۔

قرض دیتے وقت اچھا یا زیادہ مال دینے کی شرط لگانا حرام ہے اور یہ سود ہے مثلاً روپیہ قرض دے کر فارین ڈرافٹ کے ذریعہ ادائے قرض کی شرط لگانا حرام ہے اور بغیر شرط کے اچھا یا زیادہ مال لوٹائے تو یہ سنت ہے اور اس کو لینا بلا کراہت جائز ہے۔

قرض دینے کے لئے اپنا مکان یا دکان عام کرایہ سے زیادہ کرایہ پر لینے کی شرط لگانا حرام ہے اور بغیر شرط کے مکروہ ہے اور بہت سے علماء کے نزدیک بغیر شرط کے بھی حرام ہے۔

شادی وغیرہ کے موقع پر جو انعام دیا جاتا ہے وہ ہبہ ہوتا ہے قرض نہیں ہوتا لہذا رواج ہونے کے باوجود اس کا بدلہ دینا ضروری نہیں ہے۔

ادھار بیچنا

کوئی چیز ادھار خریدنا یا بیچنا دَین کہلاتا ہے ادھار خریدنے کی صورت میں مدت مقرر کرنا شرط ہے اگر ادائیگی کی مدّت مقرر نہ ہو تو بیع فاسد ہے اور مدّت پوری ہونے سے پہلے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ مطالبہ پر ادائیگی ضروری ہے البتہ مدّت پوری ہونے پر ادائیگی واجب ہے اور بلا عذر تاخیر کرنا یا ٹالنا حرام ہے لیکن اگر مزید مہلت طلب کرے اور مہلت مل جائے تو تاخیر جائز ہے۔ قرض حسنہ جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ اس سے مراد خدا کی راہ میں صدقہ کرنا ہے۔ بعض نے اس کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ کسی سے اس طور پر قرض دیا جائے کہ اس کی ادائیگی لازمی نہیں، اور مدت بھی متعین نہیں۔ قرضدار اگر دے تو ٹھیک ورنہ اسے معاف ہے یہ بات صحیح نہیں۔

امانت رکھنا

امانت وہ چیز ہے جسے اس کا مالک دوسرے کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھتا ہو۔

اس کے لئے لفظاً ایجاب ضروری ہے مثلاً کہے میں تمہیں سو روپے بطور امانت دے رہا ہوں لینے والے کا لفظاً قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف اس مال پر قبضہ کرنا قبول مانا جائے گا مثلاً بس پر کوئی اپنا سامان رکھ کر یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ ذرا میرا سامان دیکھئے گا اس پر دوسرے شخص نے قبضہ نہیں کیا اور کچھ نہیں بولا تو وہ چیز اس کی امانت میں نہیں آئے گی اگر اس کی

غفلت سے چوری ہو جائے تو وہ شخص ضامن نہیں ہو گا لیکن اگر وہ لفظاً قبول کر لے یا قبضہ کر لے تو وہ ضامن ہو گا، خلاصہ یہ ہے کہ لینے والے کا مال پر قبضہ کرنا یا زبانی قبول کرنا ضروری ہے۔ نیز امانت دینے اور لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مالی تصرف کا حق رکھتے ہوں یعنی عاقل بالغ مختار اور غیر مجبور ہوں لہذا اگر نابالغ بچہ کسی بچہ کے پاس یا بچہ کسی بڑے کے پاس امانت رکھے تو ان دونوں صورتوں میں ضمان ہو گا اس لئے کہ امانت رکھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر بڑا کسی بچہ کے پاس امانت رکھے تو کوتاہی کے باوجود بچہ ضامن نہیں ہو گا، اس لئے کہ بچہ مکلف نہیں ہے البتہ وہ عمداً ضائع کرنے کی صورت میں ضامن ہو گا۔

جو شخص امانت کی حفاظت کر سکتا ہو اُس کے لئے امانت لے کر رکھنا سنّت ہے اور جو حفاظت نہ کر سکتا ہو اس کے لئے امانت رکھنا حرام ہے اور جس کو اپنی امانت داری پر اعتماد نہ ہو اس کے لئے امانت رکھنا مکروہ ہے۔

امانت کی چیز اگر بغیر غفلت و کوتاہی کے ضائع ہو جائے تو امین یعنی امانت رکھنے والا ضامن نہیں ہو گا اور اگر غفلت یا کوتاہی سے ضائع ہو جائے تو امین ضامن ہو گا مثلاً گھر گر جانے سے یا آگ لگ جانے سے یا چوری ہو جانے سے امانت کا مال ضائع ہو جائے تو امین ضامن نہیں ہو گا۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں امانت رکھنے والا ضامن ہو گا یعنی بغیر کوتاہی یا غفلت کے امانت ضائع ہو جانے پر بھی تاوان دینا ہو گا۔

(۱) امانت کی چیز محفوظ جگہ پر نہ رکھے۔

(۲) کسی محفوظ جگہ رکھ کر اس جگہ کو بھول جائے۔

(۳) امانت کی چیز بغیر مالک کی اجازت کے دوسرے کے پاس بطورِ

امانت رکھے۔

۴۔ مالک نے جس محفوظ جگہ رکھنے کے لئے کہا ہو اس جگہ نہ رکھے۔

۵۔ امانت مانگنے پر انکار کر دے۔

۶۔ امانت واپس مانگنے پر دینے میں بلا عذر دیر لگا دے۔

۷۔ امانت کی چیز استعمال کرے۔

۸۔ اگر کسی نے کچھ روپیہ امانت رکھوائے ہوں تو بعینہٖ انہی نوٹوں کو بحفاظت رکھنا واجب ہے اگر ان نوٹوں کو بدل دے یا اس میں کسی کو دیدے تو امین ضامن ہوگا اور اگر مالک کی اجازت سے اس روپیہ کو استعمال کرے مثلاً اس کو تجارت میں لگا دے تو قرض ہو جائے گا اور قرض کا ادا کرنا ہر حال میں ضروری ہے نیز قرض دینے والا نفع یا نقصان میں شریک نہیں ہوگا۔

۹۔ مالک کی اجازت کے بغیر امانت کے روپیہ کو اپنے روپے میں ملا کر رکھے اور دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو۔

۱۰۔ امانت کو ضائع ہونے سے نہ بچائے، مثلاً دیمک سے حفاظت کے لئے کتابوں یا کپڑوں کو دھوپ میں سکھانا پڑتا ہو اور امین ایسا نہ کرے تو ضامن ہوگا۔

مالک اور امین میں کسی بات کا اختلاف ہو جائے مثلاً مالک کہے کہ کوتاہی سے ضائع ہوا ہے اور امین کہے کہ بغیر کوتاہی کے ضائع ہوا ہے تو قسم کے ساتھ امین کی بات مانی جائے گی۔

اگر کسی کے پاس کوئی امانت رکھی ہو اور اس کے مالک یا مالک کے ورثہ

کا کچھ پتہ نہ ہو تو اس کو مسلمانوں کی اہم ضرورت پر خرچ کریں گے ورنہ فقراء و مساکین کو خیرات کر دیں گے اس کو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں لگانا صحیح نہیں ہے[1]

گروی رکھنا

مال کو دَین (قرض) کے وثیقہ کے طور پر رکھنا تاکہ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں اس مال کو بیچ کر قرض ادا کیا جائے رہن کہلاتا ہے۔

قرض لے کر رہن رکھنے والے کو راہن اور قرض دے کر رہن لینے والے کو مرتھن اور جس چیز کو رہن میں رکھا جائے اس کو شیٔ مرہونہ کہتے ہیں۔

رہن کے لئے ایجاب وقبول شرط ہے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ راہن ومرتہن مالی تصرف کا حق رکھتے ہوں۔ جس چیز کے بدلہ رہن رکھتے ہیں اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ دین ہو یعنی متعین چیز نہ ہو مثلاً مغصوبہ مال یا مستعار چیز کے بدلہ رہن نہیں رکھ سکتے نیز وہ پہلے قرض لے کر پھر رہن حوالہ کر دے۔

جن چیزوں کو بیچنا جائز ہے ان کو رہن میں رکھنا بھی جائز ہے۔ نیز عاریۃً لی ہوئی چیز کو مالک کی اجازت سے رہن میں رکھنا جائز ہے۔

رہن میں کوئی ایسی شرط لگانا جس سے راہن یا مرتہن کو نقصان ہوتا ہو جائز نہیں ہے مثلاً راہن شرط لگائے کہ اس کو بالکل بیچا نہ جائے یا مرتہن شرط لگائے کہ شیٔ مرہونہ کی آمدنی میری ہو گی یہ جائز نہیں ہے۔

---

[1] فتح المعین ص۹۷

راہن شئ مرہونہ کو مرتہن کی اجازت سے اپنے پاس رکھ کر استعمال کر سکتا ہے ورنہ وہ مرتہن کے قبضہ میں رہے گی اگر وہ دونوں اس کو کسی تیسرے معتبر آدمی کے پاس رکھنا چاہیں تو جائز ہے۔

قبضہ کئے جانے سے پہلے راہن مرہونہ چیز کو واپس لے سکتا ہے قبضہ ہو جانے کے بعد پورا قرض ادا کئے بغیر مرہونہ چیز واپس مانگنے کا حق نہیں ہے۔ مرہونہ چیز مرتہن کے ہاتھوں بغیر غفلت یا کوتاہی کے ضائع ہو جائے تو مرتہن ضامن نہیں ہوگا اور قرض بدستور بذمہ راہن باقی رہے گا اگر غفلت، کوتاہی یا استعمال کی وجہ سے ضائع ہو تو مرتہن ضامن ہوگا اور قرض میں سے اتنی رقم وضع کی جائے گی۔

مرہونہ چیز کے ضائع ہونے کے بارے میں راہن اور مرتہن کے درمیان اختلاف کی صورت میں مرتہن کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

راہن کی یا مرتہن کی ضرورت پر مرتہن کی اجازت سے راہن مرہونہ مال کو بیچ کر قرض ادا کرے گا۔ اگر راہن بیچنے کے لئے تیار نہ ہو تو قاضی اس کا مال بیچ کر قرض ادا کرے گا مرتہن نہیں بیچ سکتا۔

مرہونہ چیز کے اخراجات اور اس کی آمدنی راہن کی ہوگی مرتہن کو اس کی آمدنی کھانا یا اس کو استعمال کرنا جائز نہیں اگر مرتہن اس سے فائدہ اٹھائے تو یہ سود ہوگا۔

رہن میں سود سے بچنے کے لئے لوگ ایک حیلہ کرتے ہیں وہ یہ کہ مثلاً اپنا باغ قرض دینے والے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتے ہیں کہ جب وہ قرض ادا ہو جائے گا تو اپنا باغ واپس لے لیں گے اس کو بیع وفا کہتے ہیں یہ

بیع صحیح نہیں ہے بلکہ حقیقتہً یہ رہن ہے لہٰذا مرتہن اس کے پھلوں کا ضامن ہوگا اور راہن اس کی آمدنی کا مالک ہوگا[1]

دیوالیہ قرار دینا

کسی آدمی کا قرض اتنا بڑھ جائے کہ اس کی جائیداد اور کل مال بھی اس کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہو تو قرض خواہوں کے مطالبہ پر یا خود اسی کی درخواست پر حاکم اس کو مفلس یعنی دیوالیہ قرار دے گا اس کے مفلس ہو جانے کے بعد اس کو اپنے مال پر کسی قسم کے تصرّف کا حق نہیں ہوگا۔

اب قاضی اس کے اور اِس کے اہل و عیال کے لئے ایک جوڑا کپڑا اور ایک دن کے اناج کے علاوہ باقی تمام مال کو مثلاً دکان، مکان، جائیداد، گھر کا اثاثہ وغیرہ اس کی اور اس کے قرض خواہوں کی موجودگی میں فروخت کر دے گا اور اس کی رقم اس کے قرض خواہوں کے درمیان ان کے قرضہ کے تناسب سے تقسیم کی جائے گی۔

مالی تصرّف سے منع کرنا

مالی تصرّف سے منع کرنے کو حجر کہتے ہیں جس کو مالی تصرّف سے منع کیا جاتا ہے اُسے محجور کہتے ہیں۔

محجورین چھ ہیں۔ (۱) نابالغ (۲) پاگل (۳) بے وقوف یعنی جو اپنے

---

[1] جدید فقہی مسائل ص۲۴۴ بحوالہ رد المختار ج ۴ ص۳۴۶

مال کو بے جا خرچ کرتا ہو (۴) زر خرید غلام (۵) مفلس (۶) مرض الموت کا مریض۔ اس کو صرف اپنے تہائی مال میں تصرف کا حق حاصل ہے ایک تہائی سے زائد میں وہ مجور ہے، بغیر ورثا کی رضامندی کے اس کا تصرف یا وصیت تہائی مال سے زائد میں صحیح نہیں ہوگی۔

مجور کو اپنے مال کی خرید و فروخت زکوٰۃ کی ادائیگی ہبہ وصیت وقف اجارہ وغیرہ کا اختیار نہیں ہوتا۔

نابالغ اور مجنوں کے ولی اس کے باپ اور پھر دادا ہوں گے ان کی موت کے بعد وصی ولی ہوگا وصی نہ ہو تو قاضی ولی ہوگا۔ اگر قاضی بھی نہ ہو تو بستی کے نیک لوگ ولی ہوں گے۔

ولی یا وصی نہ ہونے کی صورت میں دیگر دین دار عصبہ مثلاً بھائی چچا وغیرہ بچہ کے مال سے بچہ کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر سکتے ہیں۔

بے وقوف کے معاملات کا اختیار قاضی کو حاصل ہوتا ہے، قاضی کی اجازت سے بے وقوف اپنے معاملات طے کر سکتا ہے۔

نابالغ کا حجر بلوغ و رشد پر ختم ہوتا ہے، لڑکا یا لڑکی اس وقت بالغ ہوتے ہیں جب کہ ان کے اسلامی پندرہ سال مکمل ہو جائیں یا لڑکے کو انزال (احتلام) ہو جائے اور لڑکی کو حیض آجائے۔ آدمی رشید اس وقت کہلاتا ہے جبکہ وہ دین دار اور ثقہ ہو یعنی کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے یا گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرے[1] نیز اپنے مال کو ضائع نہ کرتا ہو۔

---

[1] گناہ صغیرہ کو بار بار کرنا یا گناہ صغیرہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرنا اصرار کہلاتا ہے۔ اعانہ ص ۲۸۰

بچہ بالغ اور رشید ہونے پر مال اس کے حوالہ کر دینا جائز ہے۔

صلح کرنا

صلح اس معاہدہ کو کہتے ہیں جس سے باہمی نزاع ختم ہو جائے۔ کسی کے ذمہ کسی کا حق ہو تو اس حق کے اقرار کرنے کے بعد صلح کر سکتے ہیں۔ انکار کی صورت میں صلح کرنا جائز نہیں

صلح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ صُلح اِبرار (۲) صلحِ معاوضہ

(۱) دعویٰ کئے ہوئے حق کے کسی حصہ پر راضی ہو جانے کو صلح اِبرار کہتے ہیں، مثلاً: ہزار کا دعویٰ کر کے پانچ سو پر راضی ہو جائے۔

(۲) دعویٰ کئے ہوئے حق کے بدلہ کسی دوسری چیز پر راضی ہو جائے، تو اسے صلحِ معاوضہ کہتے ہیں، مثلاً دُکان پر دعویٰ کر کے اس کے بدلہ مکان پر راضی ہو جائے۔ صلح کی یہ دونوں قسمیں جائز ہیں۔ البتہ صلحِ معاوضہ میں بیع کے احکام جاری ہوں گے۔

اپنا قرض دوسرے کے حوالہ کرنا

ایک شخص کے ذمہ کا قرض دوسرے کے ذمہ منتقل کرنے کو حوالہ کہتے ہیں، حوالہ میں تین افراد کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ محیل ۲۔ محتال ۳۔ محال علیہ

۱۔ محیل حوالہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۲۔ محتال حوالہ قبول کرنے والے کو کہتے ہیں۔
۳۔ محال علیہ وہ شخص ہے جس کے حوالہ کیا جائے۔

حوالہ کے لئے شرط یہ ہے کہ محیل (زید) اور محتال (خالد) راضی ہوں محال علیہ (عمر) کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ نیز محیل اور محتال کو قرض کی مقدار اور ادائیگی کی مدّت معلوم ہونا بھی ضروری ہے، حوالہ سے محتال کا قرض محال علیہ کے ذمّہ آجاتا ہے اور محیل محتال کے قرض سے اور محال علیہ محیل کے قرض سے بری الذمّہ ہوجاتا ہے، مثلاً، عمر زید کا مقروض اور زید خالد کا مقروض ہے اب زید خالد سے کہتا ہے کہ میرا قرض عمر سے وصول کرلو، اور خالد راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوا، اگر کسی وجہ سے محال علیہ سے قرض وصول کرنا مشکل ہوجائے تو پھر محیل سے وصول نہیں کیا جائے گا، اگر محال علیہ محیل کا مقروض نہ ہو تو حوالہ صحیح نہیں ہے۔

ضمانت لینا

دوسرے کے ذمہ کا حق اپنے ذمہ لینے کو ضمانت کہتے ہیں۔

ضمانت لینے والے اور ذمّہ داری قبول کرنے والے کو ضامن کہتے ہیں جس کی طرف سے ضمانت لی جائے اسے مضمون عنہ کہتے ہیں۔ صاحب حق یعنی قرض دینے والے کو مضمون لہ کہتے ہیں۔

ضمانت کے شرائط چار ہیں۔

(۱) ضامن مجبور نہ ہو (۲) حق مضمون عنہٗ کے ذمّہ ثابت ہو۔ (۳) ضامن مضمون لہٗ کو پہچانتا ہو (۴) ضامن کو قرض کی مقدار معلوم ہو۔

ضمانت کے بعد مضمون لہٗ ضامن اور مضمون عنہٗ دونوں سے مطالبہ کر سکتا ہے اگر ضامن نے مضمون عنہٗ کی اجازت سے ضمانت لی ہو تو ادائیگی کے بعد وہ اس سے وصول کرے گا اور اگر بغیر اجازت کے ضمانت لی ہو تو وہ زبردستی وصول نہیں کر سکتا البتہ اپنی خوشی سے دے تو ضامن لے سکتا ہے۔

مثلاً اصغر کے ذمہ اکبر کے سو روپے تھے، اکبر اصغر سے شدید تقاضا کرتے وقت احمد نے دیکھ لیا اور اصغر کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ اصغر سو روپے ادا کرے گا اور اگر وہ نہ دے تو مجھ سے لے لینا اب اکبر احمد اور اصغر دونوں سے مانگ سکتا ہے، اگر احمد نے قرض ادا کر دیا تو وہ اصغر سے زبردستی سو روپے وصول نہیں کر سکتا البتہ اصغر اپنی خوشی سے دے تو احمد لے سکتا ہے۔

اگر اصغر نے احمد سے ضمانت لینے کی درخواست کی ہو تو پھر ادائیگی کے بعد احمد اصغر سے زبردستی سو روپے وصول کر سکتا ہے۔ اس مثال میں اصغر مضمون عنہ ہے اکبر مضمون لہٗ ہے اور احمد ضامن ہے۔

نابالغ ضمان نہیں لے سکتا۔

کسی کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لینا

کسی کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لینے کا نام کفالت ہے حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق الناس

(۱) حقوق اللہ ان حقوق کو کہتے ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو بندہ کو جن کے معاف کرنے کا حق نہ ہو جیسے چوری میں ہاتھ کاٹنا، زنا و شراب نوشی کی سزا زکوٰۃ وغیرہ۔

(۲) حقوق الناس : ان حقوق کو کہتے ہیں جن کا تعلق بندوں سے ہو اور بندے ان کو معاف کر سکتے ہوں جیسے قِصاص، حدِ قذف، قرض غصب، خیانت وغیرہ، حقوق الناس میں کفالت صحیح ہے اور حقوق اللہ میں کفالت صحیح نہیں ہے۔

اگر کفیل اصل مجرم کو بلا عذر حاضر نہ کرے تو یہ تاوان نہیں بھرے گا بلکہ اس کو قید کیا جائے گا۔

ضمانت اور کفالت ایسے الفاظ کے ذریعہ لینا ضروری ہے جن سے ذمہ داری کا پتہ چلتا ہو مثلاً کہے میں ضامن ہوں یا میں ذمہ دار ہوں صرف یہ کہنا کہ میں ادا کروں گا یا میں آدمی کو حاضر کروں گا وعدہ ہے ضمانت یا کفالت نہیں ہے۔

تجارت میں شرکت

دو آدمیوں کا اپنے مال یا روپیہ کو ملا کر تجارت کرنا شرکت کہلاتا ہے اس کو شرکت عنان بھی کہتے ہیں [۱]

شرکت کے شرائط چار ہیں :

۱۔ دونوں کا مال ایک ہی قسم کا ہو۔ اگر ایک آدمی ایک کوئنٹل چاول اور دوسرا ایک کوئنٹل گیہوں لاتا ہے کہ چاول اور گیہوں میں جو فائدہ ہوگا وہ آپس میں بانٹ لیں گے تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی

---

[۱] کسی غیر مسلم کے ساتھ شرکت یا مضاربت مکروہ ہے۔ بحوالہ المغنی ج ۵ ص ۳

اسی طرح ایک آدمی اپنے انڈے دے اور دوسرے آدمی کی مرغی ہو اور بچے آدھے آدھے بانٹ لیں یہ بھی درست نہیں۔

۲۔ دونوں اپنے مال کو باہم ملادیں مثلاً شرکت کا معاہدہ ہوگیا لیکن ابھی دونوں نے اپنا اپنا روپیہ نہیں ملایا ہے تو شرکت شروع نہیں ہوئی ملانے سے پہلے کسی کا کچھ روپیہ ضائع ہوجائے تو اس کا اپنا گیا اور ملانے کے بعد کچھ روپیہ ضائع ہوجائے تو نقصان میں دونوں شریک ہوں گے۔

۳۔ ہر شریک دوسرے کو زبانی مالی تصرف کی اجازت دے صرف شرکت کا معاہدہ کرنا کافی نہیں ہے، ہر شریک مصلحت کے مطابق مال میں تصرف کرے گا اور ایک دوسرے سے مشورہ کئے بغیر کسی کو نوکر نہیں رکھ سکتے۔

۴۔ نفع نقصان اصل سرمایہ کے اعتبار سے ہو اگر نفع نقصان مال کے تناسب سے نہ ہو تو شرکت فاسد ہے مثلاً دو میں سے ہر ایک نے پچاس ہزار لگائے ہوں تو نفع میں سے ایک کو ۴۰٪ چالیس فیصد اور ایک کو ساٹھ فیصد مقرر کرنا غلط ہے[1]

---

[1] احناف کے نزدیک نفع نقصان اصل سرمایہ کے اعتبار سے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ کم و بیش بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن فی صدی کے حساب سے ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ایک شریک کی صلاحیت اثر و رسوخ اور عمل دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوسکتا ہے۔ بہشتی زیور حصہ ۵ ص۵۱ بحوالہ ہدایہ ج ۲ ص۶۰۹

حنابلہ کے نزدیک ایک تجارت میں ایک آدمی اپنے سرمایہ کے ساتھ اور دوسرا

باقی حاشیہ صفحہ پر

اگر ایک آدمی کہے کہ جو نقصان ہوگا وہ میرے ذمہ ہوگا اور جو نفع ہوگا آدھا آدھا بانٹ لیں گے یہ بھی فاسد ہے یا فائدہ میں سے دس روپیہ ایک کا اور باقی دوسرے کا مقرر کریں یہ بھی فاسد ہے۔

اس کے علاوہ شرکت کی اور تین قسمیں ہیں

(۱) شرکت ابدان (۲) شرکت وجوہ (۳) شرکت مفاوضہ۔

(۱) شرکت ابدان :۔ دو آدمی جو صرف اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کماتے ہوں دونوں مل جائیں اور یہ معاہدہ کرلیں کہ جو کمائی ہوگی وہ آپس میں بانٹ لیں گے مثلاً، دو درزی دو بڑھئی یا نائی وغیرہ مل جائیں تو یہ باطل ہے اگر کوئی ایسا کرے تو جو جتنا کمائے گا اتنا اسی کا ہوگا اور اگر دو آدمیوں کا مل کر کرنا ضروری ہو تو ہر ایک کو اپنی محنت کے مطابق اجرت مثل ملے گی معاہدہ کے مطابق نہیں ملے گی۔

۲۔ شرکت وجوہ اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں :

(الف) دو آدمی تجارت کے لئے مال یا روپے نہ نکالیں بلکہ دونوں صرف

(بقیہ حاشیہ) آدمی صرف عملاً شریک ہوسکتا ہے جس کو ورکنگ پارٹنر کہتے ہیں اور اس کو نفع میں سے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی تجارت میں دو آدمی سرمایہ لگاتے ہوں لیکن تجارت ایک آدمی سنبھالتا ہو تو اس کے سرمایہ کے مقابلہ میں اس کا نفع زیادہ مقرر کرنا ضروری ہے یا اس کی تنخواہ مقرر کی جائے گی۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۱۴)

ادھار خرید کر تجارت کریں۔

(ب) ایک بڑا آدمی اپنی وجاہت سے ادھار خریدے اور ایک معمولی آدمی کے ذریعہ فروخت کرائے۔

(ج) ایک گمنام آدمی کا مال ہو وہ ایک بڑے تاجر سے اپنا مال فروخت کرائے یہ تمام صورتیں باطل ہیں۔

اس میں جو آدمی مال خریدے نفع نقصان اسی کے ذمہ ہوگا اور دوسرے آدمی کو اجرتِ مثل ملے گی۔

(۳) شرکت معاوضہ :۔ دو آدمی الگ الگ اپنا پیشہ اختیار کریں یا الگ الگ تجارت کریں اور ہر آدمی دوسرے کی تجارت بھی سنبھالتا رہے اور یہ معاہدہ کریں کہ فائدہ و نقصان میں دونوں شریک ہوں گے۔

یہ تینوں صورتیں شوافع کے نزدیک ناجائز ہیں۔ البتہ احناف کے نزدیک شرکت ابدان اور شرکت وجوہ جائز ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک شرکت معاوضہ اور ابدان جائز ہیں[1]

شرکت عنان میں ہر شریک جب چاہے اپنی شرکت ختم کر کے الگ ہو سکتا ہے شریک کی وفات یا پاگل ہو جانے سے وہ شرکت ختم ہو جاتی ہے۔

ہر شریک امین ہے لہذا مال کے ضائع ہونے اور نقصان ہونے میں اور مال شریک کو واپس کرنے میں اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

---

[1] ہدایہ ج ۲ ص ۲۵۶ حنابلہ کے نزدیک تمام قسم کی شرکت جائز ہے

ہر تجارتی ادارہ اپنا نام رجسٹریشن کے ذریعہ محفوظ کر سکتا ہے پھر دوسرے شخص کو وہ نام رکھنے کا حق نہیں رہتا اس کو اصطلاح میں GOOD-WILL کہتے ہیں تقسیم کے وقت گڈ ول کا معاوضہ لینا جائز ہے۔[1]

مضاربت یعنی ایک کا روپیہ اور دوسرے کی محنت

کسی کو تجارت کے لئے اس شرط پر روپے دینا کہ فائدہ میں دونوں شریک ہوں گے اس کو قراض یا مضاربت کہتے ہیں۔

اس میں عامل یعنی محنت اور تجارت کرنے والے کو نفع میں سے ایک حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ مقرر کیا جائے گا اگر نفع میں سے عامل کو تنخواہ بھی مقرر کی جائے تو قراض فاسد ہوگا اور قراض فاسد میں عامل کو اس جیسے شخص کی تنخواہ ملے گی اس کا نفع میں سے کچھ حصہ نہیں ہوگا۔

اگر بالکل نقصان ہو تو عامل کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ سابقہ نفع سے موجودہ نقصان کی تلافی کی جائے گی اور نقصان مالک کے ذمہ ہوگا عامل نقصان میں شریک نہیں ہوگا۔

عامل قراض کے مال سے اپنے تجارتی سفر یا حضر میں خرچ نہیں کرے گا البتہ احناف کے نزدیک سفر میں بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے۔

عامل مالک کی شرائط کے مطابق تجارت کرے گا خلاف ورزی کی صورت میں عامل ضامن ہوگا۔

---

[1] جدید فقہی مسائل ماخوذ از حوادث الفتاوی ص ۲۳۶

مال ضائع ہونے یا فائدہ یا نقصان ہونے کے بارے میں یا مالک کو رقم ادا کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو عامل کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ عامل امین ہوگا اور عامل کا قبضہ بطور امانت کے ہوگا۔

وکیل بنانا

اپنا کام اپنی زندگی میں کرنے کے لئے کسی کے حوالہ کرنے کو وکالت کہتے ہیں۔

جس کام کو آدمی شرعاً خود انجام دے سکتا ہو اور اس کو بطور ملکیت یا ولایت تصرف کا حق حاصل ہو اس کام میں وکیل بننا یا بنانا صحیح ہے جیسے ہر قسم کا عقد بیع، ہبہ فسخ قبضہ کرنا قبضہ دلانا، شکار کرنا، زکوٰۃ و کفارہ کی ادائیگی وغیرہ کے لئے وکیل بننا یا وکیل بنانا جائز ہے۔ مثلاً کہے کہ بازار سے میرے لیے چاول لے آؤ یا میری فلاں چیز بیچ دو تو یہ خریدنے یا بیچنے والا ہمارا وکیل ہوگا۔

جس کام میں نیابت قبول نہیں ہوتی اس میں وکالت جائز نہیں جیسے عبادات، ایلاء، اقرار، دعویٰ، قسم، شہادت لیکن عبادات میں سے حج، زکوٰۃ کی تقسیم اور قربانی وعقیقہ کا جانور ذبح کرنے میں وکالت صحیح ہے۔

وکالت کے شرائط چار ہیں:

۱۔ وکیل بناتے وقت موکل کو موکل فیہ میں حق ملکیت یا ولایت حاصل ہونی چاہیئے اگر حق نہ ہو مثلاً اس مال کو بیچنے کا وکیل بنائے جس کا وہ آئندہ مالک بننے والا ہو یا اس عورت کے طلاق کا وکیل

بنائے جس سے وہ آئندہ نکاح کرے گا تو یہ وکالت صحیح نہیں۔

(۲) وکیل کو موکل فیہ سے واقف کرانا ضروری ہے کہ کس کام کے لئے وکیل بنایا گیا ہے اگر کوئی چیز خریدنی ہو تو اس کی نوعیت اور اگر مکان ہو تو محلہ اور گلی معلوم ہونا ضروری ہے اور اگر صراحت نہ ہو مثلاً اپنے تمام کاموں کے لئے وکیل بنائے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) وکیل کو اپنی ذات سے موکل فیہ میں تصرف کی صلاحیت ہونی چاہئے اگر تصرف کی صلاحیت نہ ہو مثلاً لڑکا یا بے وقوف ہو تو وکالت صحیح نہیں ہے۔

(۴) وکیل کا تعین ضروری ہے اگر دو شخصوں سے کہے کہ تم میں سے کسی ایک کو وکیل بناتا ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے۔

وکیلِ بیع SALS MAN کے لئے ضروری ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق کام کرے اگر مالک کے حکم ومنشا کے خلاف کرے تو ضامن ہوگا۔ نقد بیچے ادھار نہ بیچے بازار کی عام قیمت پر بیچے کم قیمت پر نہ بیچے اور اگر قیمت متعین کر دی ہو تو اس سے زیادہ نہ بیچے پھر بھی اگر زیادہ قیمت میں بیچے تو زائد رقم بھی موکل کی ہوگی اگر ملازم یا وکیل اپنے سیٹھ کے لئے مال خریدے اور اس کو بازار سے کم قیمت پر مال مل جائے تو سیٹھ سے اتنی ہی رقم لے سکتا ہے اس سے زائد نہیں لے سکتا۔

وکیل اپنے یا اپنے چھوٹے بچے کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ دکان کا مینیجر یا نوکر SALES MAN مالک کا وکیل ہوتا ہے لہذا وہ اپنے سیٹھ کی دکان سے خود اپنے یا اپنے بچہ کے لئے کوئی چیز نہیں لے سکتا چاہے وہ مقررہ

قیمت پر لے اگر اس کو ضرورت ہو تو براہِ راست مالک سے لے گا۔

اگر مؤکل کچھ مال منگائے اور وکیل کے پاس وہ مال موجود ہو اور وہ اپنا مال مؤکل کے ہاتھ فروخت کرنا چاہے تو وکیل پر یہ بتانا ضروری ہے کہ میں اپنا مال آپ کے ہاتھ فروخت کر رہا ہوں۔

وکیل عیب دار مال نہ خریدے۔ اگر وکیل نے ادھار عمداً عیب دار یا پرانا مال خریدا ہو تو وکیل کے ذمہ ہو گا مؤکل پر لینا ضروری نہیں۔

اگر وکیل نے مؤکل کے روپیہ سے عمداً نقد عیب دار مال خریدا ہو تو بیع باطل ہو گی۔

اگر وکیل نے عیب دار مال دھوکہ سے خرید لیا ہو تو بائع کے واپس نہ لینے کی صورت میں مؤکل کے لئے لینا ضروری ہے۔

اگر وکیل کام خود ہی انجام دے سکتا ہو تو وہ مؤکل کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اپنا وکیل نہیں بنا سکتا اگر وکیل وہ کام بذات خود انجام نہ دے سکتا ہو تو وہ دوسرے کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے۔

وکیل بنانے یا اس کی نوعیت میں اختلاف ہو جائے تو مؤکل کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ اگر وکیل کے ہاتھوں بغیر غفلت یا کوتاہی کے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا البتہ اگر غفلت یا کوتاہی سے ضائع ہو جائے۔ تو وہ ضامن ہوگا اور اس سلسلہ میں وکیل کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی

مثلاً حامد نے ذاکر سے کہا کہ ہر دوئی سے آتے وقت میرے لیے چھ عدد ٹوپیاں لیتے آنا، ذاکر نے ٹوپیاں خرید کر سوٹ کیس میں رکھ دیں اتفاقاً وہ سوٹ کیس چوری ہو گیا تو ذاکر ضامن نہیں ہو گا اور حامد پر ٹوپیوں کی قیمت ادا کرنی ضروری

ہے۔ اگر ذاکر نے سوٹ کیس کی حفاظت نہ کی ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ کسی اختلاف کی صورت میں ذاکر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

وکیل چار صورتوں میں معزول ہوگا۔

(۱) وکیل اپنے آپ کو معزول کر دے۔

(۲) وکیل کو مؤکل معزول کر دے چاہے وکیل کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

(۳) وکیل یا مؤکل میں سے کوئی ایک مر جائے یا پاگل ہو جائے۔

(۴) اس چیز سے مؤکل کی ملکیت ختم ہو جائے۔

اقرار کرنا

اپنے ذمہ کسی کا حق قبول کرنا اقرار کہلاتا ہے، اقرار کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱۔ اقرار کرنے والا عاقل بالغ ہو۔

۲۔ اقرار اپنے اختیار سے کرے مجبور ہو کر نہ کرے۔

۳۔ اقرار صریح الفاظ سے کرے۔

مریض کا اقرار وارث کے حق میں صحیح ہے۔

حقوق الناس میں اقرار کے بعد رجوع کرنا یعنی اقرار سے پھر جانا صحیح نہیں ہے اور حقوق اللہ میں رجوع صحیح ہے، اور سزا ساقط ہو جاتی ہے، کسی مجہول چیز کا اقرار صحیح ہے، اور اسی سے مجہول کی وضاحت طلب کی جائے گی۔

عاریت

کسی چیز کو بعینہ باقی رکھتے ہوئے جائز طریقے پر استعمال کر کے واپس دینا عاریت کہلاتا ہے، مثلاً مطالعہ کے لئے کتاب، پینے کے لئے گلاس وغیرہ عاریتًا دینا سنّت ہے۔

عاریتہً دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو مالی تصرف کا حق ہو، مجبور نہ ہو، نابالغ کسی کی کوئی چیز مثلاً سائیکل وغیرہ عاریتہً نہیں دے سکتا، اور نہ اس کا ولی اس کا مال کسی کو عاریتًا دے سکتا ہے[1]۔

ہر اس چیز کا عاریتًا دینا صحیح ہے جس کے نفع کا وہ مالک ہو، اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہو، لہذا کرایہ پر لی ہوئی چیز کو عاریتًا دینا صحیح ہے، اور عاریتًا لی ہوئی چیز کسی دوسرے کو عاریتًا دینا صحیح نہیں ہے، البتہ وہ اس چیز سے کسی اور کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کرا سکتا ہے، مثلاً کسی سے عاریتًا سائیکل لے کر اپنے ملازم کے ذریعہ سودا منگا لے۔

عاریتًا لی ہوئی چیز اگر ضائع ہو جائے تو لینے والا ضامن ہوگا، چاہے وہ کوتاہی سے ضائع ہو یا بغیر کوتاہی کے، البتہ جس قسم کے استعمال کے لئے عاریتًا لیا ہے اس استعمال کے اثر سے وہ چیز ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا، مثلاً کپڑا استعمال کی وجہ سے پرانا ہو کر پھٹ گیا یا چھتری

---

[1] حاشیۃ الجمل ج ۳ ص ۴۵۳

پُرانی ہو کر پھٹ گئی یا بیکار ہو گئی، تو وہ ضامن نہیں ہو گا، البتہ چھتری اگر چوری ہو جائے یا میخ وغیرہ لگنے سے کپڑا پھٹ جائے، یا پانی پیتے ہوئے گلاس وغیرہ گر کر ٹوٹ جائے تو اس کا ضامن ہو گا، اسی طرح مالک کی اجازت یا عرف کے خلاف استعمال کرنے پر بھی ضمان ہو گا، مثلاً لنگی پہننے کے بجائے بچھا کر اس پر بیٹھ گیا اور وہ پھٹ گئی تو وہ ضامن ہو گا۔

اگر متعین مُدت کے لئے کوئی چیز عاریتہً لے اور اس مُدت کے بعد عمداً یا بھول کر اس کو استعمال کرے تو بعد کی مدت کا کرایہ واجب ہو گا[1]

عاریت کی مدت متعین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں دینے والا جب چاہے واپس لے سکتا ہے واپس مانگنے پر نہ دینے کی صورت میں ضامن ہو گا نیز واپس مانگنے کے وقت سے واپس دینے تک کی مدت کا کرایہ بھی دینا ہو گا۔

مستعار چیز کو مالک کی اجازت سے رہن میں رکھنا جائز ہے رہن رکھنے کے لئے عاریتًا لی ہوئی چیز مرتہن کے پاس ضائع ہو جائے یا کوئی کرایہ کی چیز عاریتًا دینے کی صورت میں ضائع ہو جائے یا مسلمانوں کے لئے موقوفہ کتاب کسی عالم کے ہاتھوں ضائع ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں بغیر غفلت یا کوتاہی کے ضائع ہونے پر ضمان نہیں ہوتا عاریت دینے یا لینے والے کا انتقال ہو جائے تو فوراً اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

عاریت کی چیز واپس کرنے والے کی ذمہ داری لینے والے کی ہے اور اس

---

[1] حاشیہ الجمل ج ۳ ص ۴۶۱

کے مصارف بھی اسی کے ذمہ ہیں۔

غصب

کسی کے حق پر ناحق قبضہ کرنے کو غصب کہتے ہیں۔ چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مِثلی (۲) مُتَقَوَّم

۱۔ مِثلی وہ چیز ہے جس کو ناپا یا تولا جا سکے، اور بیعِ سلم اس میں جائز ہو جیسے انگور، چاول، لوہا وغیرہ۔

۲۔ مُتقوم وہ چیز ہے جس کو ناپا یا تولا نہ جا سکے اور بیعِ سلم اس میں جائز نہ ہو۔

غاصب پر لازم ہے کہ وہ غصب شدہ چیز کو فوراً واپس کر دے اور اگر غصب شدہ چیز ضائع ہو جائے اور وہ چیز مثلی ہو تو اس کا مثل لوٹائے گا، اور اگر وہ چیز متقوم ہو تو غصب کے وقت سے ضائع ہونے کی مدّت کے دوران کی بڑی سے بڑی قیمت دے گا، نیز اگر اس کا کرایہ مل سکتا ہو، تو غصب کی مدت کا عام کرایہ بھی دینا ہو گا، مغصوبہ چیز کی آمدنی کرایہ، پھل، انڈے، بچے وغیرہ مالک کے ہوں گے

اگر غاصب کوئی چیز غصب کر کے اس میں اضافہ کرے مثلاً زمین پر قبضہ کر کے اس پر مکان بنا دے تو غاصب پر واجب ہے کہ اس مکان کو منہدم کر کے زمین واپس کر دے، لیکن اگر غاصب اور مالک دونوں راضی ہوں تو غاصب مکان کی قیمت لے سکتا ہے۔ کسی کی چیز زبردستی

لے لینا یا اس کی مرضی کے بغیر لینا بھی غصب کے حکم میں ہے، مثلاً بلا اجازت یا مرضی کسی کی سائیکل کا استعمال یا کسی کے بستر پر بیٹھنا غصب ہے۔

اگر کسی کے پاس حلال و حرام مثلاً چوری یا مغصوبہ روپیہ اور حلال کمائی کا روپیہ دونوں قسم کا مال جمع ہو کر مل جائے اور حرام مال الگ نہ کر سکے تو پہلے بقدر حرام مال الگ کر کے اس کے مالک کو پہنچا دے اگر مالک نہ ملے تو اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کرے ورنہ فقراء و مساکین میں خیرات کر دے بقدر حرام مال الگ کرنے کے بعد بقیہ مال اس کے لیے حلال ہے۔

غصب گناہ کبیرہ ہے لہذا اس کو حرام سمجھ کر کرنے والا فاسق اور حلال سمجھ کر کرنے والا کافر ہے[۲]

اگر کوئی دوسرے کی چیز کو اپنی چیز سمجھ کر ایک مدت سے استعمال کر رہا ہو اور وہ معلوم ہوتے ہی واپس کر دے، تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ وہ اس کا ضامن ہوگا۔

کسی حرام چیز کو ضائع کرنے سے آدمی ضامن نہیں ہوتا، مثلاً مسلمان کی شراب بہا دے، یا ناجائز کھیل کود کے سامان کو ضائع کر دے۔

---

[۱] فتح المعین صنہ صہ اعانۃ الثالث صنا

[۲] مغنی المحتاج ج ۲ صہ ۲۷۵

شفعہ

مشترکہ غیر منقسم جائداد میں سے کوئی شریک اپنا حصّہ کسی غیر شریک کو فروخت کردے تو دیگر شرکا مشتری سے اس حصّہ کو جبراً خرید سکتے ہیں اس جبراً خریدنے کے حق کو حقِ شفعہ کہتے ہیں۔

حق شفعہ حاصل ہونے کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

۱۔ جائیداد غیر منقولہ ہو مثلاً زمین مکان وغیرہ۔

۲۔ جائیداد دو یا دو سے زائد افراد میں مشترک ہو اور اس کی تقسیم نہ ہوئی ہو لہذا اجنبی یا ہمسایہ[1] کو حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا۔

۳۔ وہ جائیداد تقسیم ہو سکتی ہو اور تقسیم ہونے پر اس کی منفعت ختم نہ ہوتی ہو مثلاً وہ حمام یا بیت الخلاء نہ ہو۔

۴۔ جس قیمت پر وہ حصّہ فروخت ہوا ہو اسی قیمت پر خریدا جائے۔

۵۔ بیع کا علم ہوتے ہی حق شفعہ کا مطالبہ کرے بیع کے علم کے بعد بلا عُذر تاخیر کر دے تو حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔

---

[1] احناف کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے ہدایہ ج ۳ ص۳۷۳

باغ بٹائی پر دینا

ایک شخص کا باغ ہو اور وہ اپنے باغ کی دیکھ بھال کے لئے اسے کسی دوسرے کے حوالہ کر دے اور اس کے پھل کا ایک حصّہ اپنے لئے مقرّر کر دے مثلاً نصف یا تہائی تو اس کو مساقاۃ کہتے ہیں، یہ صرف انگور و کھجور میں جائز ہے، اور امام نوویؒ، امام مالکؒ، امام احمد وغیرہ نے اس کو تمام پھلوں میں جائز قرار دیا ہے، لہٰذا اس قول کے مطابق ناریل، آم کاجو وغیرہ میں بھی جائز ہے[1]۔ مساقاۃ کے لئے شرط یہ ہے کہ پودے لگائے جا چکے ہوں، اور عمل کی مدّت مقرر ہو، جس کام سے پھل کی حفاظت یا اس میں اضافہ ہوتا ہو، یا وہ کام ہر سال کرنا پڑتا ہو، جیسے پانی کھاد دینا وغیرہ وہ عامل کے ذمّہ ہے اور جس کام سے زمین کی حفاظت ہوتی ہو اور وہ کام ہر سال کرنا نہ پڑتا ہو وہ مالک کے ذمّہ ہے، جیسے دیوار بنانا کنواں کھودنا وغیرہ ـــــ

کھیتی بٹائی پر دینا

اگر مالک زمین اور بیج کھیتی کرنے کی غرض سے کسان کو دے اور اس کی آمدنی کا ایک حصّہ کسان کے لئے مقرر کرے تو اسے مزارعہ کہتے ہیں

---

[1] مغنی المحتاج ج ۲ ص ۳۳۲ فتح المعین ص ۸۳

مُزارعہ جائز نہیں ہے[1]۔ البتہ مساقاۃ کے ساتھ اس کے ضمن میں جائز ہے، اس میں اگر بیج کسان کی طرف سے ہو تو اسے مُخابرہ کہتے ہیں، اور یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے البتہ زمین کو کھیتی کرنے کے لئے مقررہ کرایہ پر دینا جائز ہے۔ کرایہ میں اناج یا روپیہ وغیرہ مقرر کر سکتے ہیں۔

مساقاۃ، مزارعہ، یا کرایہ پر لینے والا، زمین پر دعویٰ کر کے قبضہ کرے یا ایک مدّت کے بعد کھیتی کرنے والے کو وہ زمین کسی سرکاری قانون کے تحت مل جائے تو یہ زمین اس کے حق میں غصب کے حکم میں ہے۔

فقہ حنفی میں چونکہ کفار کا استیلاء موجب مِلک ہوتا ہے اس لئے وہ استیلاء کے بعد اگر کسی مسلمان کو زمین دیں (چاہے وہ زمین کسی مسلمان ہی کی رہی ہو) تو اس کے لئے لینا شرعاً جائز ہوگا اور اس کی پیداوار وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہوگا[3]

جانور کا باغ کو نقصان پہنچانا

دن یا رات کے وقت اگر جانور کے ساتھ چرواہا وغیرہ موجود ہو پھر بھی جانور کسی کا باغ یا کھیت چر جائے تو چرواہا ضامن ہوگا، اگر دن میں جانور کو جنگل وغیرہ میں چرنے چھوڑ دیا گیا ہو، چرواہا ساتھ نہ ہو اور وہ کسی کا باغ چر جائیں تو جانور کا مالک ضامن نہیں ہوگا، اگر رات کے وقت

---

[1] احناف کے نزدیک مزارعہ اور مساقاۃ مطلقاً جائز ہے [2] قبضہ

[3] بحوالہ فتاویٰ از مولانا برہان الدین سنبھلی

جانور چھوڑ دیا جائے، اور وہ کسی کے باغ وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو مالک ضامن ہوگا، بہرحال دن میں باغ وغیرہ کی حفاظت باغ کے مالک کے ذمہ ہے اور رات میں جانوروں کی حفاظت اس کے مالک کے ذمہ ہے۔

کرایہ

کسی مقررہ عوض کے بدلے کسی جائز منفعت کا مالک بنانا اجارہ کہلاتا ہے اس کو اردو میں کرایہ یا مزدوری کہتے ہیں۔ اجارہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اجارہ عین (۲) اجارہ ذمہ

کسی مخصوص چیز کو مخصوص وقت کے لئے کرایہ پر لینا مثلاً رکشہ تین گھنٹہ کے لئے، مکان ایک سال کے لئے کرایہ پر لینا اجارہ عین کہلاتا ہے۔ اجارہ عین میں کرایہ بعد میں دینا ہوگا لیکن اگر مالک پہلے دینے کی شرط لگائے تو کوئی حرج نہیں اجارہ عین میں اگر کرایہ کی چیز ناقابلِ استعمال ہوجائے تو اجارہ فسخ ہوجاتا ہے۔

اجارہ ذمہ:۔ مخصوص کام کے لئے کوئی چیز کرایہ پر لینا اجارۂ ذمہ کہلاتا ہے مثلاً ہم بس، ریل یا رکشہ میں کرایہ پر بیٹھتے ہیں کہ ہمیں فلاں جگہ پہنچا دو اس میں کرایہ پہلے دینا ضروری ہے الاّ یہ کہ وہ بعد میں کرایہ لینے پر راضی ہوجائے۔

اجارہ ذمہ میں اگر کرایہ کی چیز ناقابلِ استعمال ہوجائے تو اجارہ فسخ نہیں ہوتا بلکہ مالک اس کی جگہ دوسری چیز دے گا مثلاً رکشہ خراب

ہو جائے تو رکشہ والا دوسرے رکشہ کا انتظام کرے گا۔
لیکن اگر دیر ہو رہی ہو تو طے شدہ مسافت کا کرایہ ادا کر کے دوسری سواری پر جا سکتے ہیں۔

اجارہ کے شرائط چھ ہیں۔

(۱) لفظاً یا تحریراً کرایہ کا معاہدہ کیا جائے مثلاً میں نے یہ گھر تمہیں ایک سال کے لئے اتنے کرایہ پر دیا اور لینے والا کہے میں نے قبول کیا۔ معمولی چیزوں میں زبانی معاہدہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے سائیکل گیس لائٹ وغیرہ۔

(۲) کرایہ کی مقدار پہلے ہی طے کرے اگر کرایہ کے متعلق کوئی بات نہ ہو تو مالک کرایہ کا مستحق نہ ہو گا اور وہ کرایہ نہیں مانگ سکتا کرایہ پر لینے والا اپنی خوشی سے کچھ دے تو اس کا احسان ہے مثلاً رکشہ پر بغیر کچھ بات کئے بیٹھ جائیں تو رکشہ والا کچھ نہیں مانگ سکتا، بیٹھنے والا اپنی خوشی سے جتنا چاہے دے سکتا ہے۔

اگر کرایہ کا ذکر اجمالاً ہو مثلاً کرایہ دار کہے میں تم کو خوش کر دوں گا تو اجرتِ مثل دینی ہوگی اجرت مثل وہ کرایہ یا مزدوری کہلاتی ہے جو اس زمانہ میں اس جگہ عام طور سے رائج ہو۔

اگر کرایہ میں ایسی چیز طے ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو مثلاً گھر کا کرایہ اس کی مرمت طے کیا جائے یا جانور کا کرایہ اس کو کھلانا پلانا طے کیا جائے تو یہ اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد میں اجرت مثل واجب ہوتی ہے۔

(۳) کرایہ کی پوری مدت مقرر ہو صرف ماہانہ کرایہ یا تنخواہ مقرر کرنا صحیح

نہیں ہے۔ اگر ماہانہ روزانہ یا فی گھنٹہ مزدوری یا کرایہ مقرر ہو اور پوری مدّت بیان نہ کرے تو امام مالکؒ کے نزدیک اجارہ صحیح ہوگا[1] اور احناف کے نزدیک صرف پہلے مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا پھر ایک ماہ کے بعد مالک مکان خالی کرا سکتا ہے اور رہنے کی اجازت بھی دے سکتا ہے اور جب دوسرے مہینہ میں کرایہ دار رہ گیا ہے اور مالک راضی ہے تو اور ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہوا اسی طرح ہر ماہ نیا اجارہ ہوتا رہے گا اور مالک جس ماہ کے آخر میں چاہے مکان خالی کرا سکتا ہے یا کرایہ بڑھا سکتا ہے[2]

امام شافعیؒ کے نزدیک کرایہ کی پوری مدت طے ہونی ضروری ہے مثلاً گیارہ ماہ تین سال وغیرہ اس مدّت کے گزرنے پر مکان خالی کرنا ضروری ہے[3] اس سے پہلے مالک خالی نہیں کرا سکتا اور کرایہ بھی نہیں بڑھا سکتا اس مدّت کے بعد اگر وہ پھر رہنا چاہے تو دوبارہ ایک مدت طے کرنی پڑے گی اور مالک کرایہ بڑھا سکتا ہے۔

اگر کرایہ دار مقررہ مدت کے بعد مدّت بڑھائے بغیر مالک کی مرضی کے خلاف اسی مکان میں رہے اور مکان خالی نہ کرے جیسا کہ اس وقت رواج ہے یہ حرام ہے ظلم اور غصب ہے[4] اس میں رہنا

---

[1] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۲۷ [2] بہشتی زیور پانچواں حصہ بحوالہ جوہرہ ص ۲۷۳ ج ۱

[3] مکان خالی کرتے وقت مالک مکان سے زبردستی رقم وصول کرنا یا کرایہ جبراً معاف کرانا حرام ہے [4] بہشتی زیور گیارہواں حصہ ص ۷۷۶ کچھ ترمیم کے ساتھ۔

بالکل جائز نہیں نیز اس میں نماز بھی قبول نہیں ہوتی پھر بھی اگر وہ اس میں رہتا ہے تو اس کو اجرت مثل یعنی اس زمانہ کا عام کرایہ دینا ہوگا اور وہ اس مکان کا ضامن ہوگا۔ اگر وہ مالک کی مرضی کے بغیر پرانا کرایہ ادا کرے مثلاً اگر پرانا کرایہ سو روپے ہو اور موجودہ زمانہ کے اعتبار سے ڈیڑھ سو روپیہ ہو تو پچاس روپیہ کرایہ دار کے ذمہ باقی رہے گا اور اگر مالک نے معاف نہ کیا تو آخرت میں ادا کرنا پڑے گا۔[1]

(۴) اس کی منفعت مُتَقَوَّم ہو یعنی شرعاً اس کی کوئی قیمت ہو اور وہ حرام کام کے لئے نہ ہو مکان کو بینک کے لئے کرایہ پر دینا اور فلم یا گانے کے کیسٹ کو کرایہ پر لینا یا دینا جائز نہیں اور کرایہ بھی حرام ہوگا۔

(۵) کرایہ میں عین کو لینا مقصود نہ ہو یعنی کرایہ کی چیز باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا ممکن ہو مثلاً گیس لائٹ یا جنریٹر کو تیل کے ساتھ کرایہ پر لینا دینا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عین یعنی تیل ختم ہوتا ہے تیل کے بغیر لینا صحیح ہے۔ ناریل یا آم کے باغ کو کرایہ پر دینا یا جانور کو دودھ کے لئے کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے۔

۶۔ کرایہ پر لینے اور دینے والے دونوں کرایہ کی چیز دیکھ چکے ہوں۔

کرایہ کے کچھ ضروری مسائل

۱۔ کرایہ کی چیز کی مرمت مالک کے ذمہ ہوگی۔

۲۔ اگر کرایہ کی چیز کرایہ دار کے ہاتھوں مقررہ مدت کے اندر بغیر

---

[1] جواہر الفقہ ج ۲ ص ۲۳۵

غفلت یا کوتاہی سے ضائع ہوجائے تو کرایہ دار ضامن نہیں ہوگا اور مدت کے بعد ضامن ہوگا۔

۳۔ کرایہ کی چیز پر قبضہ کرے اور اس کو استعمال نہ کرے تو کرایہ لازم ہوجائے گا۔

۴۔ مدّت پوری ہونے کے بعد کرایہ کی چیز واپس لانا اور واپسی کے اخراجات کرایہ پر دینے والے کے ذمّہ ہوتے ہیں۔

۵۔ اجارہ عین میں کرایہ پر لینے کے بعد اس میں کوئی پرانا عیب ظاہر ہو جائے جو پہلے سے معلوم نہ ہو یا کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے مثلاً چھت ٹپکنے لگے یا اس میں آسیبی اثرات نمایاں ہو جائیں تو کرایہ دار کو اجارہ فسخ کر کے واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے لیکن وہ مالک کو ٹھیک کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا البتہ اگر مالک ٹھیک کر دے تو پھر واپس کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

۶۔ مالک یا کرایہ دار میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

۷۔ پیشگی رقم لے کرایہ میں اس کو وضع کر سکتا ہے یا سال بھر کا کرایہ پیشگی بھی لے سکتا ہے۔

۸۔ مالک کرایہ دار سے ڈپوزٹ DEPASIT نہیں لے سکتا لیکن اگر حالات یا ملکی قوانین سے مجبور ہو تو جائز ہو سکتا ہے۔

۹۔ کرایہ میں خیار شرط[1] حاصل نہیں ہوتی اور معاہدہ کے بعد اسے

---

[1] اس کا بیان صہ۳ میں گزر چکا ہے۔

فوراً حوالہ کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ کرایہ دار کرایہ کی چیز کو عاریتہً دے سکتا ہے لیکن وہ ایسے کاموں کے لئے عاریتہً نہیں دے سکتا جس سے اس چیز کے زیادہ کمزور ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً کرایہ کا مکان لوہار کو عاریتاً نہیں دے سکتا۔

مزدوری اور تنخواہ

مزدوری کے معاہدہ کو بھی عربی میں اجارہ کہتے ہیں اور کرایہ و مزدوری کے احکام تقریباً یکساں ہیں لہذا اس اجارہ (مزدوری) کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) اجارہ عین (۲) اجارہ ذمہ۔

۱۔ اجارہ عین :۔ کسی خاص آدمی کو کسی مخصوص وقت کے لئے ملازم رکھنا مثلاً ایک ماہ یا ایک دن کی اجرت پر رکھنا اس میں مزدوری یا۔ تنخواہ دن یا ماہ پورا ہونے کے بعد ملے گی اس کو اجیر منفرد کہتے ہیں۔

۲۔ اجارہ ذمہ :۔ کسی آدمی سے کوئی خاص کام لینا مثلاً دھوبی سے کپڑا دھلانا، سنار سے زیور بنوانا اس میں مزدوری پہلے دینا ضروری ہے اور اگر بعد میں دینا طے ہو تو بعد میں دے سکتے ہیں اس کو

اجیر مشترک کہتے ہیں۔

مزدور کو جب تک اپنے کام کی مزدوری نہ مل جائے وہ اس چیز کو اپنے پاس روک سکتا ہے۔

مزدوری کا معاہدہ صحیح ہونے کے پانچ شرائط ہیں:

۱۔ مزدوری یا ملازمت کا معاہدہ لفظاً یا تحریراً طے کیا جائے۔

۲۔ مزدوری یا تنخواہ کی مقدار پہلے ہی طے کرے اگر مزدوری کی سرے سے بات نہ کی ہو تو ملازم مزدوری کا مستحق نہیں ہوتا مثلاً اجرت کا تذکرہ کئے بغیر دھوبی کپڑا دھودے یا درزی کپڑا سی دے تو وہ مزدوری نہیں مانگ سکتا اگر اجمالاً اجرت کا ذکر ہوا ہو تو اجرت مثل دینی ہوگی۔

اسی طرح اگر اجرت ایسی چیز طے ہوئی ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو یا جس کا ابھی وجود نہ ہو تو بھی اجرت مثل دینی ہوگی مثلاً تیل نکالنے کی مزدوری اس کی کھلی طے پائے یا چمڑا اتارنے کی مزدوری چمڑا طے پا جائے یا جانوروں کو پالنے کی مزدوری آدھے جانور طے ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے ان صورتوں میں مال مالک کا ہوگا اور مزدور کو اجرت مثل دینی ہوگی اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کچھ روپیہ مزدوری مقرر کی جائے اور کام پورا ہونے کے بعد اس رقم کے بدلہ وہ چیز مثلاً چمڑا کھلی یا آدھے جانور دیئے جائیں۔

(۳) اس کی منفعت متقوم ہو یعنی شرعاً اس کی کوئی قیمت ہو اگر کسی چیز کی قیمت مقرر ہو اور اس کو فروخت کرنے میں کوئی زحمت و تکان

نہ ہو تو اس پر اجرت (کمیشن) لینا صحیح نہیں ہے مثلاً ہم نے ایک گاہک کو کسی دکان کا پتہ بتایا اس نے وہاں سے مال خریدا تو وہ دکاندار ہمیں کمیشن دیتا ہو تو اس کا دینا لینا صحیح نہیں ہے لیکن اگر قیمت مقرر ہو اور زحمت و تکان بھی ہو تو اجرت مثل لینا جائز ہے۔

اگر مال کی قیمت مقرر نہ ہو نیز زحمت و تکان بھی ہو تو دلال کے لئے اجرت یا کمیشن لینا جائز ہے۔

۴۔ حرام اور ناجائز چیزوں کی تیاری یا مرمت کی اجرت لینا ناجائز ہے مثلاً وی سی آر V.C.R سازی اور اس کی اصلاح و مرمت کی اُجرت[1] ناجائز فوٹو گرافی کی اُجرت اور ناجائز کام کی تنخواہ لینا بھی حرام ہے مثلاً بینک میں ملازمت کی تنخواہ وغیرہ۔

۵ کام معلوم ہو مثلاً فلاں قسم کی کرسی یا فلاں قسم کا زیور بنانا وغیرہ۔ ملازم یا مزدور کے ہاتھوں کوئی چیز غلطی سے ضائع ہو جائے تو ملازم ضامن نہیں ہوتا مثلاً دھوبی یا درزی کے پاس کپڑا چوری ہو جائے تو اس سے تاوان لینا غلط ہے۔

عاریت اجارہ اور غصب کے ضمان میں فرق یہ ہے کہ عاریت میں اجازت کے مطابق استعمال کی وجہ سے کوئی چیز ضائع ہو جائے تو ضمان نہیں ہوتا اور باقی تمام صورتوں میں ضمان ہوتا ہے۔

---

[1] اگر کسی شخص کے بارے میں یہ گمان غالب ہو جائے کہ وہ ٹی وی وغیرہ کا ناجائز استعمال نہیں کرے گا یا اس کی ملکیت میں ہونا اس کا باعث نہیں بنے گا تو ایسے شخص کی ٹی وی وغیرہ مرمت کرنا یا اس کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

اجارہ میں صرف غفلت یا کوتاہی کی صورت میں ضمان ہوتا ہے اور غصب میں ہر صورت میں ضمان ہوتا ہے۔

جُعَالہ

کسی کام پر کچھ عوض مقرر کرنا جُعالہ کہلاتا ہے، اجارہ اور جُعالہ میں چار باتوں میں فرق ہے۔

(۱) اجارہ میں عمل یا وقت متعین ہوتا ہے لیکن جُعالہ میں ان کا متعین ہونا ضروری نہیں ہے۔

(۲) اجارہ میں ملازم متعین ہوتا ہے لیکن جعالہ میں ان کا متعین ہونا ضروری نہیں مثلاً جو میری گمشدہ چیز لا کر دیدے میں اسے سو روپے دونگا اس طرح کہنا جائز ہے۔

(۳) جعالہ میں تھوڑا کام کرنے پر اپنے کام کے بقدر اجرت کا مستحق نہیں ہوتا، الّا یہ کہ مالک خود کام بند کرا دے۔

(۴) اجارہ میں قبول شرط ہے، جعالہ میں قبول شرط نہیں ہے۔ مکان کی تعمیر کا ٹھیکہ (contract) گڑھا کھودنا، لکڑی پھاڑنا کپڑا سینا یہ سب جعالہ میں داخل ہے۔

مختلف کھیل اور ان میں مقابلہ

ہر ایسا کھیل جس میں دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو، وہ سب ممنوع اور ناجائز ہیں، خواہ ان پر بازی لگائی جائے یا انفرادی طور پر کھیلا جائے۔ پھر بازی پر کوئی رقم لگائی جائے یا نہ لگائی جائے اور رقم بھی دوطرفہ ہو یا یک طرفہ۔ ہر حال میں ایسے لغو کھیل شرعاً مطلقاً ناجائز ہیں۔ جیسے کبوتر بازی، پتنگ بازی، مرغ بازی، کھانے میں مقابلہ پہاڑ کی چوٹی سے سرکنا، تاش، گولی، چوسر، کیرم وغیرہ[1]

ہر ایسا کھیل جس سے ذہن و دماغ تیز ہوتا ہو اور جس کی بنیاد حساب پر ہو، مکروہ ہے، مثلاً شطرنج[2]

ایسے کھیل و مقابلے جو براہِ راست جنگ میں کام نہ آتے ہوں لیکن اس سے کچھ دینی یا دنیوی فوائد حاصل ہو سکتے ہوں وہ جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔

مثلاً اس میں رانیں نہ کھلی ہوں[3]، نماز قضا نہ ہو وغیرہ اور ان کو انھیں فوائد کی نیت سے کھیلا جائے مثلاً پیراکی میں مقابلہ چلنے یا دوڑنے

---

[1] جواہر الفقہ جلد ثانی ص۳۵۲ تحفہ ج ا ص۱۶ [2] ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شطرنج بھی ناجائز ہے

[3] کبڈی اور دوسرے کھیلوں میں ایسی بے حیائی کا مظاہرہ ہوتا ہے لہٰذا اس بے حیائی کے ساتھ کھیلنا اور اس کو دیکھنا منع ہے اور ستر کا خیال ضروری ہے۔

میں مقابلہ کرنا یا فٹ بال، ہاکی، والی بال، کُشتی، بیت بازی وغیرہ۔ مگر اس پر کوئی رقم معاوضہ کی مقرر کرنا جائز نہیں۔ چاہے وہ یک طرفہ ہو یا دوطرفہ، اسی طرح کسی بات کے صحیح یا غلط ہونے میں شرط لگانا بھی جائز نہیں ہے، چاہے وہ یک طرفہ ہو یا دوطرفہ، ان تمام صورتوں میں کسی قسم کا مال لینا یا دینا بالکل حرام ہے، ایسا آدمی جو کھیل میں شریک نہ ہو انعام رکھ کر جائز کھیلوں میں مقابلے کرا سکتا ہے۔

بعض شہروں میں بچے کا جو کے بیج اخروٹ یا کانچ کی گولی سے بازی لگاتے ہیں، اور جیتنے والے کو وہ گولیاں وغیرہ مل جاتی ہیں، یا خریدنے میں چیٹھی یعنی پرچی (حورتی) نکالتے ہیں اسی طرح فیس داخل کر کے معمہ حل کرنا یا لاٹری کا ٹکٹ خریدنا یہ سب جوے میں داخل ہے۔

ایسا کھیل و مقابلہ جو جنگ میں براہِ راست کام آتا ہو شرط کے ساتھ یا شرط کے بغیر دونوں طرح جائز ہے۔ مثلاً گھوڑا اونٹ یا ہاتھی پر دوڑ میں مقابلہ کرنا نیز تیر اندازی، نیزہ بازی، بندوق یا مشین گن چلانے میں مقابلہ کرنا جائز ہے۔

البتہ مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ جانور متعین ہو، اور مسافت کی ابتداء وانتہا معلوم ہو اور مسافت اتنی ہو کہ وہ طے کی جا سکتی ہو، اور تیر اندازی میں نشانہ اور نشانہ لگانے کا انداز وغیرہ پہلے سے طے ہو ان کھیلوں میں یک طرفہ شرط لگانا بالکل جائز ہے مثلاً ایک آدمی کہے کہ اگر تم اوّل آ گئے تو میں تم کو سو روپے دوں گا اور اگر میں اوّل آ گیا تو مجھے کچھ دینے کی ضرورت نہیں تو اگر انعام مقرر کرنے والا اوّل نمبر آتا

ہے تو وہی اپنا انعام واپس لے گا، اور اگر دوسرا شخص اوّل نمبر آتا ہے تو اس کو انعام دینا ہوگا۔

ان کھیلوں میں بھی دوطرفہ شرط لگانا جائز نہیں ہے مثلاً ہر ایک دوسرے سے کہے کہ اگر تم جیت گئے تو میں تم کو سو روپے دوں گا تو یہ حرام اور جوا ہے لیکن اگر وہ دونوں اپنے ساتھ اپنے برابر کے ایک آدمی کو شریک کرلیں جس نے انعام مقرّر نہ کیا ہو تو دوطرفہ شرط بھی جائز ہے۔ اس تیسرے شخص کو محلّل کہتے ہیں۔ محلل ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں، اگر محلل ان دونوں کے برابر کا نہ ہو تو جوا ہو جائے گا، تو اگر محلل اوّل نمبر آئے تو دونوں کا انعام دوسو روپیہ وہی لے گا۔ اور اگر پہلے دونوں میں سے کوئی اوّل نمبر آئے تو دونوں کا انعام ایک کو ملے گا، اور محلل کچھ نہیں دے گا۔

ہر ایسا جائز و ناجائز یا مکروہ کھیل یا کام جس میں مشغول ہونے سے نماز قضا ہوتی ہو حرام ہے اور جماعت چھوٹ جاتی ہو تو مکروہ ہے۔

خالی زمین پر قبضہ کرنا

ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اس کو آباد کرکے اس کا مالک بن جانا جائز ہے، اس کو کنڑ میں اَتی کرم अतिक्रमण اور انگریزی میں encroachment کہتے ہیں، قبضہ کرنے سے پہلے شرعاً حکومت کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

قبضہ کرنے کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ آباد کرنے والا مسلمان ہو[1]

---

[1] غیر اسلامی ملک میں کافروں کو بھی آباد کرنے کا حق ہے۔

۲۔ اس کا کوئی مالک نہ ہو اور وہ کبھی مسلمان کی ملکیت میں نہ رہی ہو۔
عموماً آباد کرنا تین مقصد سے ہوتا ہے۔
(۱) مکان (۲) باغ (۳) کھیت

(۱) اگر مکان مقصد ہو تو مکان کی دیوار اٹھانا دروازہ لگانا اور گھر کے کچھ حصوں پر چھت ڈالنا ضروری ہے

(۲) اگر باغ مقصد ہو تو عرف کے مطابق احاطہ قائم کرنا، پانی کا نظم کرنا اور پودے لگانا بھی ضروری ہے۔

(۳) اگر کھیتی کرنا مقصد ہو تو عرف کے مطابق احاطہ قائم کرنا، زمین کو برابر کرنا، اور بارش ناکافی ہونے کی صورت میں پانی کا نظم کرنا ضروری ہے۔

اتنا کام مکمل کئے بغیر وہ اس زمین کا مالک نہیں ہو گا۔ نیز مالک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بیچنا بھی جائز نہیں۔ البتہ ہبہ کرنا جائز ہے۔
قبضہ کا کام شروع کرنے کے بعد کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد جگہ پر قبضہ کر رہا ہو تو ضرورت سے زائد جگہ پر دوسرا قبضہ کرسکتا ہے۔

قبضہ کی ہوئی یا ملوکہ زمین میں کوئی کنواں تیار کرے تو وہی اس کے پانی کا مالک ہوتا ہے، لیکن کسی ضرورت مند سے پانی روکنا جائز نہیں، بلکہ مندرجہ ذیل تین شرطیں پائی جائیں تو پانی دینا واجب ہے۔

۱۔ مالک اور اس کے جانور باغ کھیتی وغیرہ کی ضرورت سے پانی زائد ہو۔
۲۔ دوسرے شخص کی ضرورت اپنے پینے یا اپنے جانور کو پلانے کے لئے ہو، دوسرے شخص کو باغ وغیرہ کے لئے پانی دینا ضروری نہیں۔

(۳) پانی نکالنے کے بعد نیا پانی آجاتا ہو۔

وقف

ایسا مال جس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے، اس سے انتفاع ممکن ہو اس کو کسی جائز کام کے لئے روک لینا وقف کہلاتا ہے۔

وقف کے بارہ شرائط ہیں۔

(۱) واقف یعنی وقف کرنے والا عاقل بالغ و مختار ہو مجبور نہ ہو۔
(۲) واقف لفظاً وقف کرے، صرف نیت سے وقف نہیں ہوتا۔
(۳) مال کو اصل حالت پر باقی رکھ کر اس سے انتفاع ممکن ہو۔
(۴) وقف کی جانے والی چیز معین ہو اور واقف اس کا مالک ہو۔
(۵) جس پر وقف کیا جائے وہ مالک بن سکتا ہو۔
(۶) وقف کسی جائز کام کے لئے ہو۔
(۷) وقف کی مدّت متعین نہ ہو بلکہ ہمیشہ کے لئے ہو۔
(۸) وقف اپنی ذات پر نہ ہو۔
(۹) وقف کا مصرف بیان کرے، مثلاً مسجد، مدرسہ وغیرہ۔
(۱۰) وقف کو کسی بات پر معلّق نہ کرے۔
(۱۱) وقف کرتے وقت خیارِ شرط نہ لے۔
(۱۲) موقوف علیہ (جس پر وقف کیا جائے) موجود ہو معدوم نہ ہو۔

اگر کوئی نئی مسجد تعمیر کی جائے، یا کسی پرانی مسجد میں اضافہ کیا جائے تو

متولی پر ضروری ہے کہ اضافہ شدہ حصّہ کو لفظاً وقف کرے مثلاً کہے کہ میں نے اس کو مسجد قرار دیا یا میں نے اس کو اعتکاف کے لئے وقف کیا اتنا کہنے پر وہ مسجد وقف ہوجائے گی، چاہے نیت نہ ہو۔

اگر یہ کہے کہ میں نے اس کو نماز کے لئے وقف کیا تو یہ جگہ وقف ہوجائے گی، لیکن اس کو مسجد کا حکم دینے کیلئے واقف کی نیت ضروری ہے۔

کسی کی اپنی قبضہ کی ہوئی جگہ پر مسجد کی نیت سے عمارت بنانے پر وہ مسجد ہوجاتی ہے لفظاً کہنا ضروری نہیں ہے۔

ایک منزلہ یا دو منزلہ عمارت کے نچلے حصّہ کو ذاتی ملکیت میں رکھ کر بالائی حصّہ کو مسجد کے لئے وقف کرنا جائز ہے۔

اگر موقوف علیہ ختم ہوجائے مثلاً حامد نے خالد پر وقف کیا تھا اور خالد کا انتقال ہوگیا تو موقوفہ چیز کی آمدنی کے حقدار حامد کے قریبی غریب رشتے دار ہوں گے، اگر اس کے رشتے دار غریب نہ ہوں تو پھر اس کی آمدنی مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کی جائے گی یا فقرا و مساکین پر خرچ کریں گے۔

اگر واقف کوئی شرط لگائے تو اس کی شرط پوری کی جائے گی مثلاً کسی کو کم کسی کو زیادہ یا کسی کو پہلے کسی کو بعد میں دینے کی شرط لگائے تو اس کی شرط کے مطابق عمل ہوگا، اگر کوئی اس طرح کہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا باغ فلاں مدرسہ کے لئے وقف ہے، تو صحیح ہے، زندگی بھر باغ کی آمدنی خود استعمال کرے اس کی موت کے بعد اس مدرسہ کے لئے استعمال ہوگی۔

اگر مسجد کے کسی حصّہ میں کوئی قرآن وغیرہ پڑھنے یا پڑھانے کا عادی ہو تو اس جگہ پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھ سکتا، اگر کوئی نماز یا ذکر وغیرہ کے لئے

مسجد میں کسی جگہ بیٹھ جائے پھر کسی ضرورت سے باہر چلا جائے تو دوسرے شخص کو اس جگہ بیٹھنا حرام ہے۔ چاہے اس نے اس جگہ رومال یا تسبیح وغیرہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو، لیکن اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور وہ نہ آیا ہو تو اس جگہ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اگر اس نے رومال رکھا ہو تو اس کو پیر سے ہٹائیں گے، اس لئے کہ ہاتھ سے ہٹانے پر آدمی اس کا ضامن ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے صرف جگہ رکھنے کے ارادہ سے آئے اور رومال وغیرہ رکھ کر چلا جائے تو امام رافعیؒ نے لکھا ہے اس کے رومال کو ہٹا کر اس جگہ بیٹھ سکتے ہیں[1] (سات سالہ) غیر ممیز چھوٹے بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانا منع ہے، چھوٹے بچوں کو مسجد میں تعلیم دینے سے امام قفالؒ نے منع کیا ہے۔

موقوفہ چیز انسان کی ملکیت سے نکل جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہوتا ہے۔ اور جن پر وقف ہو وہ اس کے منافع کے مالک ہوں گے، اگر موقوفہ زمین یا مسجد وغیرہ ویران ہو جائے تو اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ اگر مسجد کا موقوفہ سامان پرانا ہو جائے اور جس کام کے لئے وقف کیا گیا تھا، اس کے استعمال کے لائق نہ رہ جائے تو اس کو مسجد کی دوسری ضروریات کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً شہتیر ٹوٹ جائے تو اس کو چیر کر کھڑکی وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ اگر پرانے سامان کی اس مسجد میں بالکل ضرورت نہ ہو تو اس کو کسی دوسری یا نئی یا پرانی مسجد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اتنا

---

[1] مغنی المحتاج ص۳۷۱ ج ۲

پُرانا ہوجائے کہ کسی استعمال کے قابل نہ رہ جائے یا کسی جگہ اس کی ضرورت نہ ہوتو اس کو بیچ کر اس قسم کی چیز لا سکتے ہیں۔ مسجد کے لئے ہبہ کی ہوئی چیز یا مملوکہ وخریدکردہ چیز کسی بھی ضرورت یا مصلحت سے بیچ سکتے ہیں۔

مسجد کی آمدنی کو اس کے نقش ونگار میں نہیں لگا سکتے، اس لئے کہ مسجد میں نقش ونگار منع ہے۔

مسجد کی موقوفہ چٹائیاں عیدگاہ وغیرہ نہیں لے جا سکتے۔

مملوکہ یا مجہولہ[1] قبرستان کو قبر کے نشان اور میت کے ختم ہونے کے بعد اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ البتہ موقوفہ قبرستان قیامت تک وقف رہے گا، اور اس پر کسی قسم کی تعمیر جائز نہیں۔

آج کل ہزارہا قبرستان ایسے ہیں جن میں ایک عرصہ سے تدفین بند ہوچکی ہے اور ان کا تحفظ خطرہ میں ہے ایسے قبرستانوں کے تحفّظ کی صورت یہ ہے کہ ان کو تعمیرات یا کاشت کے لئے لیز LEASE یعنی لمبی مدت کے لئے کرایہ پر دیا جا سکتا ہے۔

اس کی آمدنی کو اوّلاً دیگر مقابر کے تحفّظ یا ایسے شہروں اور آبادیوں کے لئے قبرستان کی اراضی حاصل کرنے پر خرچ کرنا چاہیئے جہاں قبرستان کی ضرورت ہے اگر اس طرح کے مدّات پر خرچ کے بعد رقم بچ جائے تو اسے مدارس مسافرخانوں نادار بچّوں کی تعلیم اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔[2]

---

[1] مجہولہ وہ قبرستان ہے جس کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ وہ موقوفہ ہے یا نہیں۔
[2] چند اہم فقہی مسائل ص۵

موقوفہ جائیداد کسی ایک آدمی کے سپرد ہوتی ہے جو اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے اور اس کی آمدنی کو اس کی مد میں خرچ کرتا ہے اس کو ناظر اوقاف کہتے ہیں۔

ناظر اوقاف کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ امانت دار اور ثقہ ہو اور وہ اوقاف کے امور صحیح طریقہ پر انجام دے سکتا ہو۔

اگر واقف نے ناظر اوقاف کے لئے تنخواہ مقرر کی ہو تو وقف کی آمدنی سے ناظر تنخواہ لے سکتا ہے۔

فاسق آدمی ناظر اوقاف نہیں بن سکتا چاہے خود اسی نے وقف کیا ہو اور اگر ناظر اوقاف فاسق ہو جائے تو وہ معزول ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مخصوص آدمی کے ناظر اوقاف بننے کی شرط پر وقف کرے تو کوئی اس کو معزول نہیں کر سکتا لیکن فسق کی بنیاد پر وہ معزول ہو جاتا ہے اور اگر وقف کرتے وقت شرط نہ لگائی ہو تو وقف کرنے والا اس کو معزول کر کے دوسرے کو ناظر بنا سکتا ہے۔

اگر واقف خود ناظر اوقاف بننے کی شرط لگائے یا کسی متعین شخص کو ناظر اوقاف بنانے کی شرط لگائے تو اس کی شرط کے مطابق عمل ہو گا اور اگر وہ شرط نہ لگائے تو قاضی ناظر اوقاف ہو گا۔

ہبہ اور ہدیہ

کوئی چیز بلا عوض بغیر ثواب کی نیت کے ایجاب وقبول کے ساتھ دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

کسی مالدار کو ثواب کی نیت سے یا کسی غریب محتاج کو دینا صدقہ کہلاتا ہے۔

بغیر ایجاب وقبول کے کسی کو اکراماً پہنچا دینا ہدیہ کہلاتا ہے اگر کسی محتاج یا غنی کو ثواب کی نیت سے اکراماً دے تو ہدیہ اور صدقہ ہے۔ صرف ہبہ میں ایجاب وقبول شرط ہے ہدیہ اور صدقہ میں ایجاب وقبول ضروری نہیں ہے۔

ہدیہ دینا یا ہبہ کرنا مستحب ہے لیکن ہدیہ دے کر یا کسی قسم کا احسان کر کے احسان جتلانا منع ہے۔ اس لئے کہ اس سے احسان کا ثواب ختم ہو جاتا ہے صرف والد کو اپنی اولاد پر احسان جتلانے کا حق حاصل ہے۔

کسی گناہ کے کام کے لئے ہبہ کرنا مثلاً مندر میں چندہ دینا یا

شراب پینے کے لئے روپیہ دینا گناہ اور حرام ہے۔

حکام یا دفتری لوگوں سے اپنا کام نکالنے کے لئے ہدیہ دینا رشوت کہلاتا ہے، رشوت لینا یا رشوت دینا حرام ہے البتہ اپنا جائز حق وصول کرنے کے لئے بغیر رشوت دیئے کام نہ چلتا ہو اور وہ کام بہت ضروری ہو جس کے بغیر ضروریات زندگی کی تکمیل نہ ہوتی ہو تو اس صورت میں مجبوراً صرف رشوت دینا جائز ہے کام پورا ہونے کے بعد بغیر کسی مطالبہ و دباؤ کے ہدیہ دینا رشوت نہیں ہے اور رشوت لینا ہر حال میں حرام ہے۔

عموماً جن چیزوں کو بیچنا جائز ہے ان کو ہبہ کرنا بھی جائز ہے، غیر متعین مجہول چیز کو ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے مشترکہ چیزیں سے اپنے حصّہ کو ہبہ کرنا صحیح ہے۔

ہبہ کو کسی بات پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر تم امتحان میں کامیاب ہوگئے تو یہ اسکوٹر تمہاری ہے تو صرف کامیاب ہوجانے سے وہ اسکوٹر کا مالک نہیں ہوگا بلکہ پاس ہونے کے بعد قبضہ دلانا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر واہب یعنی ہبہ کرنے والا صرف اپنی زندگی بھر کے لئے ہبہ کرے تو ہبہ صحیح نہیں ہے۔

اگر موہوب لہٗ یعنی ہبہ لینے والے کی عمر بھر کے لئے ہبہ کرے اور موہوب لہٗ کے مرنے کے بعد واپس لینے کی شرط لگائے تو اُس کو عمریٰ کہتے ہیں۔

اگر ہبہ کرتے وقت یہ کہے کہ اگر میں پہلے مرگیا تو وہ چیز تمہاری ہے اور اگر تم پہلے مرجاؤ تو میں واپس لے لوں گا اس کو رُقبیٰ کہتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں ہبہ صحیح ہوگا مگر وہ چیز واہب کو واپس نہیں ملے گی بلکہ موہوب لہٗ کے انتقال کے بعد اسی کے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔

ہبہ کرنے کے بعد موہوب لہٗ کے قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز واپس لے سکتے ہیں موہوب لہٗ کے قبضہ کے بعد واپس لینا جائز نہیں ہے لیکن صرف والدین یا دادا نانا دادی نانی کوئی عین چیز اپنی اولاد کو ہبہ کر کے واپس لیں تو یہ جائز ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے۔ واپسی لفظاً ہونا ضروری ہے مثلاً کہے میں نے واپس لے لیا لفظاً کہے بغیر اولاد کی کوئی چیز لے کر کسی دوسرے کو دیدینا صحیح نہیں ہے۔ اگر اولاد ہبہ کی ہوئی چیز کسی دوسرے کو ہبہ کرے یا فروخت کرے تو واپس نہیں لے سکتے۔ ہبہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے واہب یا موہوب لہٗ کا انتقال ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا اور مال واہب یا اس کے ورثہ کو ملے گا۔

والدین میں سے کوئی اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو اپنا تمام مال یا اپنا کچھ مال ہبہ کرنا چاہیں تو چھوٹے بڑے مرد عورت سب کو برابر دینا سنّت ہے کسی کو دے کر کسی کو محروم کرنا یا کم یا زیادہ دینا مکروہ ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حرام قرار دیا ہے اگر یہ کسی ضرورت یا حسنِ سلوک کی وجہ سے یا علم و فضل یا دین داری کی وجہ سے ہو تو کراہت ختم ہو جاتی ہے[1]

اسی طرح اگر اولاد اپنے ماں باپ کو ہبہ کرے تو بھی مساوات سنّت ہے بلا ضرورت عدم مساوات مکروہ یا حرام ہے۔

منگنی کے بعد شادی سے پہلے شادی کے مقصد سے جو انعامات دئے جاتے ہیں شادی نہ ہونے کی صورت میں وہ تمام انعامات واپس

---

[1] اعانۃ ج ۳ ص ۱۵۳

لے سکتے ہیں[1]

دلہن کو شادی کے موقع پر جو انعامات سونا وغیرہ دیا جاتا ہے صرف بطور ہدیہ دیدینے سے دلہن اس کی مالک ہو جاتی ہے۔ اگر دولہا شادی کے موقع پر بطور عاریت واپس لینے کی نیت سے سونا وغیرہ دے تو وہ واپس لے سکتا ہے اور نیت کے بارے میں اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی[2]

شادی کے بعد اگر شوہر بیوی کو زیور بنادے تو بیوی اس کی مالک نہیں ہوتی بلکہ لفظاً اس کا مالک بنانا ضروری ہے۔

ختنہ کے موقع پر یا بالکل چھوٹے بچہ کو جو انعامات ملتے ہیں اس کا استعمال عرف کے مطابق ہو گا یعنی اگر بچہ کو دینا مقصود ہو تو بچہ اس کا مالک ہو گا اور اگر والدین کو دینا مقصود ہو تو والدین اس کے مالک ہوں گے۔

باپ دادا نابالغ بچہ کو اپنے روپیہ سے زیور یا کپڑا پہنائے تو بچہ اس کا مالک نہیں ہوتا الا یہ کہ بیٹے کو لفظاً اس کا مالک بنادے اور اس کی طرف سے قبول کر کے قبضہ کرلے اگر ان کے علاوہ کوئی اور کچھ دیدے تو باپ یا دادا کے قبول کرنے پر بچہ مالک ہو جائے گا[3]

اگر باپ یا دادا بالغ اولاد کو کوئی زیور یا کپڑا پہنادے چاہے وہ شادی کے موقع پر ہو یا کسی اور موقع پر بہر حال لفظاً اس کا مالک بنانا ضروری ہے مثلاً دیتے وقت کہہ دے کہ یہ تمہارا ہے[3]

۱-۳ فتح المعین باب الهبه ۲ اعانه ج ۳ ص۱۵۶

نابالغ بچہ کا روپیہ وغیرہ اسی کے استعمال میں لانا ضروری ہے بچہ خود کسی کو دے نہیں سکتا اور وہ دے تو لینا بھی جائز نہیں ہے والدین بچوں کا روپیہ وغیرہ کسی کو ہبتہً یا عاریۃً یا بطور قرض بھی نہیں دے سکتے اگر روپیہ کی حفاظت کی غرض سے قرض دینا ضروری ہو جائے تو مالدار اور امانت دار شخص کو قرض دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی کسی مجبوری یا حیا کی وجہ سے ہدیہ یا چندہ دے تو لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی سے کسی کام کے لئے جبراً روپیہ وصول کرنا صحیح نہیں ہے۔

گری ہوئی چیز اٹھانا

کہیں راستہ وغیرہ پر کوئی گری پڑی چیز مل جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اُس کو لُقطہ کہتے ہیں۔

لُقطہ اٹھا لینا افضل ہے' اور چھوڑ دینا بھی جائز ہے اگر اس میں خیانت کا اندیشہ ہو تو اٹھانا مکروہ ہے۔

لقطہ اٹھا لینے کے بعد پھر وہیں ڈال دینے سے آدمی ضامن ہوتا ہے لقطہ اٹھاتے ہی اس کی جنس وزن تعداد، حالت صفت وغیرہ نوٹ کر کے اس پر گواہ بنانا مستحب ہے، کسی نابالغ لڑکے کو کوئی چیز مل جائے تو اس کا ولی اس کے ہاتھ سے لے کر اس کا اعلان کرے گا۔ اگر ولی لڑکے کے ہاتھ سے وہ چیز نہ لے اور بچہ کے ہاتھ سے وہ چیز ضائع ہو جائے تو ولی اس کا ضامن ہوگا اور اگر لڑکا اس کو ضائع کر دے مثلاً بیچ کر کھا جائے یا ولی کو اس کا علم ہونے سے پہلے ہی وہ چیز ضائع ہو جائے تو ولی ضامن نہیں ہوگا

بلکہ لڑکا ہی اس کا ضامن ہوگا۔

کوئی بڑی چیز ملنے پر ایک سال تک اعلان کرنا ضروری ہے، شروع میں روزانہ پھر وقفہ وقفہ سے اعلان کرتا رہے گا۔ اخبار یا ریڈیو کے ذریعہ یا بورڈ لگا کر بھی اعلان کر سکتا ہے۔ اگر کوئی معمولی چیز ہو تو اتنی مدت تک اعلان کرے گا۔ جتنی مدت تک اس کا مالک اس کو تلاش کر سکتا ہو مثلاً چھتری تقریباً ایک ماہ تک، دس روپے ایک ہفتہ تک ایک روپے اسی وقت وغیرہ، ہر چیز کا سال بھر اعلان کرنا ضروری نہیں۔

لُقطہ اٹھانے کی تین صورتیں ہیں :

۱۔ اعلان کر کے مالک کو پہنچانے کی نیت سے اٹھانا یہ جائز ہے، اور اس صورت میں اعلان کا خرچہ مالک کے ذمہ ہوگا اور وہ چیز اس کے پاس ہمیشہ بطور امانت ہوگی۔

۲۔ اعلان کے بعد خود مالک بننے کی نیت سے اٹھانا بھی جائز ہے۔ البتہ حرم مکہ کے لقطہ کو مالک بننے کی نیت سے اٹھانا جائز نہیں ہے، اور اس صورت میں اعلان کا خرچہ اٹھانے والے کے ذمہ ہوگا، اور وہ چیز اعلان کی مدت تک بطور امانت کے ہوگی، اس مدت کے بعد جب وہ زبان سے کہہ لے میں اس کا مالک ہو گیا تو وہ اس کا مالک اور ضامن ہو جائے گا۔ ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ مالک کے ملنے پر اس کو وہی چیز اور وہ چیز ختم ہونے پر مثلی ہونے کی صورت میں اس جیسی اور متقوّم ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دینی ضروری ہے۔

۳۔ اعلان کئے بغیر مالک بننے کی نیت سے اٹھانا یہ جائز نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ اٹھاتے ہی ضامن ہو جائے گا۔ پھر اعلان کر کے بھی مالک نہیں بن سکتا بلکہ مالک نہ ملنے کی صورت میں مسلمان حاکم یا قاضی کے حوالہ کرنا ہوگا۔

لقطہ کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ ایسا مال جو بڑی مدت تک باقی رہ سکتا ہو مثلاً گھڑی سونا وغیرہ اعلان کے بعد اس کا مالک بن سکتا ہے، یا اس کو امانۃً رکھ سکتا ہے۔

۲۔ ایسی چیز جس کو رکھا نہ جاسکتا ہو مثلاً پھل ترکاری وغیرہ مالک بن کر اس کو استعمال کر کے قیمت کا ضامن ہو یا فروخت کر کے قیمت رکھ لے پھر اس کا اعلان کرے۔

۳۔ جس کو کسی تدبیر سے رکھا جا سکے مثلاً ناریل، کیری۔ اس کو یا تو بیچ کر قیمت محفوظ کر لے یا کچھ ناریل اور کیری بیچ کر اس روپیہ سے باقی مال کو سکھا کر کھوپرا یا کھٹائی بنانے کا نظم کرے۔ یا اپنی طرف سے خرچ کر کے اس پورے مال کو سکھائے پھر اس کا اعلان کرے۔

۴۔ جن پر خرچ کی ضرورت ہو ان میں سے ایسے جانور جو چھوٹے درندوں سے اپنی حفاظت کر سکتے ہوں مثلاً گائے بیل، خرگوش، کبوتر وغیرہ۔ اگر وہ جنگل میں مل جائیں تو مالک بننے کی نیّت سے لینا حرام ہے۔ البتہ مالک کو پہونچانے کی نیت سے لے سکتا ہے۔ اور ایسے جانور جو اپنی حفاظت نہ کر سکتے ہوں جیسے گائے کا بچّہ بکری، مرغی وغیرہ اگر یہ جنگل میں ملیں تو اس کو تین باتوں کا اختیار ہے۔

۱۔ اعلان کرکے مالک بن جائے اعلان کے زمانہ میں اپنی طرف سے کھلائے گا۔
۲۔ اس کو بیچ کر اس کا اعلان کرے پھر قیمت کا مالک بن جائے۔
۳۔ اس کو کھا کر اس کی قیمت کا ضامن بنے پھر اس کا اعلان کرے۔

اگر فساد یا لوٹ مار کے زمانہ میں گائے بیل یا کوئی بڑا جانور جنگل میں مل جائے یا گائے بیل بکری مرغی کسی آبادی میں مل جائے تو مندرجہ بالا تین باتوں میں سے پہلی اور دوسری بات کا اختیار ہے، اس کو کھانے کا اختیار نہیں ہے۔ اس جانور کی آمدنی مثلاً بچہ انڈا وغیرہ مالک بننے سے پہلے کا ہے تو مالک کا ہوگا جانور کے ساتھ وہی یا اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اور اگر مالک بننے کے بعد کا ہے تو اٹھانے والے کا ہوگا۔

حرم کا لقطہ اٹھانے کی صورت میں یا صرف حفاظت اور پہنچانے کی نیت سے اٹھانے کی صورت میں مالک ملنے سے بالکل ناامید ہو جائے تو وہ چیز بیت المال میں داخل کی جائے گی[۱]۔ بیت المال نہ ہونے کی صورت میں کسی فقیر کو دے سکتے ہیں۔ کسی چیز کا اعلان کئے بغیر کسی فقیر کو دے دینا یا کسی ڈبی میں ڈال دینا جائز نہیں۔ اس صورت میں اٹھانے والا ضامن ہوگا۔ کسی لقطہ کو ہاتھ میں لینے کے بعد پھر اسی جگہ رکھ دینے سے آدمی ضامن ہوگا۔ پیر سے ہٹا کر پھر چھوڑ دینے سے آدمی ضامن نہیں ہوگا۔

باغ کی چہار دیواری کے اندر گرا ہوا پھل اٹھا کر کھانا حرام ہے اگر

---

[۱] اعانۃ ج ۳ ص ۲۴۸

چہار دیواری نہ ہو یا دیوار کے باہر گرا ہو اس کو عرف میں مباح نہ سمجھا جائے تب بھی حرام ہے اگر اس کو عُرفاً جائز سمجھا جاتا ہو تو حلال ہے اسی طرح ہر ایسی چیز جس سے عموماً بے توجہی برتی جاتی ہو اور مالک کو اس کی پروا نہ ہو تو اٹھانے والا اس کا مالک ہو گا جیسے چوتی اٹھنی یا کوئی رسّی کا ٹکڑا وغیرہ اگر اس قسم کی چیز مکّہ میں ملے تو بھی اٹھانا جائز ہے۔ اگر مسجد یا سڑک پر دفینہ مل جائے تو اس کا حکم لقطہ کا ہو گا، یعنی اس کا ایک سال تک اعلان کرکے پانے والا اس کا مالک ہو گا، اگر اپنی قبضہ کی ہوئی (احی کرم) زمین یا جنگل میں کوئی جاہلی زمانہ کا خزانہ مل جائے تو خزانہ پانے والا اس کا مالک ہو گا اور اس کا پانچواں حصہ زکوٰۃ میں نکالے گا۔ اور اگر اسلامی دور کا دفینہ مل جائے تو وہ دفن کرنے والے کا ہے اور اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو لقطہ ہے۔

اگر کسی کی مملوکہ یا موقوفہ زمین میں خزانہ ملے تو اگر اس کا مالک یہ دعویٰ کرے کہ یہ خزانہ میں نے دفن کیا ہے لہٰذا میرا ہے تو اسی کو دیں گے ورنہ جس آدمی سے اس نے خریدا ہے یا اس کو جس آدمی سے وراثت میں ملی ہے یہ دفینہ اس کا ہو گا۔

یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اس کا اصل مالک وہ آدمی ہو گا جس نے اس پر ابتدائً قبضہ کر کے اس کو آباد کیا ہو اور اس کا مالک آباد کرنے کے وقت سے لے کر اب تک کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگر اس کا اصل مالک معلوم نہ ہو سکے تو پانے والا شخص، یا حاکم اس کو صدقہ کر دے گا اور اگر اس کا آباد کرنے والا یا دفن کرنے والا غیر مسلم ہو تو وہ مال فئی ہے لہٰذا فئی کے احکام اس پر نافذ ہوں گے۔[1]

---

[1] مغنی المحتاج ج۱ ص۳۹۶

لاوارث بچّہ اٹھانا

کہیں راستہ وغیرہ میں کوئی بچّہ پڑا ہو اور اس کا کوئی پرورش کرنے والا نہ ہو اس کو لقیط کہتے ہیں اس کو لے کر اس کی پرورش کرنا فرض کفایہ ہے اور اٹھاتے وقت اس پر گواہ بنانا بھی فرض ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا اٹھانے والا مکلّف آزاد ثقہ اور سمجھدار ہو۔

اگر بچّہ کے ساتھ کچھ مال ہو تو اس مال میں سے اس پر خرچ کیا جائے گا۔ ورنہ بیت المال سے خرچ کیا جائے گا۔ بیت المال نہ ہو تو تمام مالدار مسلمان اس پر بطور قرض خرچ کریں گے۔

اگر بچّہ کسی ایسے علاقہ میں پایا جائے جہاں ایک مسلمان بھی رہتا ہو تو اس کو مسلمان مانا جائے گا۔ اور اگر وہاں ایک بھی مسلمان نہ ہو تو اس بچّہ کو کافر مانا جائے گا۔

وصیّت

یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں کو دے دینا یا میں اتنے مال کی فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ وصیّت کہلاتا ہے۔ وصیّت کرنا سنّتِ مؤکدہ[1] ہے لیکن ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرنا مکروہ ہے اور اگر تہائی سے زائد مال کی وصیّت کرے تو اس کے نفاذ کے لئے ورثہ کی رضامندی شرط ہے۔ بلا اجازتِ ورثہ نافذ نہیں ہوگی۔

وصیت کے شرائط پانچ ہیں:

۱۔ وصیت کرنے والا عاقل بالغ مختار و آزاد ہو۔

۲۔ وصیّت کرنے والا لفظاً یا لکھ کر وصیت کرے۔

۳۔ وصیّت کسی جائز کام کے لئے ہو۔

۴۔ جس کے لئے وصیت کر رہا ہے وہ وصیت کرتے وقت موجود ہو۔

۵۔ کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا ہو یا ایک تہائی سے زائد کی وصیت کرنا ہو تو مُوصی یعنی وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد تمام ورثہ[2] بلا کسی دباؤ و لحاظ کے راضی ہوں۔

---

[1] فتح المعین ص۹۲

[2] اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو تو یہ وصیت موقوف ہوگی بالغ و سمجھدار ہونے کے بعد اگر اجازت دے دیں تو اس وقت وصیت نافذ ہوگی۔

اگر تمام ورثاء میں ان کے اپنے حصہ کے بقدر مال تقسیم کر کے وصیت کر دے تو وصیت صحیح ہے لیکن اس میں بھی موصی کی وفات کے بعد تمام ورثاء کی رضامندی ضروری ہے۔

مرض الموت یعنی ایسا مرض جس میں موت کا بہت خطرہ ہو جیسے ٹائیفائڈ، کینسر، ٹی، بی وغیرہ کا مریض یا سمندری طوفان میں پھنسا ہوا آدمی یا وہ عورت جس کو دردِ زہ شروع ہو چکا ہو تو ایسے حالات میں آدمی صرف اپنے ایک تہائی مال میں تصرف کر سکتا ہے۔ چاہے وہ تصرفِ قرض معاف کرنے کی صورت میں ہو یا ہبہ، وقف صدقہ وغیرہ کی قسم ہو۔ اگر وہ اپنا ایک تہائی سے زائد مال وقف کرے پھر اسی مرض میں اس کا انتقال ہو جائے تو ایک تہائی تک وقف صحیح ہوگا۔ اس سے زائد کے لئے بقیہ ورثاء کی اجازت ضروری ہوگی۔ اگر مریض اچھا ہو جائے تو کُل مال میں تصرف صحیح ہوگا اگر کوئی شخص مرض الموت میں وارث کو ہبہ کرے یا قرض معاف کرے تو یہ بھی وارث کے حق میں وصیت کے حُکم میں داخل ہے[1] اگر بقیہ ورثہ اجازت دیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا۔ ورنہ ہبہ صحیح نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر مرض الموت میں بیوی اپنا مہر معاف کر دے تو یہ معاف کرنا اجازتِ ورثہ پر موقوف ہوگا۔

کسی کے انتقال کے بعد اس کے مال سے اناج روپیہ اور میت کے استعمال شدہ کپڑے وغیرہ صدقہ کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ مال وارثوں کا ہے میت کا نہیں ہے۔

---

[1] فتح المعین باب الوصیۃ ص ۹۳

کسی چیز میں وصیت کرنے کے بعد اپنی وصیت کو رد کر سکتے ہیں مثلاً یہ کہے کہ میں نے اس وصیت سے رجوع کر لیا، یا اس کو باطل کر دیا یا یہ مال میرے وارث کا ہے یا اس مال کو بیچنے کے لئے بازار میں لے آئے تو ان تمام صورتوں میں اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

اگر کسی کے ذمہ حقوق اللہ یا حقوق العباد رہ گئے ہوں حقوق اللہ مثلاً فرض حج، زکوٰۃ، کفارہ اور روزہ کا فدیہ وغیرہ اور حقوق العباد مثلاً قرض امانت یا مغصوبہ مال وغیرہ اگر ان حقوق کا معتبر لوگوں کو علم ہو تو اس کی وصیت کرنا سنّت ہے اور اگر کسی کو ان کا علم نہ ہو تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے اور اس کے ورثہ یا وصی پر ان تمام حقوق کا ادا کرنا واجب ہے۔ جن کا ان کو علم ہو۔ چاہے میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو مثلاً کسی میت کے ذمہ فرض حج ہو تو اس نے فرض حج کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ہر حال میں اس کی طرف سے اس کے ترکہ سے حج بدل کرنا فرض ہے۔ یہ حج بدل میقات سے بھی کر سکتے ہیں وطن سے کرنا ضروری نہیں ہے، اگر اس کا ترکہ نہ ہو یا ترکہ ہو دونوں صورتوں میں کوئی اپنے مال سے میت کی طرف سے حج کرے تو صحیح ہے، اسی طرح دیگر حقوق کا ادا کرنا بھی صحیح ہے اگر کوئی مطلقاً حج کی وصیت کرے تو میقات سے حج کر سکتے ہیں اور اگر وطن سے حج کرنے کی وصیت کرے تو پھر وطن ہی سے حج کرنا ضروری ہے جبکہ اسکے ترکہ کا ایک تہائی وطن سے حج کرنے کے لئے کافی ہو۔

وصی بنانا

اپنی موت کے بعد اپنے قرض کی ادائیگی یا وصیت کو پورا کرنے نیز بچّوں کی دیکھ بھال کے لئے کسی شخص کو مقرّر کرنا سنّت ہے' ایسے شخص کو وصی کہتے ہیں۔

وصی بننے کے لئے چھ شرائط ہیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) ثقہ اور امانت دار ہو (۶) وصیت کے مطابق کام کر سکتا ہو' اگر بچّوں کا دادا موجود ہو اور اس میں مندرجہ بالا شرطیں پائی جا رہی ہوں تو کسی اور کو وصی بنانا جائز نہیں۔ اگر دادا نہ ہوں تو ماں کو وصی بنانا بہتر ہے۔

وصی کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصی بننے کو قبول کرے وصی مقرر کرنے والا وصی کو معزول کر سکتا ہے۔ نیز وہ خود بھی جب چاہے وصی بننے سے انکار کر سکتا ہے۔ وصی بلا اجازتِ موصی اپنی طرف سے کسی کو وصی نہیں بنا سکتا۔

اگر مرنے والا کسی کو وصی نہ بنائے تو اس کے بچّوں کا ذمہ دار قاضی ہو گا۔ اور قاضی اپنی طرف سے کسی شخص کو ان کی دیکھ بھال کے لئے مقرّر کرے گا۔ اس شخص کو قیّم کہتے ہیں۔

ایصالِ ثواب

اگر میت نے اپنی طرف سے نفلی صدقہ وغیرہ کی وصیت کی ہو تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ نیز وصیت کے بغیر بھی اگر کوئی وارث میت کی طرف سے صدقہ کرے تو اس کا ثواب بھی اس کو پہنچتا ہے اور میت کے حق میں دعا بھی قبول ہوتی ہے[1]

میت کو قرآن پاک پڑھ کر ثواب پہونچانے کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کا ثواب پہونچ جاتا ہے جبکہ پانچ صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے[2]

(۱) میت کے سامنے قرآن پڑھے (۲) قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچانے کی دُعا کرے (۳) پڑھنے سے پہلے میت کے حق میں پڑھنے کی

---

[1] حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے یعنی مرنے کے بعد وہ کوئی نیک کام نہیں کرسکتا مگر تین طرح کا ثواب اس کو پہنچتا رہتا ہے صدقہ جاریہ یعنی مدرسہ، مسجد، کنواں وغیرہ بنوانا (۲) وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھارہے ہوں خواہ وعظ و نصیحت سے یا کتابوں کی تالیف و تصنیف سے (۳) وہ صالح اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہو۔

[2] صالح اولاد کی دعا و عبادات کا ثواب ہر صورت میں مل جاتا ہے
بحوالہ حاشیہ الجمل ج ص ۶۷

نیت ہو (۴) میت کی قبر کے پاس پڑھے (۵) بعض علماء کے نزدیک پڑھنے کے بعد میت کے حق میں ثواب پہنچانے کی نیت کرنے پر بھی ثواب پہنچ جاتا ہے۔ چاہے اس نے عمر بھر میں کبھی بھی پڑھا ہو۔[1]

میت کی طرف سے صدقہ کرنے یا قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کی صورت میں میت اور ایصال ثواب کرنے والے دونوں کو ثواب ملتا ہے نیز ایصال ثواب بیک وقت ایک شخص کو یا تمام مسلمانوں کو بھی کر سکتے ہیں۔

ایصال ثواب کو عوام فاتحہ پڑھنا کہتے ہیں، اس کے لئے کوئی خاص وقت، خاص جگہ، خاص صورت مقرر کرنا تیجہ، چہلم، برسی منانا یا شیرینی اگر بتی وغیرہ کو لازم قرار دینا بدعت ہے۔[2] اس لئے کہ یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کسی دوسرے کے ذریعہ کرانا ضروری نہیں بلکہ خود ہی کرنا اچھا ہے۔ یعنی قرآن شریف، درود شریف، کلمہ طیبہ کا ورد اور درود و اذکار وغیرہ پڑھنے کے بعد دل یا زبان سے یہ کہے کہ میرے اس ذکر و تلاوتِ قرآن کا ثواب محض اپنے فضل سے مجھے اور فلاں فلاں مرحومین کو عنایت فرما۔ اور اُن کی مغفرت فرما۔ اور اسی طرح میت کی طرف سے غرباء و مساکین کو صدقہ و خیرات اور تلاوت وغیرہ سے ایصال ثواب کرتے رہنا چاہیئے۔

---

[1] فتح المعین ص ۸۱-۹۵ مدنی بہشتی زیور چھٹا حصہ ص ۳۴۲

[2] اعانہ ج ۲ ص ۱۴۶ حاشیہ الجمل ج ۲ ص ۳۱۶

کتابُ الفرائض

فرائض فریضہ کی جمع ہے فریضہ کے معنی وارث کے مقررہ حصّہ کے ہیں، آدمی مرنے کے بعد جو مال و دولت اور جائداد وغیرہ چھوڑ جاتا ہے اسے ترکہ کہتے ہیں۔

ترکہ کے مصارف

میت کے ترکہ سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی پھر حقوق اللہ ادا کئے جائیں گے۔ مثلاً حج، کفارہ وغیرہ اور اگر میت نے زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو زکوٰۃ ادا کی جائے گی پھر عام لوگوں کے قرضے ادا کئے جائیں گے پھر اگر اس نے کسی غیر وارث کو کچھ دینے کی وصیت کی ہو تو بقیہ مال کے تہائی حصّہ سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی، پھر ورثہ میں حسب فرائض اس کی میراث تقسیم کی جائے گی[1] اور اگر بقدر نصاب مال موجود ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا

---

[1] مورث کے انتقال پر جلد از جلد ترکہ تقسیم کرنا ضروری ہے اس لئے کہ مشترکہ مال کو سب کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ناجائز ہے، استعمال کرنے پر گناہ ہوگا۔ بہشتی زیور ج ۵ ص ۵۳ عموماً کسی وارث کو تقسیم سے روکنے کا حق نہیں ہوتا۔

نہ کی گئی ہو تو سب سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

وارث ہونے کے اسباب

وارث ہونے کے چار اسباب ہیں (۱) رشتہ دار ہونا (۲) نکاح کرنا (۳) آزاد کرنا (۴) اسلام۔ لہٰذا اگر کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال وارث ہوگا۔

وراثت سے محروم کرنے والی چیزیں

چھ چیزیں وراثت سے محروم کرتی ہیں۔ (۱) غلامی (۲) قتل۔ (۳) اختلافِ دین (۴) ذمی و حربی ہونا (۵) ارتداد (۶) استبہامِ وقت مثلاً دو آدمی بیک وقت ڈوب کر یا جل کر یا کسی حادثہ سے مر جائیں۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کس کا انتقال ہوا ہے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

ورثہ

مَردوں میں ورثہ پندرہ ہیں (۱) بیٹا (۲) پوتا پرپوتا تا آخر (۳) باپ (۴) دادا پردادا تا آخر (۵) حقیقی بھائی (۶) علاتی بھائی (۷) اخیافی بھائی (۸) حقیقی بھتیجا (۹) علاتی بھتیجا (۱۰) حقیقی چچا (۱۱) علاتی چچا (۱۲) حقیقی چچازاد بھائی (۱۳) علاتی چچازاد بھائی (۱۴) شوہر (۱۵) آزاد کرنے والا یا اس کے عَصبہ۔

عورتوں میں ورثہ دس ہیں:۔ (۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) ماں (۴) دادی (۵) نانی (۶) حقیقی بہن (۷) علاتی بہن (۸) اخیافی بہن (۹) بیوی۔ (۱۰) آزاد کرنے والی۔

مندرجہ بالا تمام ورثہ کبھی بھی بیک وقت وارث نہیں ہوتے بلکہ اکثر بعض کی موجودگی میں بعض کو حصّہ نہیں ملتا۔ جنہیں محجوب کہتے ہیں۔

البتہ ان میں سے چھ افراد ایسے ہیں جو کبھی محجوب نہیں ہوتے۔

(۱) شوہر (۲) بیوی (۳) ماں (۴) باپ (۵) بیٹا (٦) بیٹی

ذوی الارحام

ہر وہ رشتہ دار جن کا حصّہ شریعت میں مقرر نہ ہو اور وہ عصبہ بھی نہ ہوں ان کو ذوی الارحام کہتے ہیں۔

ذوی الارحام گیارہ ہیں:

(۱) بہن کی اولاد (۲) اخیافی بھائی کی اولاد (۳) نواسہ و نواسی ، (۴) بھتیجی (۵) چچازاد بہن (٦) اخیافی چچا (۷) نانا (۸) ماں کی دادی (۹) ماموں (۱۰) خالہ (۱۱) پھوپھی۔

یہ اور ان کے واسطے سے جو بھی رشتہ دار ہوں جبکہ حقیقی ورثہ نہ ہوں یا حقیقی ورثہ میں سے صرف زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو اور بیت المال بھی موجود نہ ہو یا اس کا نظام خراب ہو تو یہ ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔

ذوی الفروض

شریعت نے جن ورثہ کے لئے حصّہ مقرر کیا ہے ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں، ذوی الفروض کل بارہ ہیں، ان میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد ذوی الفروض یہ ہیں:

(۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی بھائی (۴) شوہر

عورتوں میں ذوی الفروض یہ ہیں:

(۱) بیٹی (۲) پوتی پھر پوتے کی بیٹی (۳) بیوی (۴) حقیقی بہن (۵) علاتی بہن (۶) اخیافی بہن (۷) ماں (۸) جدہ (دادی نانی)

عصبات

عصبہ ان ورثہ کو کہتے ہیں جن کا شریعت نے حصہ مقرر نہ کیا ہو بلکہ ذوی الفروض کی موجودگی میں ان کو بچا ہوا مال اور ان کی غیر موجودگی میں پورا مال مل جاتا ہو۔ مثلاً بیٹا، چچا وغیرہ۔

عصبہ ہر وہ مرد ہے جس کے اور میت کے بیچ میں کوئی عورت نہ ہو مثلاً باپ دادا، بھائی چچا وغیرہ اسی طرح بیٹی پوتی، نیز حقیقی یا علاتی بہن بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

ذوی الفروض کی حالتیں

۱۔ باپ:۔ اس کی تین حالتیں ہیں (۱) لڑکے پوتے کی موجودگی میں ۱/۶

۲۔ صرف لڑکی یا پوتی کی موجودگی میں ۱/۶ ملے گا اور عصبہ بھی ہوگا۔

۳۔ میت کی اولاد کی غیر موجودگی میں صرف عصبہ

۲۔ دادا:۔ باپ کی غیر موجودگی میں دادا کی وہی حالتیں ہیں جو باپ کی ہیں البتہ پانچ صورتوں میں مسئلہ مختلف ہے جس کا بیان فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے[۱]

(۳، ۴) اخیافی بھائی یا بہن کی تین حالتیں ہیں۔ (۱) ایک ہو تو ۱/۶ (۲) دو یا دو سے زائد ہو تو ۱/۳ (۳) میت کی اولاد یا باپ دادا کی موجودگی

---

[۱] تفصیل کے لئے مرتب کی کتاب تقسیم میراث دیکھ لیں۔

ہیں یہ محجوب ہوں گے یعنی اُن کو کچھ نہیں ملے گا۔

۵۔ شوہر۔ اس کی دو حالتیں ہیں۔

۱۔ بیوی کی اولاد کی موجودگی میں $\frac{1}{4}$ (۲) بیوی کی اولاد کی غیر موجودگی میں $\frac{1}{2}$۔

۶۔ بیٹی کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) ایک ہو تو $\frac{1}{2}$ (۲) دو یا دو سے زائد ہوں تو $\frac{2}{3}$ (۳) میت کا بیٹا یعنی اس کا بھائی ہو تو بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی اور بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصّہ ملے گا۔

۷۔ پوتی کی چھ حالتیں ہیں۔

(۱) ایک ہو تو $\frac{1}{2}$ (۲) دو یا دو سے زائد ہوں تو $\frac{2}{3}$ (۳) میت کی ایک بیٹی کی موجودگی میں ایک یا ایک سے زائد پوتیوں کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ (۴) میت کے بیٹے کی موجودگی میں محجوب۔ (۵) میت کی دو بیٹوں کی موجودگی میں محجوب (۶) میت کی دو بیٹیوں کے ساتھ اس درجہ کا بھائی یا اس سے نچلا بھتیجہ ہو تو خود عصبہ بنے گا اور پوتی کو بھی عصبہ بنائے گا۔

۸۔ بیوی کی دو حالتیں ہیں

(۱) بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد سب کو میت کی اولاد کی موجودگی میں $\frac{1}{8}$ (۲) اور اولاد کی غیر موجودگی میں $\frac{1}{4}$ ملے گا۔

۹۔ حقیقی بہن کی چھ حالتیں ہیں

(۱) ایک ہو تو $\frac{1}{2}$ (۲) دو یا دو سے زائد ہوں تو $\frac{2}{3}$ (۳) میت کی بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں عصبہ ہوگی (۴) میت کا بھائی ہو تو بھائی کے ساتھ

عصبہ بنے گی اور مرد کو عورت کا دوگنا ملے گا (۵) میت کے بیٹے پوتے یا باپ کی موجودگی میں محجوب ہوگی۔ (۶) میت کے دادا کی موجودگی میں مقاسمہ ہوگا۔

۱۰۔ علاّتی بہن کی آٹھ حالتیں ہیں۔

(۱) ایک ہوتو $\frac{1}{2}$ (۲) دو یا دو سے زائد ہوں تو $\frac{2}{3}$ (۳) ایک حقیقی بہن کے ساتھ ایک یا کئی علاّتی بہنیں ہوں تو ان کو $\frac{1}{6}$ ملے گا (۴) میت کی دو حقیقی بہنیں ہو تو یہ محجوب ہوگی (۵) اگر دو بہنوں کے ساتھ علاّتی بھائی ہو تو اسے عصبہ بنائے گا (۶) میت کی بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں عصبہ ہوگی، بشرطیکہ حقیقی بہن نہ ہو۔ (۷) میت کے دادا کی موجودگی میں مقاسمہ ہوگا (۸) بیٹا پوتا باپ اور حقیقی بھائی کی موجودگی میں محجوب ہوگی، اسی طرح ایک حقیقی بہن عصبہ ہو رہی ہو تو یہ محجوب ہوگی۔

۱۱۔ ماں کی تین حالتیں ہیں

(۱) میت کی اولاد یا دو بھائی بہن کی غیر موجودگی میں $\frac{1}{3}$ (۲) ان کی موجودگی میں $\frac{1}{6}$ (۳) دو صورتوں میں ثلث مالبقی ملتا ہے (الف) جبکہ اس کے ساتھ میت کا شوہر اور باپ ہو (ب) یا اس کے ساتھ میت کی بیوی اور باپ ہو

(۱۲) نانی دادی کی دو حالتیں ہیں

(۱) ایک یا ایک سے زائد ہوں تو ان سب کا حصّہ $\frac{1}{6}$ ہے۔ (۲) (الف) ماں کی موجودگی میں تمام نانیاں دادیاں محجوب ہوجاتی ہیں۔ (ب) باپ کی موجودگی میں تمام دادیاں محجوب ہوجاتی ہیں (ج) قریب کی نانی دور کی دادی کو محجوب کرتی ہے (د) قریب کی دادی دور کی نانی کو محجوب نہیں کرتی بلکہ دونوں کو برابر کا حصّہ ملے گا۔

قسم کھانا

قَسم کو عربی میں یمین کہتے ہیں۔ اللہ کے نام یا اس کی صفت[1] کے ذریعہ قسم کھانا صحیح ہے کسی مخلوق مثلاً نبی کی قسم، رسول اللہ کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنے باپ کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، میرے ایمان کی قسم اس طرح قسم کھانا مکروہ ہے اور کسی دیوی دیوتا کی قسم کھانا حرام ہے اور ان الفاظ سے قسم صحیح نہیں ہوتی، اور نہ اس پر کفارہ ہے، اگر کسی نے خدا کا نام لئے بغیر کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گا تو قسم نہیں ہوئی

نابالغ، پاگل اور مُکرہ (مجبور) کی قسم منعقد یعنی صحیح نہیں ہوتی اور ان کا نذر ماننا بھی صحیح نہیں ہے۔

یمین کی تین قسمیں ہیں (۱) یمین منعقدہ (۲) یمین غموس (۳) یمین لغو

۱۔ اللہ کے نام یا اس کی کسی صفت کے ذریعہ کسی بات کو ثابت یا مؤکد کرنے کو یمین منعقدہ کہتے ہیں۔

۲۔ گذشتہ زمانہ کی کسی بات پر عمداً جھوٹی قسم کھانے کو یمین غموس کہتے ہیں۔

---

[1] قرآن کی قسم کھانا صحیح ہے لیکن ہاتھ میں قرآن لے کر یا قرآن پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنا قسم نہیں ہے۔

۳۔ بلا ارادہ غصہ یا عجلت کی حالت میں قسم کے الفاظ زبان سے نکل جائیں تو اسے یمین لغو کہتے ہیں۔

بات بات پر بلا ضرورت قسم کھانا مکروہ ہے حتی الامکان سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہیئے، لیکن واجب یا سنّت کام کرنے کی قسم یا مکروہ یا حرام کے ترک کرنے کی قسم کھانا نیز دعویٰ کی سچّائی میں قسم کھانا یا کسی اچھی بات کی تاکید یا اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے قسم کھانا مکروہ نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ خدا کی قسم تم کو فلاں کام کرنا ہوگا۔ اگر اس سے اپنی قسم مقصود ہو تو قسم صحیح ہوگی اور اگر مخاطب کی قسم مقصود ہو تو کسی کی قسم منعقد نہیں ہوگی البتہ مخاطب کے لیے اس قسم کو پورا کرنا سنّت ہے۔

اگر واجب کے ترک یا حرام کام کرنے کی قسم کھائے تو گنہ گار ہوگا، اور اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دینا بھی واجب ہوگا کسی سنّت کے ترک یا مکروہ کام کرنے کی قسم کھائے تو اس کے لئے قسم توڑنا سنت ہے اور قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا واجب ہے، کسی جائز کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے تو قسم پورا کرنا افضل ہے۔ اس کی خلاف ورزی کی صورت میں حانث ہوگا یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور کفارہ واجب ہوگا۔ مثلاً کوئی اپنے تمام مال کو خیرات کرنے کی قسم کھائے تو تمام مال خیرات کرنا افضل ہے اور وہ چاہے تو قسم توڑ کر صرف کفارہ پر بھی اکتفا کر سکتا ہے، اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ خدا کی قسم تیرے گھر کا کھانا یا فلاں چیز مجھ پر حرام ہے تو وہ چیز حرام نہیں ہوگی، لیکن اگر وہ چیز کھالے تو

کفارہ دینا ہوگا۔

اگر قسم کھانے یا نذر ماننے سے پہلے انشاء اللہ کہنے کا ارادہ ہو اور قسم کھانے سے پہلے یا قسم کے فوراً بعد انشاء اللہ کہے تو اس کی خلاف ورزی پر حانث نہیں ہوگا اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

کفارۂ قسم

یمین منعقدہ میں حانث ہونے پر اور یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ اور یمین لغو میں کفارہ نہیں ہے۔

قسم کا کفارہ چار چیزیں ہیں:

۱۔ دس مسکینوں کو اناج دینا۔

۲۔ دس مسکینوں کو کپڑا دینا۔

۳۔ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا۔

۴۔ ان تینوں میں سے جو چاہے کر سکتا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ کر سکے تو تین دن روزے رکھے۔ روزے مسلسل رکھنا افضل ہے۔ الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے۔

دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک مد برابر ۵۲۵ گرام اناج دے اگر دس مسکینوں کو کم و بیش دے یا دس سے کم مسکینوں کو دے یا اناج دینے کے بجائے دوپہر یا شام میں بھر پیٹ کھانا کھلا دے تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

یا دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک کپڑا دے مثلاً لنگی، پائجامہ، عمامہ حتیٰ کہ رومال (دستی) بھی دے سکتے ہیں۔

حانث[1] ہونے کے بعد کفارہ ادا کرنا سنّت ہے اور حانث ہونے سے پہلے روزہ کے علاوہ بقیہ چیزوں سے کفارہ ادا کرنا جائز ہے۔ حانث ہونے سے پہلے روزہ سے کفارہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی قسم کے الفاظ کے بغیر کسی مباح اور جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے یا کسی دوسرے پر حرام کرلے مثلاً کہے کہ میرے لئے فلاں چیز کھانا حرام ہے یا تمہارے لئے میرے گھر میں آنا یا میرے گھر میں کھانا حرام ہے۔ تو اس سے وہ چیز کسی کے لئے حرام نہیں ہوتی اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

اگر کوئی قسم کے الفاظ کے بغیر اپنی بیوی سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کرلے تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوتی البتہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے۔

نذر و منّت ماننا

کوئی ایسا کارِ ثواب جو فرض عین نہ ہو اس کو اپنے اوپر لازم کرلینا نذر کہلاتا ہے، مثلاً باجماعت نماز پڑھنے کی نذر ماننا، نذر کا پورا کرنا واجب ہے پورا نہ کرنے پر آدمی گنہگار ہوگا۔ کسی فرض عین کی نذر ماننا مثلاً فرض نماز یا فرض حج وغیرہ یا کسی گناہ کے کام کی نذر ماننا مثلاً قبر پر مرغی یا بکرا چڑھانے کی نذر ماننا یا مکروہ مثلاً اولادمیں سے ایک کو بلاضرورت کوئی چیز دینے کی نذر ماننا یا کسی مباح کام مثلاً آم کھانے کی نذر ماننا یا کوئی چیز نہ کھانے کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

نذر کی دو قسمیں ہیں (۱) نذر لجاج (۲) نذر تبرر

(۱) نذر لجاج (غصّہ کی حالت میں کارِ ثواب کو کسی ایسے کام کے کرنے

---

[1] یعنی قسم توڑنے کے بعد

یا نہ کرنے پر معلق کرنا جس کو دل نہ چاہتا ہو۔ مثلاً کہے اگر میں زید سے بات کروں تو مجھ پر روزہ ضروری ہے یا اگر میں نماز نہ پڑھوں تو مجھ پر صدقہ ضروری ہے تو یہ نذر لجاج ہے۔ نذر لجاج میں اس کو اختیار ہے کہ یا تو وہ اپنی نذر پوری کرے یا قسم کا کفارہ ادا کرے۔

۲۔ نذر تبرر۔ اُس کی دو قسمیں ہیں (۱) نذر مجازاۃ (۲) غیر مجازاۃ۔

۱۔ نذر مجازاۃ یہ ہے کہ کسی نعمت کے حصول یا کسی مصیبت کے دور ہونے پر کسی کار ثواب کو معلق کرے مثلاً کہے اگر میرا بیمار بیٹا اچھا ہو جائے تو میں سو روپے صدقہ کروں گا۔ تو مریض اچھا ہونے پر صدقہ کرنا واجب ہے یا (غصّہ کے علاوہ عام حالت میں) کار ثواب کو کسی ایسے کام کے کرنے یا نہ کرنے پر معلّق کرنا جس کو دل چاہتا ہو مثلاً کہے اگر میں زنا کروں تو مجھ پر تین روزے ضروری ہیں۔ یا اگر میں فلاں روزہ نہ رکھوں تو مجھ پر پانچ روپیہ صدقہ ہے تو زنا کے صدور پر تین روزے فرض ہوں گے اور منذورہ روزے نہ رکھنے پر پانچ روپیہ صدقہ واجب ہوگا۔

نذر غیر مجازاۃ:۔ بغیر تعلیق کے اپنے اوپر کسی کار ثواب کو لازم کرلے مثلاً کہے مجھ پر دس رکعت نفل لازم ہے، نذر تبرر کی ان دونوں قسموں کو پورا کرنا واجب ہے اس کے بدلہ کفارہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔

صریح الفاظ سے نذر ماننا ضروری ہے۔ مثلاً کہے اللہ کے لئے مجھ پر روزہ ضروری ہے یا مجھ پر فلاں کام فرض ہے۔ یا میں فلاں کام کی نذر مانتا ہوں، یا میرا مریض اچھا ہو جائے تو میرے ذمّہ صدقہ ہے صرف یہ کہہ دے کہ میں روزہ رکھوں گا، یا مریض اچھا ہو جائے تو صدقہ دوں گا اور نذر کی نیت نہ

ہو تو یہ نذر نہیں ہوگی۔ نیت کرنے پر نذر ہو جائے گی الفاظ کے بغیر صرف نذر کی نیت کر لینے سے نذر نہیں ہوتی۔

اگر کوئی صرف نماز روزہ یا صدقہ، وغیرہ کی نذر مانے اور ان کی تعداد متعین نہ کرے تو دو رکعت نماز، ایک روزہ یا کچھ صدقہ کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی۔

اگر کسی خاص وقت یا متعین دن میں روزہ یا نماز کی نذر مانے تو انہی اوقات میں ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ متعین وقت نکل جائے تو اس کی قضا کرنا واجب ہے۔

نذر کے متعلق چند مسائل

مسئلہ: ۱ کسی نابالغ یا غیر مسلم یا مکرہ کا نذر ماننا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: ۲ اگر کوئی خاص شہر والوں پر مثلاً اہلِ مکہ پر صدقے کی نذر مانے تو اہل مکہ کے مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳ اگر کوئی کسی خاص شہر میں روزے کی نذر مانے تو کسی بھی شہر میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۴ اگر کوئی کسی خاص جگہ نماز کی نذر مانے تو کہیں بھی نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن اگر مسجد حرام میں نماز کی نذر مانے تو مسجد حرام میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر مسجد نبوی میں نماز کی نذر مانے تو مسجد حرام یا مسجد نبوی دونوں جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر مسجد اقصیٰ میں نماز کی نذر مانی ہو تو تینوں جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو قبر پر چادر چڑھاؤں گا۔ تو یہ نذر صحیح نہیں ہے اور نہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۶:۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منّت ماننا حرام ہے۔ مثلاً اے بڑے پیر اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو تمہاری قبر پر مٹھائی چڑھاؤں گا۔ یہ حرام ہے اور وہ مٹھائی کھانا بھی حرام ہے۔

مسئلہ ۷۔ اگر کوئی دل سے نذر مانے زبان سے نہ کہے تو نذر دُرست نہیں ہوتی۔ لہذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔

کتابُ النکاح

نکاح کے لغوی معنی ملنے اور جمع ہونے کے ہیں، اور شرعًا ایسے عقد کو نکاح کہتے ہیں۔ جس میں نکاح یا شادی کے لفظ سے صحبت کو مباح کیا جائے۔

نکاح کا حُکم:۔ جو صحبت کی خواہش رکھتا ہو اور مہر و نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لئے نکاح کرنا سنّت ہے۔ اگر استطاعت نہ ہو تو نکاح کرنا خلاف اولیٰ ہے اور وہ روزے سے شہوت توڑے گا۔ خواہش اور استطاعت دونوں نہ ہو تو مکروہ ہے۔ استطاعت ہو اور خواہش نہ ہو تو عبادت میں مشغول ہونا افضل ہے۔ اور اگر عبادت میں مشغول نہ ہو تو نکاح کرنا ہی افضل ہے۔ اور اگر استطاعت کے ساتھ کوئی مزمن مرض یا نامرد ہو یا بوڑھا ہو تو نکاح مکروہ ہے اگر زنا کا خوف ہو یا نکاح کی نذر مان لے تو نکاح کرنا واجب ہے۔

مانع حمل اشیاء اور اسقاط

کسی ایسی دوا کا استعمال جس سے خواہش بالکل ختم ہو جائے حرام ہے اور کسی ایسی دوا کا استعمال جس سے خواہش کمزور پڑ جائے مکروہ ہے۔ اسی طرح نس بندی یا کسی ایسی دوا کا استعمال جو عورت میں حاملہ ہونے کی صلاحیت کو ختم کر دے حرام ہے۔ حاملہ ہونے کی صلاحیت کو عارضی طور پر ختم کرنا مثلاً مانع حمل گولیوں یا نرودھ کا استعمال مکروہ ہے[1]۔

حمل میں جان پڑ جانے پر یعنی حمل ٹھہرنے کے ایک سو بیس[120] دن کے بعد ساقط کرنا حرام ہے، چار ماہ کے اندر حمل ساقط کرانا بھی ایک قول کے مطابق حرام ہے[2] جس کو ابن حجر ھیثمیؒ نے صحیح قرار دیا ہے[3]۔

---

[1] یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ اس عمل کا مقصد کوئی ناجائز نہ ہو لیکن اس کو قومی اور اجتماعی شکل دینا شریعت و سنّت کا مقابلہ ہے کہ اسکو قوم وملّت کے لئے نہ صرف جائز بلکہ ذریعہ فلاح و ترقی قرار دیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم و ملک کے لئے مضر یا کم از کم ناپسندیدہ بتلایا ہو ہرگز جائز نہیں خصوصاً جبکہ اس کی بنیاد فقر و افلاس کے خوف یا اقتصادی بدحالی یا عورتوں کی زیادتی کے خطرہ پر رکھی جائے۔

[2] اعانۃ الطالبین ج ۴ ص ۱۳۰ و ج ۳ ص ۲۵۶ وحاشیۃ الجمل ج ۴ ص ۴۴۷

[3] تحفۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۸۶ نہایۃ المحتاج ج ۸ ص ۴۱۶

زوجہ کا انتخاب

مرد و عورت رفیق زندگی کے انتخاب کے موقع پر حتی الامکان مندرجہ ذیل امور کی رعایت رکھیں[1]

۱۔ دیندار ہو اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو۔
۲۔ باکرہ ہو یعنی اس کی اس سے پہلے شادی نہ ہوئی ہو۔
۳۔ صاحب نسب ہو یعنی خاندان اچھا ہو۔ فاسق کی بیٹی سے نکاح کرنا مکروہ ہے۔
۴۔ بہت قریبی رشتہ دار نہ ہو مثلاً چچازاد ماموں زاد بھائی بہن نہ ہو، دور کی رشتہ دار غیر رشتہ دار سے بہتر ہے۔
۵۔ اس کے خاندان میں زیادہ بچے ہوتے ہوں۔
۶۔ بہت محبت کرنے والی ہو۔
۷۔ خوبصورت ہو لیکن بہت زیادہ خوبصورت نہ ہو۔
۸۔ عقلمند ہو بے وقوف نہ ہو۔
۹۔ اس کے اخلاق اچھے ہوں۔
۱۰۔ بالغ ہو مگر اپنے سے بڑی عمر والی[2] دوسرے سے اولاد رکھنے والی

---

[1] کامیاب شادی کا راز صحیح ساتھی کے انتخاب سے بڑھ کر خود صحیح شخص بننے کی قابلیت میں پنہاں ہے [2] نکاح کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں بالکل بچپن میں لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۸ سال اور لڑکے کی عمر ۲۴ سال ہو اور لڑکی لڑکے سے پانچ تا دس سال چھوٹی ہو۔

دائم المرض تیز نظر والی اور بناؤ سنگار میں پورا وقت صرف کرنے والی، بکواسی یا فحش گو نہ ہو، اسی طرح مرد کو چاہیئے کہ اپنے سے زیادہ رتبہ، مال و وجاہت والی اور اپنے سے زیادہ یا بہت کم عمر والی نہ ہو اور اپنے سے قد میں لمبی نہ ہو اور بہت زیادہ پستہ قد نہ ہو۔

اگر ان تمام صفات کی رعایت مشکل ہو تو دیندار کو ترجیح دی جائے گی پھر عقلمند اور اچھے اخلاق والی کو ترجیح دی جائے گی۔

نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا

کسی لڑکی کو پیغام بھیجنے سے پہلے، یا اس کی طرف سے پیغام آنے پر کسی عورت کو بھیج کر اس لڑکی کے حالات معلوم کرنا اور خود جا کر اس کو دیکھنا بھی سنت ہے[1] اور نسبت طے ہونے کے بعد دیکھنا جائز ہے۔ لڑکا صرف چہرہ اور دونوں ہاتھ صرف گٹوں تک دیکھ سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ یا بدن کو چھونا یا اس کو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی وغیرہ پہنانا حرام ہے، ناکح کے علاوہ کسی دوسرے کو خواہ وہ ناکح کا والد ہو یا بھائی وغیرہ لڑکی کو دیکھنا بالکل جائز نہیں ہے۔ اور ناکح کو بھی نکاح کے قبل تخلیہ میں دکھلانا بھی جائز نہیں ہے۔
اسی طرح لڑکی کے لئے بھی لڑکے کو دیکھنا سنت ہے

---

[1] لڑکی کو دیکھ لینے پر شادی کر لینا کوئی ضروری نہیں ہے ورنہ دیکھنے کا مقصد فوت ہو جائے گا البتہ بہتر یہ ہے کہ بقیہ تمام امور سے اطمینان کے بعد دیکھے، دیکھنے پر پسند نہ آنے کی صورت میں انکار نہ کرے بلکہ اس سے اعراض کرے اور اس کے کسی عیب کا اظہار نہ کرے۔

پردہ کے احکام

عورتوں کو دیکھنا نو طرح پر ہوتا ہے۔

۱۔ مرد کا اجنبی[1] عورت کے کسی حصہ کو عمداً دیکھنا بالکل جائز نہیں ہے۔ اسی طرح عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

عورت پر سارا بدن، سر کے بال سے پیر کے ناخن تک چھپانا فرض ہے غیر محرم کے سامنے جسم کے کسی حصہ کا ظاہر کرنا درست نہیں۔ اکثر عورتوں کا سر پر سے دوپٹہ سرک جاتا ہے یا بعض عورتیں جاکٹ پہن کر غیر محرم کے سامنے آجاتی ہیں یہ بالکل ناجائز ہے۔ بعض عورتیں برقع پہنتی ہیں لیکن ہاتھ برقعہ سے باہر ہوتا ہے یا پیر دکھائی دیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے۔

عورت کو غیر مرد کے سامنے اپنا منہ کھولنا جائز نہیں اور نہ ایسی جگہ کھڑا ہونا جائز ہے جہاں سے کوئی دوسرا اُسے دیکھ سکے مثلاً گھر کے دالان میں چھت پر یا دروازہ پر کھڑا ہونا بھی غلط ہے اسی طرح

---

[1] محرمات کے علاوہ تمام عورتیں اجنبی ہیں نیز پردہ کے وجوب کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ لڑکی اتنی بڑی ہو جائے جس عمر میں ایک بھلے آدمی میں اس کو دیکھ کر شہوت پیدا ہو سکتی ہو تو اس کو دیکھنا حرام ہے اور ایسی لڑکی کو پردہ کرنا ضروری ہے لہذا عموماً دس سال کے بعد پردہ کرانا بہتر ہے۔

برقع پہن کر نقاب ہٹالینا بھی ناجائز ہے۔

عموماً عورتیں بطور نقاب تین باریک جالیاں لگاتی ہیں جن میں سے ایک چہرہ پر رہتی ہے اور باقی سر پر، اس سے ان کا چہرہ دکھائی دیتا ہے پھر ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا رنگ ظاہر ہوتا ہو وہ پردہ نہیں ہے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاسیاتٌ عَارِیَاتٌ سے تعبیر کیا ہے کہ پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں اور اگر کپڑے سے صرف بدن کا نشیب و فراز معلوم ہوتا ہو تو مکروہ ہے جیسے میکسی اور دیگر چست لباس وغیرہ۔

عموماً نئی دلہن کی منہ دکھائی کا بہت رواج ہے دلہن کو بٹھا کر خاندان کے سب مرد آ کر دیکھتے ہیں یا دولہا کے ساتھ بہت سارے مرد آ کر دیکھتے ہیں یہ جائز نہیں ہے[1] بہنوئی، دیور، خالو، چچازاد بھائی اور پھوپی زاد، ماموں زاد، اور خالہ زاد بھائی، یہ سب شرع میں غیر محرم ہیں ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

غیر محرم دولہا کو دیکھنے کا بھی عام رواج ہے اس سے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۔ مرد کا اپنی بیوی یا باندی سے کوئی پردہ نہیں البتہ شرمگاہ دیکھنا مکروہ ہے۔

۳۔ محرم عورتیں مثلاً ماں بہن وغیرہ کے ناف سے گھٹنہ تک کے علاوہ

---

[1] احناف کے نزدیک بوڑھی عورت کے لئے صرف منھ اور ہتھیلی اور ٹخنہ سے نیچے پیر کھولنا درست ہے باقی اور بدن کا کھولنا درست نہیں۔

بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۶۳

باقی پورا بدن دیکھنا جائز ہے۔

۴۔ ناکح کے لیے شادی سے پہلے چہرہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہے

۵۔ گواہی دینے کے لئے عورت کا چہرہ یا جس حصّۂ بدن کو دیکھنا ضروری ہو صرف اسی کو دیکھنا جائز ہے۔

۶۔ حکیم یا ڈاکٹر کو علاج کی غرض سے محرم یا شوہر یا معتبر عورت کی موجودگی میں بدن کے صرف اس حصّہ کو دیکھنا جائز ہے جس کو دیکھنا ضروری ہو، بلا ضرورت چہرہ دکھانا یا دیکھنا بھی ناجائز ہے اور علاج کرانے میں مندرجہ ذیل ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں سے پہلے شخص کے پاس مناسب علاج ہوتے ہوئے دوسرے سے علاج کرانا جائز نہیں۔ (۱) مسلمان ڈاکٹرنی (لیڈی ڈاکٹر) غیر مسلم ڈاکٹرنی مسلمان ڈاکٹر غیر مسلم ڈاکٹر۔

۷۔ عورت کو فرض عین مثلاً سورہ فاتحہ التحیات کی تعلیم دینے کے لئے دیکھنا ضروری ہو اور اس کو تعلیم دینے کے لئے کوئی عورت یا محرم نہ ہو اور پردہ کے پیچھے سے تعلیم نہ دے سکتا ہو تو دیکھنا جائز ہے لیکن تنہائی میں تعلیم دینا جائز نہیں۔ اور دیگر اوقات میں استاذ کا اُن سے رابطہ قائم کرنا جائز نہیں ہے اور اپنی قریب البلوغ لڑکیوں

کو مخلوط تعلیم کے لئے مدرسہ بھیجنا یا پرائیوٹ ماسٹروں کے پاس بھیجنا ہرگز جائز نہیں۔

۸ ایسی چھوٹی بچّی کو دیکھنا جائز ہے جس کو دیکھ کر شہوت نہ پیدا ہوتی ہو البتہ بچّی کی شرمگاہ دیکھنا حرام ہے لیکن ماں وغیرہ کے لئے جائز ہے۔
مسلمان عورت مسلمان عورت کی طرف اور مرد مرد کی طرف بلا شہوت ناف سے گھٹنہ تک کے علاوہ باقی پورا بدن دیکھ سکتا ہے۔

۹ کافرہ عورت یا مسلمان زانیہ عورت مسلمان عورت کے بدن کے صرف اس حصّہ کو دیکھ سکتی ہے جو عموماً کام کاج کے لئے کھلے رہتے ہیں۔
امرد جمیل یعنی ایسا خوبصورت لڑکا جس کے داڑھی نہ نکلی ہو اس کو شہوت سے دیکھنا یا اس سے مصافحہ کرنا حرام ہے[1]
مراہق یعنی ایسا لڑکا جو بلوغ کے قریب ہو وہ بھی مرد کے حکم میں ہے جن صورتوں میں دیکھنا حرام ہے انھیں صورتوں میں چھونا بھی حرام ہے۔
اجنبی عورت یا امرد کے چہرہ کو چھونا بالکل حرام ہے۔ نامحرم عورت یا امرد کے ساتھ تنہائی میں رہنا بھی حرام ہے۔
عورت یا امرد کی آواز سے پردہ نہیں ہے اجنبی مرد اس کی آواز سن سکتا ہے لیکن اگر فتنہ کا خوف ہو یا بات چیت میں مزہ آرہا ہو تو اس کی آواز سننا حرام ہے ——— مرد کے لئے عورت کے کٹے ہوئے بال و ناخن وغیرہ اور مرد کے زیر ناف کٹے ہوئے بال کو دیکھنا ناجائز

---

[1] مغنی المحتاج ج ۳ ص ۱۳۱

ہے لہٰذا اس کو کسی برتن وغیرہ میں چھپانا یا دفن کرنا ضروری ہے۔[1]

پیغام بھیجنا

جو عورت کسی دوسرے کی عدّت میں ہو عدّت چاہے طلاق رجعی کی ہو یا بائن کی یا عدّتِ وفات ہو تو ایسی عورت کو صراحتًا نکاح کا پیغام بھیجنا حرام ہے۔

اور جو عورت کسی کی عدّت رجعیہ میں ہو اس کو اشارۃً بھی پیغام بھیجنا حرام ہے۔ اور رجعیہ کے علاوہ بقیہ عدّت میں اشارہ وکنایہ سے پیغام بھیجنا جائز ہے۔ البتہ نکاح عدّت پوری ہونے کے بعد ہوگا۔ نکاح کا پیغام پہونچانے سے پہلے نیز جواب دینے سے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھنا سنّت ہے مختصر خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ۔

ایک جگہ نسبت طے ہو جانے کے بعد دوسرا شخص بطیب خاطر اس کی اجازت کے بغیر وہاں پیغام نہیں بھیج سکتا، الّا یہ کہ قبول کے بعد ایک عرصۂ دراز گذر گیا ہو، اور مرد یا عورت کی جانب سے مستقل اعراض پایا جاتا ہو۔ اگر نسبت طے نہ ہوئی ہو تو دوسرا شخص پیغام بھیج سکتا ہے۔

---

[1] آج کل اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عورتیں کنگھا کر کے بال ناخن وغیرہ سڑکوں پر پھینک دیتی ہیں یہ درست نہیں ہے۔ عورتوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

اگر کسی سے پیغام بھیجنے والے کے بارے میں رائے معلوم کی جائے تو بقدر ضرورت اس کی خامیاں بتانا بھی واجب ہے اور یہ غیبت نہیں ہوگی۔

ارکانِ نکاح

ارکان نکاح پانچ ہیں:

(۱) بیوی (۲) شوہر (۳) ولی (۴) دو گواہ (۵) صیغہ:۔ صیغہ میں شرط یہ ہے کہ ولی کی جانب سے ایجاب ہو مثلاً عربی میں یوں کہے زَوَّجْتُكَ أَوْ أَنْكَحْتُكَ بِنْتِي فَاطِمَةَ اور دولہا فوراً ان الفاظ سے قبول کرے مثلاً تَزَوَّجْتُ یا نَكَحْتُ یا قَبِلْتُ نِكَاحَهَا اور ان الفاظ کے صرف ترجمہ سے بھی نکاح صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً ولی کہے میں نے اپنی بیٹی فاطمہ سے تمہارا نکاح کر دیا اور دولہا کہے میں نے اس سے نکاح قبول کر لیا۔

ایک متعین مدّت کے لئے نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں متعہ حرام ہے اور اس سے نکاح بھی صحیح نہیں ہوتا۔ نکاح سے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھنا سنّت ہے۔ خطبۂ مسنونہ یہ ہے۔

خطبۂ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ

فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ وَ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط۔
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا
اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ
رَقِيْبًا، يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا
قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ
مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَ بِالنِّكَاحِ وَنَدَبَ اِلَيْهِ وَوَعَدَ عَلَيْهِ
فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَآئِلٍ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ
مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ وَنَهٰى عَنِ السِّفَاحِ وَ
اَوْعَدَ عَلَيْهِ فَقَالَ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط
وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاكَحُوْا
وَتَنَاسَلُوْا وَتَكْثُرُوْا فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حَتّٰی بِالسَّقْطِ وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَ قَالَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیْسَرُہٗ مَؤُنَۃً وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَاءٌ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَزَوَّجَ بِامْرَأَۃٍ فَقَدْ اَحْرَزَ ثُلُثَیْ دِیْنِہٖ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی الثُّلُثِ الْبَاقِیْ وَ اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ لِیْ وَ لَکُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاسْتَغْفِرُوْہُ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اُس کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اُس سے مدد طلب کرتے ہیں اور ہم اُسی پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ہمارے نفس کے شرور سے اور ہمارے بُرے اعمال سے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سردار حضرت محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور اُن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا

تاکہ اُس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں اور اللہ تعالیٰ
رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر جو مخلوق میں سب سے
بہتر ہیں اُن کی آل واصحاب پر اور خوب سلامتی اور برکت نازل
فرمائے اما بعد میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے میں شروع
کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے' اے لوگو اپنے
پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُس سے اُس کا
جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے اور تم
اس خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو
اور قرابت سے بھی ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تم سے باخبر ہیں۔ اے ایمان والو
اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی
حالت پر جان مت دینا، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو
اللہ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور
جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی
کو پہونچے گا، سُن لو اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم دیا ہے اور اُس کو سُنت
قرار دیا ہے اور اُس پر وعدہ فرمایا ہے ارشاد باری ہے " اور تم میں جو
بے نکاح (رانڈ یا بیوہ) عورت ہو تو اُن کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے
غلام اور لونڈیوں میں سے جو اُس کے لائق ہوں اُن کا بھی اگر وہ مفلس
ہوں گے تو خدا تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ وسعت
والا اور خوب جاننے والا ہے "۔ اور بدکاری سے روکا ہے اور اس پر
دھمکی دی ہے اس کے بارے میں ارشاد باری ہے " اور زنا کے قریب

بھی نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات اور بُری راہ ہے" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ اور زیادہ کرو بیشک میں تمہارے ذریعہ فخر کروں گا تمام اُمتوں پر قیامت کے دن یہاں تک کہ حمل کے ذریعہ بھی اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میری سنّت ہے اور فرمایا جو میری سنّت سے اعراض کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں۔ اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے کم خرچ والا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ جننے والی اور زیادہ محبّت کرنے والی عورت سے نکاح کرو بیشک میں تمہارے ذریعہ تمام اُمتوں پر بڑھ جاؤں گا اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانو! تم میں سے جو صحبت کی استطاعت رکھے تو وہ شادی کرے بیشک یہ نگاہوں کو محفوظ کرتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھے تو وہ روزہ رکھے بیشک روزہ خواہش کو توڑ دیتا ہے اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے تم میں سے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس نے اپنے دو تہائی دین کی حفاظت کی اور باقی ثلث میں وہ اللہ سے ڈرے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں میرے تمہارے اور تمام مسلمانوں کے لئے پس اس سے مغفرت طلب کرو بیشک وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پھر قاضی ان الفاظ سے ایجاب وقبول کرائے گا یہ کلمات ولی اور دولہا دونوں سے کہلوائے۔

بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

پھر ولی سے عربی میں یہ الفاظ کہلوائے۔

یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ زَوَّجْتُكَ وَاَنْكَحْتُكَ بِنْتِیَ الْمُسَمَّاۃَ فَاطِمَۃَ الزَّہْرَاءَ عَلٰی مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مِنْ اِمْسَاكٍ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ وَبِالْمَہْرِ الْمَذْکُوْرِ وَرَضِیْتُ بِہَا وَبِہٖ۔

اور اگر ولی کی طرف سے وکیل ہو تو اگر باپ کا وکیل ہو تو بنتی کی جگہ بِنْتَ مُوَکِّلِی الْمُسَمَّاۃَ فُلَانَۃَ بِنْتَ فُلَانٍ کہے اور اگر کسی دوسرے ولی مثلاً بھائی چچا وغیرہ کا وکیل ہو تو مُوْلِیَۃَ مُوَکِّلِی الْمُسَمَّاۃَ فُلَانَۃَ بِنْتَ فُلَانٍ کہے۔

پھر دولہا سے یہ الفاظ کہلوائے:

تَزَوَّجْتُ وَنَكَحْتُ بِنْتَكَ الْمُسَمَّاۃَ فَاطِمَۃَ الزَّہْرَاءِ وَقَبِلْتُ مِنْكَ لِیْ نِكَاحَہَا وَتَزْوِیْجَہَا عَلٰی مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مِنْ اِمْسَاكٍ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ وَبِالْمَہْرِ الْمَذْکُوْرِ وَقَبِلْتُ بِہَا وَبِہٖ۔

پھر اردو میں اس طرح صیغہ تلقین کرے ولی کہے میں نے میری دختر ...... کو میری ولایت میں تمہارے ساتھ نکاح کرا دیا جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور مقررہ مہر ...... روپیہ پر میں راضی ہوا۔

دولہا کہے میں نے تمہاری دختر فلانی سے آپ کی ولایت میں نکاح کرلیا جس طرح اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور مقررہ مہر...... روپے پر میں نے نکاح قبول کیا خطبہ کے بعد دعا کرے۔

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ۔

اللہ تمہیں مبارک کرے اور تم پر برکتیں نازل فرمائے اور خیروخوبی و اتفاق کے ساتھ تمہیں رہنا نصیب کرے۔

(۲) دوسرا رکن نکاح میں بیوی ہے بیوی کے لئے شرط یہ ہے۔

(الف) وہ کسی کے نکاح یا عدّت میں نہ ہو۔

(ب) وہ نام یا اشارہ وغیرہ سے متعین ہو۔

(ج) وہ شوہر کی محرم نہ ہو۔

(د) بیوی مسلمان ہو۔

اہلِ کتاب سے نکاح

ہندو یا مجوسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہودی اور عیسائی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے [۱]

---

[۱] لیکن آج کل کے یہودیوں سے بالکل احتیاط کرنی چاہیئے یہ دین اسلام کے سخت ترین دشمن اور دینِ اسلام کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے (خطبی)

یہودی عورت سے نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نسلاً خالص یہودی ہو یعنی اس کے آباؤ اجداد حضرت عیسیٰؑ کی بعثت سے پہلے یہودی ہوئے ہوں اگرچہ ان کے آباروا جداد کے یہودی ہوتے وقت یہودیت میں تحریف ہو چکی ہو اور چاہے وہ محرف شدہ دین کو ماننے والے ہوں۔

عیسائی عورت سے نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نسلاً خالص عیسائی ہو یعنی اس کے آبار واجداد کا حضورؐ کی بعثت سے پہلے عیسائی ہونا ثابت ہو۔ اگرچہ ان کے آبار واجداد کے عیسائی ہوتے وقت عیسائیت میں تحریف ہو چکی ہو۔ لیکن وہ محرف شدہ دین کے قائل نہ ہوں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہوں۔ بیٹا نہ کہتے ہوں اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہوں جیسا کہ آج کل عام عیسائیوں کا حال ہے تو ان سے نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا حرام ہے[1]۔

محرمات

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے محرمات کہلاتی ہیں ان سے پردہ نہیں اور ان کو چھونے سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، محرمات نسبی سات ہیں:

۱۔ ماں خواہ کتنی ہی اوپر جیسے نانی دادی وغیرہ۔

۲۔ بیٹی خواہ کتنی ہی نیچی ہو جیسے نواسی پوتی وغیرہ۔

۳۔ بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی ہو یا اخیافی۔

---

[1] اعانۃ ج ۳ ص ۲۹۰

(۴) پھوپھی، حقیقی پھوپی، یا بالواسطہ جیسے باپ یا ماں کی پھوپھی

(۵) خالہ حقیقی خالہ یا بالواسطہ جیسے ماں یا باپ کی خالہ۔

(۶) بھتیجی چاہے بھائی کی بیٹی ہو یا بھائی کی اولاد کی بیٹی۔

(۷) بھانجی چاہے بہن کی بیٹی ہو یا بہن کی اولاد کی بیٹی۔

جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں لیکن بعض لوگوں نے چار عورتوں کو اس اصول سے مستثنیٰ کیا ہے۔

(۱) بھائی کی دائی (۲) پوتے کی دائی (۳) بیٹے کی دائی کی ماں

(۴) بیٹے کی دائی کی بہن۔

رضاعت

رضاعت کے ثبوت کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱۔ دائی کے نو سال پورے ہو چکے ہوں۔

۲۔ بچہ کی عمر دو سال سے کم ہو۔

۳۔ بچہ نے الگ الگ پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو[۱]۔

بچہ کے دودھ پینے کے بعد دائی اس کی رضاعی ماں ہوتی ہے اور رضاعی ماں کا شوہر جس کی وجہ سے دودھ پیدا ہوا

---

[۱] اگر عورت کا دودھ دوہ کر پلا یا جائے یا کسی چیز میں ملا کر پلا یا جائے یا ناک میں ڈالا جائے ہر صورت میں رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ کسی عورت کا خون چڑھانے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

ہے اس کا باپ ہو گا اسی طرح اس بچہ پر نسبی رشتہ کی طرح تمام رضاعی رشتے بھی حرام ہوں گے، اور دائی پر صرف اس بچہ کی اولاد حرام ہوگی بچّہ کے والد یا بھائی وغیرہ حرام نہیں ہوں گے[۱]

مصاہرت

سسرالی رشتہ کی چار عورتیں حرام ہیں:

(۱) بیوی کی ماں نسبی ہو یا رضاعی خواہ کتنی ہی اوپر ہو جیسے نانی دادی وغیرہ

(۲) بیوی کی اولاد دوسرے شوہر سے جبکہ اس بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔

(۳) بیوی کے باپ دادا وغیرہ کی بیوی۔

(۴) بیٹے پوتے نواسے وغیرہ کی بیوی۔

ایسی دو عورتوں کو زوجیت میں جمع کرنا حرام ہے۔ کہ اگر ان دونوں میں سے اگر کسی کو مرد تصور کیا جائے تو دونوں کا آپس میں نکاح کرنا حرام ہو۔

لہذا بیوی کے ساتھ اس کی بہن پھوپھی یا خالہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا حرام ہے[۲] البتہ ایک بہن کے انتقال یا طلاق بائن کے بعد

---

[۱] ٹیسٹ ٹیوب کا عمل غیر فطری ہے لیکن اگر شوہر کا مادہ منویہ بیوی میں داخل کیا گیا ہو تو اس سے نسب رضاعت وراثت وغیرہ کے احکام ثابت ہوں گے اور اجنبی کا مادہ داخل کرنا حرام ہے اور وہ اولاد ناجائز ہو گی جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو گا

[۲] بیوی کی بہن سے بیوی کی حیات میں نکاح کرنا حرام ہے لیکن شرعًا اس سے پردہ کرنا واجب ہے، دیور کو حدیث میں بہت خطرناک قرار دیا گیا ہے۔

دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

نکاح کا تیسرا رکن شوہر ہے۔ شوہر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ متعین ہو مختار ہو، اس کو نکاح پر مجبور نہ کیا گیا ہو، محرم نہ ہو اور مسلمان ہو، مسلمان عورت کے لئے کسی عیسائی یا یہودی مرد کے ساتھ شادی کرنا بالکل حرام ہے نابالغ لڑکے کا نکاح ضرورت کے بنا پر اس کے باپ دادا کر سکتے ہیں۔

نکاح کے شاہد وگواہ

نکاح کا چوتھا رکن دو گواہ ہیں، دونوں گواہوں میں دس شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مسلمان ہوں (۲) بالغ ہوں (۳) عاقل ہوں (۴) آزاد ہوں (۵) مرد ہوں (۶) ثقہ ہوں (۷) ایجاب وقبول کرنے والوں کی زبان سے واقف ہوں (۸) کوئی گونگا نہ ہو (۹) کوئی بہرا نہ ہو (۱۰) وہ خود ولی نہ ہو۔

ولی

نکاح کا پانچواں رکن ولی ہے، نکاح کے لئے عورت کی طرف سے ولی ہونا ضروری ہے۔ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی اور نہ دوسری عورت کا نکاح کروا سکتی ہے، ولی بننے کے لئے چھ شرائط ہیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) مرد ہو (۶) بڑھاپے کی وجہ سے عقل کم نہ ہوئی ہو (۷) ثقہ ہو لیکن بعض متاخرین فقہائے نے فرمایا ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے۔ اگر اصل ولی میں ان میں سے

کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کے بعد کا آدمی ولی ہوگا، ولی ترتیب وار یہ ہیں۔
(۱) باپ (۲) دادا (۳) حقیقی بھائی (۴) علّاتی بھائی (۵) حقیقی بھائی کا لڑکا (۶) علّاتی بھائی کا لڑکا (۷) حقیقی چچا (۸) علّاتی چچا (۹) حقیقی چچا کا لڑکا (۱۰) علّاتی چچا کا لڑکا۔ ولایت اسی ترتیب سے آگے چلے گی۔[۱]

لونڈی کا ولی اس کا مالک ہے چاہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں اس علاقہ کا قاضی یا نائب قاضی ولی ہوگا۔

(۱) مندرجہ بالا اولیاء میں سے کوئی نہ ہو۔

(۲) اس کا قریب ترین ولی حدِ قصر سے باہر ہو اور اس ولی کا کوئی وکیل بھی نہ ہو۔

---

[۱] اگر ایک ہی درجہ کے کئی ولی جمع ہو جائیں مثلاً بھائی چچا وغیرہ تو اگر لڑکی نے ہر ایک کو الگ اجازت دی ہو تو ان میں سے ہر بھائی بقیہ کی اجازت سے ولی ہو سکتا ہے۔ اس میں افضل زیادہ فقیہ پھر زیادہ متقی پھر سب سے بڑا بھائی ہے اگر اس نے صرف ایک بھائی کو اجازت دی ہو تو وہی ولی بنے گا اس کو کفو سے شادی کرنے کے لئے دوسرے بھائیوں کی اجازت ضروری نہیں ہے البتہ یہ دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے اور غیر کفو سے شادی کرنا ہو تو سب کی اجازت ضروری ہے۔ اگر لڑکی بیک وقت سب کو اجازت دے تو سب ولی ہوں گے وہ سب مل کر کسی ایک بھائی کو اپنا وکیل بنائیں گے اگر ہر بھائی کی یہ خواہش ہو کہ نکاح میں پڑھاؤں گا تو قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔

(اعانۃ الطالبین ج ۳ ص ۳۱۴)

(۳) حد قصر کے اندر کہیں غائب ہو، لیکن اس تک پہنچنا یا اس کا آنا دشوار ہو۔

(۴) ولی روپوش ہو اور اس کا پتہ ہی نہ ہو۔

(۵) کسی عاقلہ بالغہ کے اپنے کفو سے نکاح کی درخواست کے باوجود نکاح کر دینے کے لئے ولی تیار نہ ہو۔

اگر ولی مجبر نے باکرہ لڑکی کے لئے کسی کفو کا انتخاب کیا ہو اور لڑکی نے اپنے لیے کسی دوسرے کفو کا انتخاب کیا ہو اور ولی مجبر اس سے نکاح کر دینے کے لئے تیار نہ ہو تو اس صورت میں قاضی ولی نہیں ہو سکتا بلکہ ولی مجبر ہی اپنے منتخب کفو سے نکاح کرائے گا چاہے اس کا منتخب کفو لڑکی کے منتخب کفو سے کم درجہ کا ہو۔

اگر ولی غیر مجبر ہو مثلاً بہن یا ثیبہ بیٹی کا نکاح کرنا ہو تو لڑکی کے منتخب کفو سے نکاح کیا جائے گا اگر ولی اس پر تیار نہ ہو تو قاضی نکاح کرائے گا۔

عورتوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ثیبہ (۲) باکرہ

(۱) ثیبہ: وہ عورت ہے جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔

(۲) باکرہ: وہ عورت ہے جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل نہ ہوئی ہو۔

ولی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ولی مجبر (۲) ولی غیر مجبر

(۱) باپ اور دادا ولی مجبر ہیں (۲) باپ اور دادا کے علاوہ

باقی تمام ولی غیر مجبر ہیں۔

ولی مجبر باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے بشرطیکہ نکاح کفو سے ہو اور مہر مثل پر ہو، ولی مجبر کے لئے باکرہ سے اجازت لینا سنّت ہے اور ثیبہ سے اجازت لینا ضروری ہے۔ ولی غیر مجبر باکرہ اور ثیبہ دونوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا، اجازت ان جیسے الفاظ سے لی جائے گی: میں تمہارا نکاح فلاں ابن فلاں سے کرنا چاہتا ہوں کیا تم راضی ہو۔ ؟

چونکہ بلوغ سے پہلے کی اجازت کا اعتبار نہیں ہے اس لئے نابالغہ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کرا سکتا۔ اسی طرح ثیبہ کا نکاح بلوغ سے پہلے کوئی بھی نہیں کرا سکتا۔ ثیبہ پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبانی اجازت دے اور اجازت طلب کرنے پر باکرہ کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے بالغہ باکرہ کی اجازت پر غیر کفو سے اس کی شادی کرنا بھی جائز ہے۔ نابالغہ کی شادی غیر کفو سے کرنا صحیح نہیں ہے باکرہ اور ثیبہ کی اجازت پر دو آدمیوں کو گواہ بنانا سنّت ہے۔

نکاح میں وکالت

ولی مجبر یا غیر مُجبر کو یہ حق حاصل ہے کہ لڑکی کے نکاح کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنائے یعنی دو گواہوں کے سامنے ولی وکیل کو صراحتًا یہ اجازت دے کہ اس لڑکی کا نکاح فلاں سے کر دو، ولی مجبر لڑکی کی اجازت کے بغیر نیز شوہر کو متعین کئے بغیر کسی کو نکاح کرانے کی وکالت دے سکتا ہے البتہ

وکیل ولی سے زیادہ احتیاط کے ساتھ شادی کرائے گا۔

ولی غیر مجبر پر یہ ضروری ہے کہ لڑکی سے پہلے نکاح کی اجازت لے اور اگر لڑکی نے شوہر کو متعین کر دیا ہو تو ولی وکیل سے بھی اس کی تعیین کر دے۔

شوہر بھی قبول نکاح کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے جو شوہر کی طرف سے نکاح قبول کرے گا۔ اگر وکیل کسی کا نکاح کر رہا ہو تو اس پر اپنی وکالت کا ثبوت پیش کرنا بھی ضروری ہے اور اس کا ثبوت دو گواہ ہیں وکالت ثابت ہونے سے پہلے قاضی کے لئے نکاح پڑھانا جائز نہیں لیکن اگر ثبوت سے پہلے نکاح پڑھا دے اور بعد میں وکالت ثابت ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا۔

کفائت

کفائت کے معنی برابری کے ہیں نکاح کے لئے ضروری ہے کہ مرد عورت کے برابر کا ہو، یا اس سے اچھا ہو عورت سے کم درجہ کا نہ ہو، کفائت عورت اور ولی کا حق ہے، اگر یہ دونوں راضی ہوں تو غیر کفو سے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر قاضی ولی ہو تو عام حالات میں عورت کی اجازت کے باوجود غیر کفو سے نکاح نہیں کرا سکتا۔

کفائت میں پانچ باتوں کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۱) آزادی، غلام آزاد عورت کا کفو نہیں ہے۔

(۲) دینداری۔ فاسق و بدعتی شخص کسی دیندار اور سنی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا۔

(۳) خاندان : عربی عورت عجمی کی، سید خاندان کی عورت غیر سید خاندان

کی یا کسی اچھے خاندان کی عورت کسی معمولی خاندان کی کفو نہیں ہے[1]۔

(۴) پیشہ:۔ جس عورت کے خاندان کا پیشہ اچھا ہو معمولی پیشہ والا اس کا کفو نہیں ہوسکتا ہے۔ عالم۔ تاجر، درزی، جھاڑو دینے والا، قصاب، حجّام، ان میں سے پہلا دوسرے کے مقابلہ میں اچھا خاندان مانا جاتا ہے۔ عالم کی بیٹی تاجر کا کفو نہیں ہے، تاجر کی بیٹی کا درزی کفو نہیں ہے اور درزی کی بیٹی، قصاب کی کفو نہیں ہے۔

(۵) عیوب نکاح سے پاک ہونا۔ کسی عورت کا کوئی ایسا شخص کفو نہیں ہوسکتا جس میں کوئی عیب نکاح پایا جائے، چاہے اس عورت میں وہی عیب پایا جاتا ہو۔

مالداری میں کفائت کا اعتبار نہیں۔ نیز کفائت میں عورت کا مرد سے بہتر ہونا ضروری نہیں، لہذا ولی نابالغ لڑکے کا نکاح معمولی خاندان کی لڑکی سے کرسکتا ہے لیکن بلوغ کے بعد لڑکے کو اختیار حاصل ہوگا۔

عیوب نکاح

بیوی میں مندرجہ ذیل عیوب میں سے کوئی ایک عیب پایا جائے تو شوہر نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔

(۱) جنون (پاگل پن) (۲) جذام (کوڑھ) (۳) برص (سفید داغ) (۴) رتق (گوشت کی وجہ سے محل جماع بند ہو (۵) قرن (ہڈی کی وجہ سے محل جماع بند ہو)

---

[1] اعتبار صرف باپ کے خاندان کا ہوتا ہے۔ ماں کے خاندان کا نہیں ہوتا۔

شوہر میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب پایا جائے تو بیوی نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(۱) جنون (۲) جذام (۳) برص[1] (۴) جَب (عضو تناسل کٹا ہو)

(۵) عنت، یعنی کمزوری کی بنا پر جماع سے عاجز ہو۔

شوہر یا بیوی میں سے کسی میں ان میں سے کوئی عیب پایا جائے تو فوراً فسخ نکاح کے لئے حاکم یا قاضی کے پاس معاملہ پیش کرنا ہوگا۔ اور قاضی تحقیق و طبی معائنہ کے بعد نکاح فسخ کرائے گا۔ شوہر یا بیوی خود سے نکاح فسخ نہیں کر سکتے۔

تعدد ازواج

آزاد مرد بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے یا کسی کو طلاق بائن دیدے تو پھر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

غلام بیک وقت زیادہ سے زیادہ دو عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

---

[1] ان امراض کے ساتھ آتشک اور سوزاک ایڈز جیسی بیماریوں کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

لونڈی سے نکاح

آزاد مرد پر ضروری ہے کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرے لیکن وہ چار شرائط کے ساتھ لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے۔

۱۔ اس کو آزاد عورت کا مہر دینے کی قدرت نہ ہو۔

۲۔ اس کے قبضہ میں کوئی لونڈی نہ ہو۔

۳۔ زنا کا خوف ہو۔

۴۔ لونڈی مسلمان ہو۔

غیر مسلم کا نکاح

دو کافر یا عیسائی میاں بیوی ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے نکاح اب بھی باقی ہے۔

کوئی غیر مسلم اسلام لائے اور اس کی بیوی یہودی یا عیسائی ہو تو نکاح برقرار رہے گا۔

اگر کسی غیر مسلم کے نکاح میں کوئی ہندو یا مجوسی عورت ہو اور دونوں میں سے ایک قبل از صحبت اسلام لائے تو نکاح کا رشتہ فوراً ختم ہو جائے گا۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک صحبت کے بعد اسلام لائے اور دوسرا عدت کے اندر اسلام لے آئے تو نکاح باقی رہے گا۔ اور اگر عدت کے بعد اسلام لائے تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔

مہر

مہر وہ مال ہے جو نکاح کی وجہ سے شوہر پر واجب ہوتا ہے[۱]
مجلسِ نکاح میں مہر کی مقدار متعین کر لینا سنّت ہے۔ مجلسِ نکاح میں مہر کا ذکر نہ کرنے سے نکاح صحیح ہو گا لیکن یہ مکروہ ہے۔ مہر کم از کم اتنا ہونا ضروری ہے جو کسی بھی چیز کی قیمت بن سکے اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد متعین نہیں۔ نیز ہر وہ چیز جس کی منفعت معلوم ہو اس کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسے قرآن مجید کی تعلیم یا کوئی اور علم وصنعت وغیرہ سکھانا۔ سنّت یہ ہے کہ مہر میں چاندی دی جائے۔ اور یہ بھی سنّت ہے کہ وہ دس درہم خالص چاندی یا اس کی قیمت سے کم — یا پانچ سو درہم خالص چاندی — یا اس کی قیمت سے زیادہ نہ ہو، دس درہم ۲ تولہ ساڑھے سات ماشہ یا ۳۰ گرام کے برابر ہوتا ہے اور پانچ سو درہم ایک سو اکتیس تولہ اور تین ماشہ ۸ ۳ ، ۱۵۳۰ گرام کے برابر ہوتا ہے۔

اگر کوئی مباشرت کے بعد طلاق دے یا نکاح کے بعد قبل از مباشرت دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے، تو پورا مہر واجب ہوتا ہے۔ نکاح کے بعد صحبت سے پہلے عورت کے کسی عیب کی وجہ سے مرد نکاح فسخ کرے

---

[۱] مہر کے علاوہ شوہر کی طرف سے جو کپڑا زیور وغیرہ دیا جاتا ہے اس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے اور یہ سنّت نہیں ہے اور اس میں غلو کرنا اسراف ہے اور اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یا مرد کے کسی عیب کی وجہ سے عورت نکاح فسخ کر دے تو پورا مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ اور صحبت سے پہلے طلاق یا خلع کی صورت میں نصف مہر ساقط ہو جاتا ہے۔

کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غیر عورت سے صحبت کی تو اس کو مہر مثل دینا ہوگا۔

مہر مثل :۔ اگر مجلس عقد میں مہر کی مقدار متعین نہ ہوئی ہو یا نکاح کے بعد اس کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر مثل مہر کی اُس مقدار کو کہتے ہیں جو اس بیوی کی بہنوں یا پھوپھیوں وغیرہ کے لئے مقرّر کی گئی ہو۔ مہر ولی معاف نہیں کر سکتا۔ البتہ عورت خود معاف کر سکتی ہے۔ لیکن زبر دستی کی معافی کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اگر کوئی عاقلہ بالغہ بغیر مہر کے اپنا نکاح کرائے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اور شوہر پر مہر مثل واجب ہوگا۔

متعہ

اگر بغیر مہر کے نکاح کی صورت میں صحبت سے پہلے طلاق ہو جائے تو صرف متعہ واجب ہوگا۔

مہر متعین ہونے کی صورت میں اگر صحبت کے بعد طلاق ہو جائے تو متعہ بھی واجب ہوتا ہے۔ متعہ کی کوئی مقدار متعین نہیں۔ سنّت یہ ہے کہ تیس درہم یعنی نوے گرام چاندی سے کم نہ ہو اگر متعہ کی مقدار میں اختلاف ہو جائے تو قاضی حالات دیکھ کر مقدار متعین کر دے گا۔

ولیمہ

ولیمہ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں جو کسی خوشی کے موقع پر دی جاتی ہے ولیمۃ العرس سے مراد وہ دعوت ہے جو عقد نکاح کے بعد شوہر کی جانب سے دی جاتی ہے اور عرفاً اس کو صرف ولیمہ کہتے ہیں۔ مرد (دلہا) کے لئے ولیمہ کرنا سنّت مؤکدہ ہے۔ عورت (دلہن) کے لئے سنّت نہیں ہے[1] لہذا لڑکی والوں کے یہاں کسی طرح کی دعوت کا اہتمام غیر مسنون ہے۔ ولیمہ میں کھانے کی کوئی قسم یا مقدار متعین نہیں ہے نکاح کے بعد جو شربت یا مٹھائی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے وہ بھی ولیمہ میں شامل ہے[2] البتہ مستطیع کے لئے کم از کم ایک بکری ذبح کرنا افضل ہے۔

ولیمہ کا وقت نکاح کے بعد شروع ہوتا ہے نکاح سے پہلے دعوت کرنے پر ولیمہ کی سنّت ادا نہیں ہوتی البتہ صحبت کے بعد ولیمہ کرنا افضل ہے ——— ولیمہ کی دعوت قبول کرنا اور اس میں شرکت کرنا واجب ہے چاہے وہ خود بلائے یا کسی ثقہ آدمی کے ذریعہ بلائے یا کسی باشعور کے ذریعہ دعوت نامہ

---

[1] حاشیہ تحفۃ المحتاج ج ۷ صـ ۴۲۳ [2] مغنی المحتاج ج ۳ صـ ۲۴۵

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح کے بعد بطور ولیمہ صرف کھجور پنیر و مکھن کا بنا ہوا کھانا کھلایا تھا بخاری ج ۲ صـ ۷۷۷

بھیجے۔ کھانا پینا واجب نہیں بلکہ سنّت ہے اور اگر کوئی عذر پایا جائے تو وجوب ختم ہو جاتا ہے۔

اعذارِ ولیمہ

ولیمہ قبول کرنا واجب ہے، لیکن ان صورتوں میں ولیمہ قبول کرنا حرام ہے۔

۱۔ دعوت گاہ میں کوئی منکر یعنی غیر شرعی چیز ہو مثلاً کسی جاندار کی تصویر ہو یا عورتوں اور مردوں کا اختلاط یا گانا وغیرہ ہو۔ اور اس کے جانے پر منکر ختم ہونے کی امید نہ ہو۔

۲۔ اگر حرام مال سے دعوت کر رہا ہو تو کھانا تو درکنار جانا ہی حرام ہے۔

۳۔ اگر داعی[1] کے یہاں کوئی فحش اور جھوٹی باتوں کے ذریعہ ہنسانے والا ہو تو جانا حرام ہے۔

ان صورتوں میں دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔

(۱) داعی کا اکثر مال حرام ہو۔

(۲) رشتہ داروں یا پڑوسیوں میں سے فقراء کو چھوڑ کر صرف مالداروں کو بلایا جائے۔

(۳) ولیمہ کی دعوت میں تیسرے دن بلائے۔

(۴) داعی یا مدعو غیر مسلم ہو، لیکن اگر اس کے اسلام لانے کی امید

---

[1] داعی دعوت کرنے والے کو کہتے ہیں اور مدعو اسے کہتے ہیں جس کو دعوت دی جائے۔

ہو یا وہ رشتہ دار یا پڑوسی ہو تو سنت ہے۔ ان صورتوں میں دعوت میں شرکت واجب نہیں ہے لیکن جائز ہے۔

۱۔ مدعو کے لئے اعذار جماعت میں سے کوئی عذر ہو۔

۲۔ دعوت کی غرض مباہات دکھاوا وریا ہو۔

۳۔ دعوت کرنے والا فاسق ہو۔

۴۔ دعوت کرنے والا بدمعاش ہو جیسے ظالم چور وغیرہ۔

۵۔ دعوت کرنے والے کئی ایک ہوں یعنی ایک ہی وقت میں کئی جگہ دعوت ہو اگر ایسا ہو تو پہلے بلانے والے کے گھر جائیں گے۔ اگر دونوں ساتھ دعوت دیں تو قریبی رشتہ دار کے گھر اگر دونوں رشتہ میں برابر ہوں تو جس کا گھر قریب ہو، پھر بھی اگر برابر دوری پر ہو تو قرعہ ڈالنا واجب ہے۔

۶۔ حاکم گورنر یا قاضی ہو لیکن اگر داعی باپ یا اولاد میں سے ہو تو واجب ہے۔

۷۔ دعوت گاہ میں دربان سے اجازت لینی پڑتی ہو۔

۸۔ مدعو کے معذرت طلب کرنے پر داعی عذر قبول کر لے۔

۹۔ دعوت کے وقت اس سے اہم کام مثلاً نماز جنازہ یا عدالت میں گواہی دینے کا کام ہو۔

۱۰۔ مدعو کو معین کر کے بلایا نہ جائے بلکہ اعلان یا بورڈ لگا دیا جائے۔

۱۱۔ دعوت کرنے والی اجنبی عورت ہو۔

---

[1] دلہے کی اجازت سے اس کی طرف سے کوئی دوسرا مرد یا عورت ولیمہ کر سکتی ہے۔

۱۲۔ ولیمہ کا وقت عقد کے بعد شروع ہوتا ہے نکاح سے پہلے کی دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔ عقد نکاح کے بعد کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

۱۳۔ داعی یا مدعو میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو جیسے امرد ہونا۔

۱۴۔ اختلاف جنس مثلاً عورت کو دعوت دینے کی صورت میں خلوت سے مامون نہ ہو۔

۱۵۔ عورت کے لئے شوہر کی اجازت نہ ہو[1]

۱۶۔ ولیمہ کا ہدیہ کسی خوف حیا یا تکلف کی وجہ سے بھیجے۔

۱۷۔ دعوت محجور[2] کے مال سے ہو۔

۱۸۔ دعوت باپ اور دادا کے علاوہ کسی دوسرے کے مال سے ہو۔[3]

۱۹۔ دعوت صریح لفظ سے نہ ہو جیسے آپ تشریف لا سکتے ہیں)۔

۲۰۔ ولیمہ کی دعوت میں دوسرے دن بلائے۔

۲۱۔ دعوت کی وجہ خوف یا جاہ کی طلب یا حیا ہو محبت نہ ہو

۲۲۔ وہاں شریر قسم کے لوگ ہوں جس سے مدعو کو تکلیف ہوتی ہو۔

---

[1] حضرت تھانویؒ نے شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کو جانے سے یا ان کو اجازت دینے سے منع کیا ہے اس لئے کہ وہاں عموماً بے پردگی کا اندیشہ رہتا ہے۔

[2] محجور کی تفصیل ص۵۳ میں گذر چکی ہے

[3] (۱۳) تا (۱۸) بحوالہ قلیوبی وعمیرہ ج ۳ ص۲۹۶

۲۳۔ داعی کے مال میں حرام ہونے کا شبہ ہو۔

۲۴۔ دعوت میں اتنی بھیڑ ہو کہ بیٹھنے کی جگہ نہ ہو۔

۲۵۔ دعوت میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہو جن کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہ ہو[1]

روزہ دار کے لئے بھی شریک ہونا واجب ہے اگر روزہ قضا یا نذر کا ہے تو توڑنا حرام ہے۔ اور اگر نفل ہے نیز میزبان کا توڑنے پر اصرار ہے تو توڑنا افضل ہے ورنہ پورا کرنا افضل ہے اگر داعی اور مدعو کے درمیان عداوت ہو تو عداوت عذر نہیں ہے۔

اعذار جماعت وجمعہ

۱۔ بارش اتنی ہو کہ کپڑا بھیگ جائے۔ (۲) بارش کے بعد چھت سے پانی گر رہا ہو (۳) راستہ میں کیچڑ ہو (۴) سخت گرمی ہو (۵) سخت سردی ہو (۶) شدید تاریکی ہو (۷) بہت بیمار ہو۔ (۸) پاخانہ یا پیشاب کی حاجت ہو (۹) مسجد جانے کے لئے مناسب کپڑا نہ ہو (۱۰) مسافر کے لئے ساتھیوں کے چھوٹنے کا ڈر ہو (۱۱) کسی معصوم کی آبرو یا مال کو خطرہ ہو۔ (۱۲) کسی قرض خواہ کے قید کرنے کا اندیشہ ہو (۱۳) کسی بیمار کی تیمار داری کرنی ہو (۱۴) کوئی رشتہ دار یا دوست سکرات کی حالت میں ہو ۔

(۱۵) سخت بھوک لگی ہو (۱۶) سخت پیاس لگی ہو۔ (۱۷) نابینا ہو اور کوئی رہبر نہ ہو۔

نوٹ: ان اعذار کی بنا پر اگر جماعت چھوٹ جائے تو جماعت کا ثواب مل جائے گا اور انہی اعذار کی وجہ سے ولیمہ میں شرکت نہ کرنا بھی جائز ہے۔

کھانے کی سنّتیں

۱۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد منہ اور دونوں ہاتھ گٹّوں تک دھونا۔[۱]

۲۔ دستر خوان بچھانا۔

۳۔ بیٹھنے کے دو طریقے ہیں (۱) ایک زانوں یعنی داہنا پیر کھڑا کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا (۲) دو زانوں یعنی نماز کی ہیئت میں بیٹھنا۔

۴۔ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر یا بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر یا پالتی مار کر نہ کھانا۔[۲]

۵۔ کھانے کے شروع میں کچھ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اگر عمدہ ولذید کھانا ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھنا[۳] اور اگر درمیان میں یاد آئے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ[۴] پڑھنا اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے سے فارغ

---

[۱] فتح المعین [۲] جمع الوسائل فی شرح الشمائل [۳] حصن حصین ص ۱۵۳
[۴] ترمذی ج ۲ ص ۸

ہونے پر قل ھو اللہ پڑھنا[1]

۶۔ دائیں ہاتھ سے کھانا۔

۷۔ اپنے سامنے سے کھانا اور اگر کھانے میں مختلف چیزیں ہوں تو جہاں سے چاہے کھا سکتا ہے۔

۸۔ کوئی سوکھی چیز ہو تو تین انگلیوں سے کھانا۔

۹۔ ایک ساتھ کھانا۔

۱۰۔ اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ کھانا۔

۱۱۔ پیٹ بھرنے کے بعد پھر کھانا مکروہ ہے اور ضرر کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔

۱۲۔ پلیٹ و پیالہ صاف کرنا۔

۱۳۔ انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنا۔

۱۴۔ کھانے یا پانی میں پھونکنا مکروہ ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی دانہ یا لقمہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھا لینا۔

۱۶۔ کھانے میں عیب لگانا مکروہ ہے۔

۱۷۔ کسی وجہ سے نوالہ منہ سے نکالنا پڑے یا خلال کرنے پر جو گوشت وغیرہ نکلے اسے نہ کھانا۔

---

[1] الاذکار ص۲۰۷

۱۸۔ کھانے کی تعریف کرنا۔

۱۹۔ کھانے کے دوران اچھی باتیں کرنا لیکن زیادہ باتیں نہ کرے۔

۲۰۔ دسترخوان اٹھاتے وقت یہ دُعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔[۱]

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بہت بہت اور پاکیزہ بابرکت شکر نہ اس کھانے سے کفایت کی جاسکتی ہے اور نہ اس کو خیرباد کہا جاسکتا ہے اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے۔ اے ہمارے پروردگار۔

۲۱۔ کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔[۲]

ترجمہ: "تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔"

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش پڑھنا۔

۲۲۔ کھانے سے فارغ ہونے کے پہلے کھانا اور دسترخوان اٹھایا جائے پھر کھانے والا آدمی اٹھے۔[۳]

---

[۱] الاذکار صـ۲۳۴ عن بخاری و ابوداؤد صـ۵۳۸ ابن ماجہ صـ۲۴۵

[۲] ابوداؤد صـ۵۳۸ [۳] ابن ماجہ صـ۲۴۵

پینے کی سنّتیں

۱۔ کچھ پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا۔
۲۔ تین سانس میں پینا۔
۳۔ پینے سے پہلے پانی دیکھ لینا۔
۴۔ کھڑے ہوکر نہ پینا۔
۵۔ پیتے وقت ہر گھونٹ پر الحمدُ للہ اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ[1] یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانَا بِرَحْمَتِہٖ مَاءً عَذْبًا فُرَاتًا وَلَمْ یَجْعَلْہُ بِذُنُوْبِنَا مِلْحًا اُجَاجًا کہے۔

ترجمہ: تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں میٹھا اور خوش گوار پانی پلایا۔ اور اس کو ہمارے گناہوں کی بدولت بہت کھارا نہیں بنایا۔

دودھ پی کر یہ دُعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ[2]

ترجمہ: اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے زیادہ دے

کسی کے کچھ پلانے پر یہ دُعا بھی پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

ترجمہ: اے اللہ جس نے مجھے کھلایا اسے تو بھی کھلا اور جس نے مجھے پلایا اسے تو بھی پلا۔

---

[1] حواشی تحفہ ج ۷ ص ۳۸۴ [2] حصن حصین ص ۱۵۴

مہمان کے آداب

اگر کسی کے گھر میں مہمان آئیں تو میزبانی کے آداب یہ ہیں:

۱۔ مہمان کا استقبال و اکرام کرنا۔

۲۔ کھانا لگ جانے کے بعد مہمان کو کھانا شروع کرنے کی اجازت دینا[۱]۔

۳۔ اگر مہمان نے کم کھایا ہو تو اس کو کھانے پر اصرار کرنا لیکن تین مرتبہ سے زیادہ اصرار نہ کرے۔

مہمان کے آداب یہ ہیں:

۱۔ کھانا لگ جانے کے بعد میزبان کی اجازت ضروری نہیں البتہ میزبان کو اگر کسی کا انتظار ہو تو پھر ضروری ہے۔

۲۔ مہمان کے لئے جائز نہیں کہ کھانا کسی سائل، بچہ یا بلی وغیرہ کو دے یا اس کو اپنے گھر لے جائے الّا یہ کہ اس کو میزبان کی رضامندی کا علم یا اجازت ہو۔

۳۔ اگر کوئی خاص کھانا مخصوص افراد کے لئے پیش کیا جائے تو عام مہمانوں کے لئے وہ کھانا لینا حرام ہے۔

۴۔ کھانا کم ہو تو حرص کی وجہ سے بڑے بڑے لقمے کھانا حرام ہے۔

۵۔ مہمان کے ہاتھ سے کوئی برتن ٹوٹ جائے تو مہمان ضامن ہوگا۔

۶۔ بغیر بلاوے کے دعوت میں شریک ہونا حرام ہے مگر یہ کہ تعلقات بہت

---

[۱] الاذکار عن بخاری ص۲۲۸

گھرے ہوں اور میزبان کی رضامندی کا علم ہو۔

۷۔ نکاح وغیرہ کے موقع پر مصری یا چھوارا لٹانا جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور اس کو اٹھا لینا بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

۸۔ ساتھیوں کا خیال رکھئے اور بیک وقت دو کھجور یا دو انگور وغیرہ نہ کھائیے۔

۹۔ اپنا پیٹ بھرنے کے بعد ساتھیوں کے فارغ ہونے سے پہلے اپنا ہاتھ نہ اٹھائیے[1]

۱۰۔ مہمان کے گھر کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَ اسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

یا یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

ترجمہ: اے اللہ تو نے جو رزق ان کو دیا ہے اس میں اور برکت دے پھر ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔

یا یہ دُعا پڑھے:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ[3]

تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، اور فرشتے تمہارے لئے دُعا کریں۔

---

[1] ابن ماجہ ص۲۴۵ [2] حصن حصین ص۱۵۶ [3] ابوداؤد ص۵۳۸

بیویوں میں مساوات

اگر کسی کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان رات گزارنے میں مساوات برتنا واجب ہے اور نفقہ و کپڑا وغیرہ دینے میں مساوات قائم کرنا سنّت ہے، دو سوکنوں کو ایک گھر میں ان کی مرضی کے بغیر رکھنا جائز نہیں ہے۔

بیویوں کے پاس رات گزارنا واجب نہیں ہے لیکن جب وہ ان کے پاس رات گذارنا چاہے تو قرعہ ڈالے اور جس کے نام قرعہ نکلے اس کے پاس پہلے رات گزارے پھر بقیہ بیویوں کے پاس بھی اُسی کے بقدر رات گزارنا واجب ہے، چاہے وہ مرض یا حالت نفاس یا حالت حیض میں ہوں اگر مرد بیمار ہو تو بھی مساوات واجب ہے بشرطیکہ وہ نا فرمان نہ ہوں جس رات میں ایک بیوی کی باری ہو تو بلا ضرورت دوسری بیوی کے پاس نہ جائے البتہ دن میں معمولی ضرورت پر اور رات میں سخت ضرورت پر تھوڑی دیر کے لئے جا سکتا ہے۔ تمام بیویوں کی رضامندی کے بغیر کسی ایک کے پاس تین دن سے زائد نہ رہے جب کسی اور نئی بیوی سے شادی کرے اور وہ عورت باکرہ ہو تو مسلسل سات راتیں اس کے پاس گزارے اور اگر نئی بیوی ثیبہ ہو تو اس کے پاس تین راتیں گزارے۔ باکرہ نئی بیوی کے پاس سات اور ثیبہ نئی بیوی کے پاس تین رات گزارنے کے بعد پھر عام قاعدے کے مطابق باری باری سب کے پاس رات گزارے۔

اگر نئی بیوی ثیبہ اپنے پاس سات راتیں گزارنے کی درخواست کرے تو مرد سات رات رہ سکتا ہے۔ لیکن پھر وہ بقیہ بیویوں کے پاس سات راتوں کی قضا کرے گا۔ یعنی پھر ایک کے پاس سات سات راتیں گزارے گا۔ اور اگر ثیبہ بیوی کی درخواست کے بغیر سات راتیں گزارے تو صرف چار راتوں کی قضا کرے گا۔

جب دور یا قریب کے سفر کا ارادہ ہو تو قرعہ نکالے اور جس بیوی کا نام نکلے اس کو لے کر سفر میں چلا جائے۔ اور دوران سفر کے ایام کی قضا نہیں ہے۔ پھر جب منزل مقصود پر پہونچ کر مقیم ہو جائے تو دوران اقامت کے ایام کی قضا کرنا واجب ہے۔

بیوی کی نافرمانی

بیوی کو پاس بلانے پر اس کا نہ آنا۔ یا شوہر کے گھر بلانے پر نہ آنا یا شوہر کی اجازت یا مرضی کے بغیر گھر سے باہر جانا نافرمانی ونشوز کہلاتا ہے۔
اگر بیوی نافرمانی کرے یا اس کا اندیشہ ہو تو اس کو سمجھانا سنّت ہے۔ سمجھانے کے باوجود اگر نہ مانے تو اس کے پاس رات گزارنا چھوڑ دے۔ بات کرنا بند نہ کرے اور اگر بات چیت بند کر دینے سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہو تو یہ بھی جائز ہے پھر بھی اگر نافرمانی پر جمی رہے اور مارنے سے کچھ سدھرنے کا امکان ہو تو مارنا بھی جائز ہے لیکن اتنا سخت نہ مارے جس سے زخمی ہو یا خون نکلے یا ہڈی ٹوٹے۔ چہرہ اور نازک جگہ مثلاً کنپٹی پر مارنا بالکل جائز نہیں ہے۔ عورت اگر نافرمانی کرے تو وہ اپنے نفقہ اور

باری سے محروم ہو جائے گی۔ یعنی شوہر کو اس کے پاس رات گزارنا ضروری نہیں ہے۔

خلع

طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں ہے البتہ اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کچھ مال یا اپنا مہر دے کر شوہر کو آمادہ کر کے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے اس کو خلع کہتے ہیں۔

بلا وجہ خلع لینے والی عورتوں پر اللہ کے رسول ؐ نے لعنت فرمائی ہے، طلاق میں صرف مرد کی طرف سے ایجاب کافی ہے لیکن خلع میں ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول شرط ہے۔

اگر مرد خلع کی پیش کش کرتے ہوئے صرف اتنا کہے میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت کہے میں نے قبول کیا تو عورت کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا اور طلاقِ بائن پڑ جائے گی اگر شوہر کہے میں نے تم کو ایک ہزار روپے پر طلاق دی یا خلع کیا اور عورت اسی مجلس میں کہے کہ میں نے قبول کیا تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور عورت کے ذمہ ایک ہزار روپے واجب ہو جائیں گے اگر عورت قبول کرنے میں بہت زیادہ دیر لگائے یا بہت دیر تک غیر ضروری گفتگو کرتی رہے یا عورت مجلس کے اٹھنے کے بعد قبول کرے تو طلاق نہیں پڑے گی۔

اگر عورت کہے کہ مجھ کو ایک ہزار روپے پر طلاق دیدو اور مرد اسی

مجلس میں فوراً قبول کرلے تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور عورت پر ایک ہزار روپے واجب ہوں گے اور اگر مجلس سے اٹھنے کے بعد یا بہت دیر بعد طلاق دی تو طلاق رجعی پڑے گی اور عورت پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔ مندرجہ بالا تمام صورتوں میں قبول کرنے سے پہلے رجوع کرکے اپنی بات واپس لینا جائز ہے۔

اگر مرد بیوی سے یوں کہے کہ اگر تم ایک ہزار روپے دو تو تم کو طلاق، تو فوراً ایک ہزار دینا ضروری ہے۔ بیچ میں گفتگو کرنے سے یا بہت دیر کے بعد دینے سے خلع نہیں ہوگا اور اس صورت میں مرد اپنی بات واپس نہیں لے سکتا، اگر مرد یوں کہے جب بھی تم مجھ کو ایک ہزار روپے دیدو تو تم کو طلاق تو فوراً یا اسی مجلس میں روپیہ دینا یا قبول کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عورت جب چاہے روپیہ دے سکتی ہے اور مرد اپنی بات واپس نہیں لے سکتا۔

خلع یعنی مال دے کر علیحدگی بلفظ خلع بھی ہوسکتی ہے۔ اور بلفظ طلاق بھی مثلاً کہے میں نے تم کو ہزار روپے پر خلع کیا یا کہے میں نے تم کو ہزار روپے پر طلاق دی، اگر کوئی خلع کے لفظ سے عورت کو الگ کردے تو نکاح فسخ ہوجائے گا۔ اور عورت بائنہ ہوجائے گی پھر رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ لیکن وہ جتنی بار چاہے خلع کرکے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، اور اگر لفظ طلاق سے خلع کرے تو ایک طلاقِ بائن پڑے گی اور اگر تین طلاق دے تو تین طلاق پڑ جائے گی اور تین طلاق دینے کی صورت میں بغیر حلالہ کے دوبارہ اس سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اور ایک طلاق دینے کی صورت میں دوبارہ نکاح کرنے پر صرف دو طلاق دینے کا حق باقی رہے گا۔

خلع حالت طہر و حیض دونوں میں دینا جائز ہے۔

طلاق

نکاح کے قید و بند سے آزاد کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔ بیوی کی حالت کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) سنّی (۲) بدعی (۳) نہ سنّی نہ بدعی

۱۔ سنّی :۔ حیض والی عورت کو ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت نہ کی ہو۔

۲۔ بدعی :۔ عورت کو حالت حیض میں یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں اس سے مباشرت کی ہو۔ طلاق بدعی حرام ہے لیکن دینے سے واقع ہو جاتی ہے۔

۳۔ نہ سنی نہ بدعی :۔ آئسہ یعنی جس کو حیض نہ آتا ہو صغیرہ، حاملہ، خلع لینے والی، غیر مدخولہ یعنی جس کے ساتھ شوہر نے صحبت نہ کی ہو، حاکم کی طلاق یا شوہر کچھ عوض دے کر طلاق دے ان تمام صورتوں میں مرد جب چاہے طلاق دے سکتا ہے۔

طلاق کا حکم

عام حالات میں بلا وجہ طلاق دینا مکروہ ہے۔ اگر عورت کے حقوق ادا نہ کر سکے تو طلاق دینا سنّت ہے، زانیہ عورت کو طلاق دینا سنّت ہے۔

بشرطیکہ اس کے مزید زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ ایلاء کرنے والے کے لئے مدّت گزرنے کے بعد رجوع کرنا یا طلاق دینا واجب ہے۔ میاں بیوی میں اختلاف کی صورت میں دونوں طرف سے ایک ایک حَکَم مقرر کریں گے اگر دونوں اس نتیجہ پر پہنچیں کہ تفریق کے علاوہ کوئی دوسری سبیل نہیں ہے تو طلاق دینا واجب ہے[۱] طلاق بدعی حرام ہے، نیز مرضِ موت میں اپنی بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کے مقصد سے طلاق دینا حرام ہے۔

شرائط طلاق :۔ طلاق دینے والے میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ بالغ ہو، نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲۔ عاقل ہو پاگل نہ ہو نیز نیند یا نشہ کی حالت میں نہ ہو اگر اس نے عمداً کوئی نشہ آور چیز مثلاً شراب یا بھنگ وغیرہ بلا ضرورت استعمال کی ہو تو طلاق پڑ جائے گی اور دھوکے سے کِھلانے یا پلانے کی صورت میں طلاق نہیں پڑے گی۔

۳۔ اس کو فوراً قتل کرنے یا مارنے وغیرہ کی دھمکی دے کر مجبور نہ کیا گیا ہو دھمکی دینے کی صورت میں اگر اس نے مجبوراً صرف زبانی طلاق دیدی تو طلاق نہیں پڑے گی۔ اور اگر وہ بھاگ کر بچ سکتا ہو یا دھمکی دینے والا اسی وقت قتل وغیرہ نہ کر سکتا ہو یا بعد میں قتل وغیرہ کرنے کی دھمکی دی ہو تو وہ مجبور نہیں ہے اور اس صورت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

الفاظِ طلاق

طلاق کے الفاظ دو قسم کے ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ

(۱) صریح وہ لفظ ہے جس میں طلاق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ ہو مثلاً میں نے تم کو طلاق دی اگر صریح الفاظ میں طلاق دے تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ جائے گی اگرچہ طلاق دینے کی نیت نہ ہو یا ہنسی مذاق یا غصّہ میں کہا ہو۔

(۲) کنایہ۔ وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق کا احتمال ہوتا ہو اور دوسرا مفہوم بھی نکل سکتا ہو، کنایہ میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں مثلاً کہے تو مجھ پر حرام ہے، تو آزاد ہے، میں نے تم کو چھوڑ دیا، اپنی طلاق لے لو، عدّت گزار لو، اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ، تم میری ماں کی طرح ہو، تم کو طلاق وغیرہ۔

الفاظ کنایہ میں قرائن نیتِ طلاق پر دلالت کر رہے ہوں اور وہ نیت سے انکار کر دے تو اس سے قسم لی جائے گی اگر مرد قسم کھانے سے انکار کر دے تو عورت قرائن پر اعتماد کر کے قسم کھا کر الگ ہو جائے گی۔

اگر کوئی ایسے الفاظ استعمال کرے جن میں عام طور پر طلاق کا احتمال بھی نہ ہو ان الفاظ سے نیت کرنے پر بھی طلاق نہیں پڑے گی مثلاً کہے تمہاری طلاق عیب ہے تمہاری طلاق نقص ہے میں نے تمہاری بات کہہ دی میں تم کو طلاق دوں گا وغیرہ نیز بغیر لفظ کے صرف طلاق دینے کی نیت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح

کوئی صرف طلاق یا صرف مطلقہ کہے یا یہ کہے میں نے طلاق دی اور اپنی بیوی کا نام نہ لے یا اس کو زبانی مخاطب نہ کرے اور ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کرے تو اس سے طلاق نہیں پڑے گی۔

لیکن اگر وہ کسی درخواست کے جواب میں کہے مثلاً کسی نے کہا اپنی بیوی کو طلاق دیدو اس نے جواب دیا میں نے طلاق دیدی تو طلاق پڑ جائے گی۔

اگر کسی نے ان الفاظ سے طلاق دی جن سے طلاق واقع نہیں ہوتی پھر یہ سمجھ کر کہ طلاق پڑ گئی ہے کسی سے اپنے طلاق دینے کا اقرار کرے تب بھی طلاق نہیں پڑے گی۔

اگر کنایہ کے الفاظ میں نیت کے قرائن پائے جائیں مثلاً عورت طلاق دینے کی یا نہ دینے کی درخواست کر رہی ہو یا غصہ وغیرہ میں کنایہ کے الفاظ کہے تب بھی اس کو صریح نہیں مانا جائے گا۔ اگر نکاح سے پہلے طلاق دے تو طلاق نہیں ہوگی اسی طرح اگر لفظ طلاق سبقت لسانی سے زبان سے نکل جائے یا طلاق کے لفظ کو طلاق کے معنی کے علاوہ کسی اور غرض سے استعمال کرے[1] یا استاد پڑھاتے اور مثالوں سے سمجھاتے وقت لفظ طلاق کو بار بار دہرائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔[2]

گونگے کی طلاق

گونگا ایسے اشارہ سے طلاق دے جس کو ہر شخص سمجھ سکے تو وہ طلاق صریح

---

[1] روضہ ج ۸ ص ۵۳ [2] ایضاً ص ۵۴

ہوگی اگرچہ وہ لکھنا جانتا ہو۔ اور اگر خاص لوگ سمجھ سکیں تو کنایہ ہے اگر کوئی نہ سمجھ سکے تو لغو ہے۔ بولنے کی قدرت رکھنے والا شخص اشارہ سے طلاق دے تو طلاق نہیں پڑے گی[1] طلاق کی تعداد میں عام لوگوں کے لئے اشارہ بھی معتبر ہے مثلاً کوئی کہے میں نے تجھے اتنی طلاق دی تو جتنی انگلیوں سے اشارہ کرے گا اتنی ہی طلاق پڑے گی۔

فون ٹیلی گرام یا خط کے ذریعہ طلاق

صرف لکھ کر طلاق دینا کنایہ ہے نیت سے طلاق پڑ جائے گی اگر لکھتے وقت زبان سے بھی کہا ہو تو فوراً طلاق پڑ جائے گی، اِلّا یہ کہ اُس نے صرف خط پڑھنے کے ارادہ سے طلاق کی نیت کے بغیر کہا ہو۔

اگر بیوی کے نام خط لکھا ہو کہ میں نے تم کو طلاق دیدی یا کسی اور کے نام خط لکھے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو خط لکھتے ہی طلاق پڑ جائے گی چاہے خط بیوی وغیرہ کو ملے یا نہ ملے اور عدت شروع ہو جائے گی۔

اگر بیوی کو یہ لکھے میرا خط ملنے پر تم کو طلاق تو ملنے کے بعد طلاق پڑے گی اگر خط بیوی کے ہاتھ میں نہ ملے یا ضائع ہو جائے تو طلاق نہیں پڑے گی[2]

فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے لیکن صرف فون کی آواز سے طلاق ثابت نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے ثبوت کے لئے مرد کا اقرار یا دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

---

[1] روضہ ج ۸ ص ۴۰ [2] ایضاً ۴۲ [3] ایضاً ۴۰

طلاق بذریعہ وکیل

اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنا دے اور وکیل شوہر کی ہدایت کے مطابق طلاق دیدے تو طلاق پڑ جائے اور وکیل کو معزول کرنے کے بعد وکیل کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑے گی [1]

بیوی کو حقِ طلاق کی سپردگی

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دیدے اور بیوی طلاق دے تو طلاق پڑ جائے گی مثلاً بیوی سے کہے اپنے آپ کو طلاق دیدو اور بیوی فوراً کہے میں نے طلاق دیدی تو طلاق پڑ جائے گی مگر جواب میں دیر لگانے کی صورت میں یا مجلس سے اُٹھنے کے بعد قبول کرنے کی صورت میں طلاق نہیں پڑے گی۔

تعداد طلاق

آزاد اپنی بیوی کو تین طلاق اور غلام دو طلاق دے سکتا ہے اس سے زیادہ دے گا تو لغو ہو گی۔

طلاق دینے کا طریقہ

طلاق دینے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دیدے اب اگر وہ دوبارہ اس کو بیوی بنا کر

---

[1] روضہ ص ۱۲۲، ۱۲۳ ج ۸

رکھنا چاہے تو تین طہر کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور تین طہر کے بعد وہ بائنہ ہو جائے گی۔ بائنہ ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے ایک طلاق دینے کے بعد عدّت کے اندر مزید دو طلاق دینے کا اس کو اختیار حاصل ہے اور تین طلاق دینے کی صورت میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر صریح لفظ سے یا کنایہ کے لفظ سے اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور دو یا تین طلاق کی نیت کرے تو نیّت کے مطابق طلاق واقع ہو گی۔

تین طلاق

اگر مدخولہ[1] یا غیر مدخولہ سے کوئی کہے کہ میں نے تم کو تین طلاق دی تو تین طلاق پڑ جائے گی۔

اگر کوئی کہے تم مطلّقہ ہو تم مطلّقہ ہو تم مطلّقہ ہو یا کہے تم مطلّقہ ہو، مطلّقہ، مطلّقہ، یا کہے میں نے تم کو طلاق دی۔ طلاق، طلاق تو اگر وہ تین طلاق کی نیت سے کہے یا بغیر نیت کے کہے بہر حال تین طلاق پڑ جائے گی لیکن اگر اس نے بعد کے کلمات کو تاکید کی نیت سے کہا ہو تو صرف ایک طلاق پڑے گی اگر کوئی غیر مدخولہ سے اس طرح کہے تو صرف ایک پڑے گی اس لئے کہ ایک طلاق پڑتے ہی وہ بائنہ ہو جاتی ہے اور بائن پر طلاق نہیں پڑتی۔

---

[1] مدخولہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شوہر نے صحبت کی ہو صحبت نہ کی ہو تو اسے غیر مدخولہ کہتے ہیں۔

حلالہ

تین طلاق دینے کے بعد عورت سے حلالہ کئے بغیر دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے مگر حلالہ کرنے والوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے حلالہ کے شرائط پانچ ہیں:

۱۔ اس شوہر سے عدت پوری ہو جائے۔
۲۔ پھر دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔
۳۔ دوسرے شوہر سے صحبت کرے۔
۴۔ دوسرے شوہر سے طلاق یا موت وغیرہ کی وجہ سے جدائی ہو۔
۵۔ دوسرے شوہر کی عدت گزر جائے۔

طلاق میں استثناء اور انشاء اللہ کے ساتھ طلاق

طلاق دیتے وقت استثناء کا ارادہ ہو اور طلاق کے فوراً بعد استثناء کر لے تو صحیح ہے مثلاً کہے تم کو طلاق انشاء اللہ تو طلاق نہیں پڑے گی، اسی طرح اگر یہ کہے کہ تم کو تین طلاق مگر دو تو ایک ہی پڑے گی لیکن اگر استثناء دل میں کر لے تو صحیح نہیں ہے یا انشاء اللہ بھی اگر صرف دل میں کہے تو طلاق پڑ جائے گی۔

شرط کے ساتھ طلاق

اگر کوئی طلاق کو کسی وقت یا زمانہ کے ساتھ معلق کر دے مثلاً تم کو جمعہ کے دن طلاق یا شوال کے مہینہ میں طلاق تو اس متعین زمانہ کے ابتدائی حصہ میں طلاق واقع ہو جائے گی اگر کسی شرط پر طلاق کو معلق کر لے تو اسی شرط کے پائے جانے پر طلاق پڑ جائے گی اس شرط کے وجود سے پہلے طلاق نہیں پڑے گی مثلاً کہے اگر تم میکے جاؤ تو تم کو طلاق تو میکے جانے پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر اپنے کسی کام پر طلاق کو معلق کرے تو اس کو بھول کر یا اکراہ کی حالت میں کرے تو طلاق نہیں پڑے گی عمداً کرنے پر طلاق پڑ جائے گی[1]

طلاق نیز طلاق کے اقرار کے ثبوت کے لئے دو آزاد ثقہ مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

طلاق کی قسمیں

واقع ہونے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ طلاق رجعی ۲۔ طلاق بائن۔

---

[1] طلاق کو کسی چیز پر معلق کرنے کی صورت میں اس چیز کے ہونے سے پہلے اپنی طلاق واپس نہیں لے سکتا۔
نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت سے کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق، اس صورت میں نکاح کرنے پر طلاق نہیں پڑے گی۔

۱۔ اگر مدخولہ کو (جس سے صحبت کرچکا ہو) ایک یا دو طلاق دے تو وہ طلاق رجعی کہلاتی ہے۔ طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر لفظاً رجوع کرسکتا ہے نیز میاں بیوی اس عدت میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے[1]

۲۔ ان صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

۱۔ غیر مدخولہ (وہ عورت جس سے صحبت نہ کی ہو) کو ایک طلاق دے۔

۲۔ عورت مال دے کر خلع یا ایک طلاق لے۔

۳۔ صرف ایک طلاق دینے کے بعد عدت گزر جائے۔

۴۔ نکاح فسخ ہو جائے۔

۵۔ بیوی کو تین طلاق دے۔

طلاق بائن کے بعد زوجین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے۔ البتہ تین طلاق دینے کی صورت میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

---

[1] اگر شوہر اپنی بیماری کی حالت میں طلاق بائن دے کر مر جائے تب بھی عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

رجعت

طلاق رجعی دینے کے بعد عورت کو عدت کے اندر زوجیت میں واپس لینے کو رجعت کہتے ہیں طلاق بائن ہونے کے بعد رجعت صحیح نہیں ہے رجوع کرنے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مکرہ بچّہ یا پاگل نہ ہو، رجعت کا الفاظ سے ہونا ضروری ہے مثلاً کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لے لیا یا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا۔ رجوع کرتے وقت دو مردوں کو گواہ بنانا سنّت ہے، کسی شرط پر رجعت صحیح نہیں ہے اور رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے لفظاً رجعت کئے بغیر اس عورت کو دیکھنا یا اس کو ہاتھ وغیرہ لگانا حرام ہے، رجعت یا نکاح جدید کے بعد پھر طلاق دینا چاہے تو اتنی طلاق دے سکتا ہے جتنی باقی ہے مثلاً اگر پہلے ایک طلاق دی ہو تو اب صرف دو طلاق کا حق باقی رہے گا اور اگر دو طلاق دی ہو تو صرف ایک طلاق کا حق باقی رہے گا اگرچہ اس عورت کا پہلی طلاق کے بعد دوسرا نکاح مع صحبت ہو چکا ہو۔

بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا

اپنی بیوی سے مطلقاً صحبت نہ کرنے یا چار ماہ سے زائد صحبت نہ کرنے کی اللہ کا نام لے کر قسم کھائے یا یوں کہے اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق یا کہے اگر تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر اتنے روزے یا نماز یا حج ضروری ہے تو اس طرح کہنے کو ایلاء کہتے ہیں۔

ایلاء حرام ہے اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک صحبت سے عاجز ہو تو ایلاء صحیح نہیں ہوگا ایلاء کرنے کے بعد اس کو چار ماہ کی مہلت دی جائے گی وہ چار ماہ کے اندر صحبت کر کے قسم کا کفارہ ادا کرے یا روزہ وغیرہ رکھے اور چار مہینے کے بعد بیوی کے مطالبہ پر اس کو قاضی دو باتوں میں سے ایک بات پر مجبور کرے گا یا تو وہ صحبت کر کے کفارہ دے یا پھر طلاق دے اگر شوہر ان دونوں باتوں سے انکار کر دے تو حاکم یا قاضی شوہر کی جانب سے ایک طلاق دے گا طلاق دینے کے بعد شوہر عدت میں رجعت کر سکتا ہے ورنہ عدت کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی طلاق کو صحبت پر معلق کرنے کی صورت میں صحبت کرنے پر طلاق ہو جائے گی اور اگر اس نے یہ کہا ہو کہ اگر میں نے تجھ سے صحبت کی تو مجھ پر اتنے روزے یا اتنی نمازیں واجب ہیں تو وہ روزے یا نماز ادا کرے گا یا کفارہ دے گا اور اگر اللہ کے نام سے قسم کھائی ہو تو کفارہ ادا کرنا ہوگا، قسم کا کفارہ ایلاء کا کفارہ ہے۔

بیوی کو اپنی ماں کی پیٹھ کی طرح کہنا

کوئی اپنی بیوی سے کہے تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، یا کہے تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس کو ظہار کہتے ہیں اگر اس طرح کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے یہ کنایہ ہے نیت ہے تو ظہار ہوگا ورنہ نہیں، ظہار حرام اور گناہِ کبیرہ ہے[1] ظہار کے فوراً بعد طلاق دے تو کفارۂ ظہار

---

[1] مغنی المحتاج ج ۳ ص ۲۵۲

لازم نہیں آئے گا لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی رُک جائے تو کفارۂ ظہار لازم آئے گا چاہے بعد میں طلاق دے یا نہ دے۔ طلاق نہ دینے کی صورت میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کرنا حرام ہے چاہے اس میں کفارہ ادا کرنے کی قدرت ہو یا نہ ہو۔ ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اگر روزہ نہ رکھنے کی طاقت ہو تو ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین ایک مد کے حساب سے اناج دے۔

بیوی کو ماں کہنے سے یا ماں کہہ کر پکارنے سے ظہار نہیں ہوتا۔

لعان

اپنی بیوی پر بغیر کسی تحقیق کے زنا کا الزام لگانا سخت گناہ ہے لیکن اگر کسی کو اپنی بیوی کے زنا کرنے کا یقین ہو تو اس پر زنا کا الزام لگا سکتا ہے، اسی طرح اگر مباشرت کے چھ ماہ کے اندر یا چار سال بعد بچہ پیدا ہو تو اس پر بچہ کی نفی ضروری ہے۔ الزام لگانے پر چار گواہ پیش کرنے ہوں گے ورنہ حدّ قذف جاری ہوگی لیکن اگر لعان کرے تو حدّ قذف ساقط ہو جائے گی۔

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ حاکم کے سامنے اس کے حکم سے بروز جمعہ عصر بعد جامع مسجد میں مجمع کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر یہ کہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی فلاں عورت پر جو زنا کا الزام لگایا ہے اس میں یقیناً میں بالکل سچا ہوں یہ جملہ چار بار کہے پھر پانچویں بار یہ کہے۔ کہ اگر میں الزام میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر بچہ پیدا ہو تو یہ کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں زنا کا ہے۔

شوہر کے لعان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوں گی۔

۱۔ شوہر سے حدِّ قذف ساقط ہو گی۔

۲۔ عورت پر زنا کی سزا واجب ہو گی۔

۳۔ مرد اور عورت کے درمیان جُدائی ہو گی۔

۴۔ عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو گی۔

۵۔ لڑکے کا نسب مرد سے ثابت نہ ہو گا۔

مرد کے لعان کرنے کے بعد اگرچہ عورت پر حدِ زنا واجب ہو جاتی ہے لیکن اگر عورت بھی لعان کر دے تو اس کی حد بھی ساقط ہو جائے گی، مرد کی طرح عورت یہ کہے گی۔ میں اللہ کی گواہی دیتی ہوں کہ فلاں مرد نے مجھ پر جو زنا کا الزام لگایا ہے وہ یقینًا بالکل جھوٹا ہے یہ جملہ چار بار کہنے کے بعد پھر پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔

عدّت

وہ مدّت جس میں عورت شوہر سے طلاق وغیرہ کے ذریعہ جدا ہونے پر حمل کے وجود یا عدم وجود کو معلوم کرنے کے لئے یا کسی مرحوم شوہر کے غم میں یا تعبداً کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اس مدّت کا نام عدّت ہے۔

عدّت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طلاق یا فسخ وغیرہ کی عدّت (۲) وفات کی عدّت

عدّت کی دونوں قسموں میں اگر حاملہ عورت ہو تو اس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔ اگر تین ماہ کا حمل ساقط ہو جائے تو بھی عدت پوری ہو جائے گی۔

عدّت وفات:۔ وفات کی صورت میں اگر عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدّت چار ماہ دس دن ہے اگر عدّت رجعیہ میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت اس کے انتقال کے بعد سے عدّت وفات گذارے گی۔

عدّتِ طلاق طلاق کی صورت میں اگر عورت حیض والی ہو تو اس کی عدّت تین طہر ہے ــــــ اگر طہر کی حالت میں طلاق ہوئی ہو تو تیسرا حیض شروع ہوتے ہی اس کی عدّت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر حیض یا نفاس کی حالت میں طلاق ہوئی ہو تو چوتھا حیض شروع ہوتے ہی عدّت ختم ہو جائے گی اگر عورت نابالغ ہو یا آئسہ ہو یعنی جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو تو اس کی عدّت تین اسلامی ماہ ہے کسی عورت کا حیض دودھ پلانے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو تو اس صورت میں بھی ایّام رضاعت کے ختم ہونے کے بعد تین طہر عدّت گزارنا ضروری ہے صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دے تو اُس پر عدّت نہیں ہے اگر مرد و عورت ایک دوسرے کو میاں بیوی سمجھ کر دھوکے سے صحبت کر لیں پھر معلوم ہوا کہ یہ میاں بیوی نہیں تھے تو اس عورت پر بھی عدّت گذارنا واجب ہے جب تک عدّت ختم نہ ہو جائے اپنے شوہر کو بھی صحبت سے منع کر دے ورنہ دونوں گنہ گار ہوں گے اس کی عدّت مطلّقہ کی عدّت کی طرح ہے اگر اسی صحبت سے حمل ٹھہر جائے تو یہ صحبت کرنے والے کی اولاد ہوگی وہ ناجائز نہیں ہوگی اگر صرف مرد کو دھوکہ ہو عورت کو نہ ہو تو عدّت اور نسب ثابت ہوگا مہر نہیں ملے گا اور اگر صرف عورت کو شبہ ہو تو صرف مہر ثابت ہوگا۔

باندی کی عدت حاملہ باندی کی عدت وضع حمل ہے اور عدت وفات دو ماہ پانچ دن ہے عدتِ طلاق میں حیض والی کی عدت دو طہر ہے اور نابالغہ و آئسہ کی عدت ڈیڑھ ۱½ ماہ ہے۔

زانیہ کی عدت کا حکم زانیہ اگر شادی شدہ نہ ہو تو اس کی کوئی عدت نہیں، چاہے وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔

اگر شادی شدہ عورت کو زنا کا حمل ٹھہر جائے اور اُسی دوران شوہر اُس کو طلاق دیدے تو وضع حمل اُس کی عدت نہیں ہے اگر زنا سے پہلے اُس کو حیض نہ آیا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حیض والی عورت ہو اور ایام حمل میں اس کو حیض آتا ہو تو وہ ایام حمل میں تین طہر سے عدت گزارے گی اور اگر ایام حمل میں اس کو حیض نہ آتا ہو تو وضع حمل کے بعد تین طہر سے عدت گزارے گی[1]

وہ عورت جس کو زنا سے حمل ٹھہرا ہو اس سے نکاح کرنا اور اس سے صحبت کرنا بھی جائز ہے[2]

---

[1] اعانۃ ص۴۲ ج۴ [2] مغنی المحتاج ص۳۸۸ ج۳

نفقہ عدّت

طلاق رجعی کی عدّت میں مرد پر عورت کے لئے مکان، نفقہ اور لباس دینا واجب ہے ایسی عورت جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ ہو تو اسے بھی وضع حمل تک مکان، نفقہ اور لباس دینا واجب ہے ایسی عورت جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو نیز وہ عورت جو عدّتِ وفات میں ہو اس کو صرف رہنے کے لئے مکان دینا واجب ہے نفقہ اور لباس دینا واجب نہیں ہے۔

طلاق کے وقت عورت نافرمان ہو تو عدّت میں کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

سوگ منانا

شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن تک یا وضع حمل تک عورت کے لئے وفات کی عدّت میں مندرجۂ ذیل امور جائز نہیں ہیں۔

۱۔ زیب و زینت کے لئے رنگے ہوئے کپڑے پہننا۔

۲۔ خوشبو لگانا یا خوشبودار تیل صابون لگانا، پھول لگانا یا کھانے میں خوشبودار چیز مثلاً گلاب وغیرہ استعمال کرنا۔

۳۔ بلاضرورت سرمہ لگانا۔

۴۔ دن میں سونے چاندی کے یا سونے چاندی کے پالش کئے ہوئے زیورات پہننا اگر نقلی زیور پہننے کی عادی ہو تو نقلی زیور پہننا بھی حرام ہے، رات میں بلاضرورت پہننا مکروہ ہے۔

۵۔ سر میں تیل لگانا۔

۶۔ مہندی لگانا۔

عدّتِ طلاقِ غیر رجعیہ میں ان سب باتوں سے بچنا سنّت ہے، طلاقِ رجعیہ میں اگر شوہر کے رجوع کرنے کی امید ہو تو ان چیزوں سے رکنا سنّت نہیں ہے۔

عدّتِ وفات اور طلاق میں عدّت کی مدّت تک اس مکان میں رہنا ضروری ہے جس مکان میں شوہر سے جُدائی ہوئی ہو[1] بلا ضرورت اس مکان سے کوئی بھی اس کو نکال نہیں سکتا اس پر ضروری ہے کہ گھر سے باہر نہ نکلے اگر سخت ضرورت ہو مثلاً سودا خریدنے کے لئے یا غریب ہونے کی صورت میں محنت مزدوری کے لئے دن میں باہر جا سکتی ہے رات میں باہر نہیں رہ سکتی اور اگر وہ تنہا ہو تو تھوڑی دیر بات چیت کے لئے پڑوس کے گھر دن یا رات میں جا سکتی ہے۔

اسی مکان میں قیام کی صورت میں اگر جان و مال یا آبرو کا خوف ہو یا سسرال والوں سے اس کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہو یا اس عورت سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو اس مکان سے منتقل ہو سکتی ہے۔

عدّت کے زمانے میں عورت کو کسی کمرہ میں بند رکھنا انڈا یا آسمان دیکھنے سے منع کرنا یا گھر کے کام کاج سے روکنا صحیح نہیں ہے اسی طرح گھر کے جس کمرے میں عورت اکثر رہتی ہو اس میں پردہ لگانا فرض نہیں ہے،

---

[1] طلاق دینے والے مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

عورت کے لئے شوہر کے علاوہ کسی اور کے انتقال پر تین دن تک سوگ منانا جائز ہے اور اس سے زائد حرام ہے اگر کسی عورت کو ایام عدت کے ختم ہونے کے بعد شوہر کی موت یا طلاق دینے کی خبر ملے تو اس پر دوبارہ سوگ و عدت نہیں ہے۔

استبرار

استبرار کے معنیٰ رحم خالی ہونے کو معلوم کرنے کے ہیں جس طرح بیوی پر عدت واجب ہوتی ہے اسی طرح باندی پر استبرار واجب ہوتا ہے کسی باندی کا مالک ہونے کے بعد اس سے استمتاع وغیرہ کے لئے یا اپنی باندی کی دوسری شادی کرانے کے لئے استبرار ضروری ہے نیز آزاد ہونے پر یا آقا کی موت کے بعد باندی پر استبرار ضروری ہے جبکہ باندی آقا کی موطؤہ ہو۔

استبراو یہ ہے کہ باندی حیض والی ہو تو ایک حیض گذر جائے آئسہ یا صغیرہ ہو تو ایک ماہ گزر جائے اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔

مال غنیمت میں حاصل شدہ باندی سے استبرار سے پہلے استمتاع کر سکتے ہیں صحبت نہیں کر سکتے۔

اقربار کا نفقہ

ہر اس مرد پر جس کے پاس اپنے اور اپنی بیوی کے ایک دن کے خرچ سے زائد نقد غلہ مال یا سامان وغیرہ موجود ہو اور اسی طرح ہر عورت پر بھی

اپنے اصول یعنی والدین نیز دادا و نانا اوپر تک اور اپنی اولاد یعنی بیٹا پوتا، نواسا وغیرہ نیز اپنی سوتیلی ماں یعنی باپ کی بیوی کا نفقہ بھی بقدر ضرورت واجب ہو جاتا ہے، اپنے اصول کا نفقہ واجب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کے پاس مال نہ ہو اور وہ محتاج ہوں اگر ان کے پاس مال ہو تو اولاد پر اُن کا نفقہ واجب نہیں ہوتا۔

محتاج باپ اگر کمائی پر قدرت کے باوجود کمانے کے لئے تیار نہ ہو تو اولاد پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ اپنی اولاد کا نفقہ واجب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ محتاج ہوں اور نابالغ ہوں اگر نابالغ لڑکا اپنے مناسب کام کر کے کما سکتا ہو تو باپ اس کو کمائی پر لگا کر اس کی کمائی اسی پر خرچ کر سکتا ہے اگر نابالغ لڑکا کمائی پر قدرت کے باوجود کمانے کے لئے تیار نہ ہو تو باپ کے ذمہ بلوغ تک اس کا نفقہ واجب ہے۔ بالغ اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہوتا لیکن اگر وہ کسی مرض یا جنون وغیرہ کی وجہ سے نہ کما سکیں یا وہ دینی تعلیم حاصل کرنے میں لگے ہوں تو ان کا نفقہ واجب ہے۔ اگر کسی کے ماں اور باپ دونوں ہوں تو نفقہ باپ پر واجب ہوتا ہے اور کسی کے باپ اور بیٹے دونوں ہوں تو بیٹے پر نفقہ واجب ہوتا ہے۔

اگر کوئی ماں باپ یا اولاد کا نفقہ ادا نہ کرے تو گذشتہ زمانے کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور وہ اس کے ذمہ قرض نہیں ہوتا یعنی وہ اس سے بعد میں وصول نہیں کر سکتے لیکن باپ یا اولاد نفقہ نہ دینے کی وجہ سے یا ان کے غائب ہونے کی وجہ سے قاضی قرض لے کر بچوں یا باپ پر خرچ کرے یا قاضی کی اجازت سے کوئی قرض لے کر خرچ کرے تو وہ نفقہ باپ یا اولاد کے ذمہ

فرض ہو جاتا ہے[۱] کسی شخص پر اصول اور اولاد کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کا نفقہ واجب نہیں ہوتا مثلاً بھائی بہن یا ان کی اولاد وغیرہ۔

ماں پر بچہ کو ابتدا میں دودھ پلانا واجب ہے پھر اس کے بعد اگر ماں کے علاوہ دودھ پلانے والی دوسری عورت بھی ہو تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اگر بغیر اجرت کے دوسری عورت نہ ملتی ہو تو ماں اجرت بھی لے سکتی ہے۔

دو سال سے پہلے والدین میں سے کوئی ایک اگر دودھ چھڑانا چاہے تو دودھ نہیں چھڑا سکتا البتہ ماں اپنی بیماری یا حمل کی وجہ سے دودھ چھڑا سکتی ہے اور بچہ کو نقصان نہ ہونے کی صورت میں دونوں کی رضامندی سے دودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔

غلام باندی اور جانور کا نفقہ ان کے آقا پر فرض ہے نیز غلام باندی اور جانوروں کو ان کی طاقت سے زیادہ کام دینا جائز نہیں ہے۔

جانوروں کا مالک دودھ اتنا دوہے جس سے جانور یا اس کے بچے کو نقصان نہ ہو اگر جانور کا بچہ مر جائے تو کسی تدبیر سے دوہنا جائز ہے مثلاً اس کے بچہ کے چمڑے میں گھاس بھر کر اس کے سامنے رکھا جائے۔

گھر پرانا ہو جائے تو اس کی درستی مالک پر واجب نہیں ہے البتہ اس کو ایسے ہی چھوڑ کر ضائع کرنا مکروہ ہے اسی طرح اپنی کھیتی و باغ میں پانی

---

[۱] حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ج ۴ ص ۵۱۴ مغنی المحتاج ج ۳ ص ۴۴۹ قلیوبی و عمیرہ ج ۴ ص ۸۵ نہایۃ المحتاج ج ۴ ص ۲۱۰

نہ دینا بھی مکروہ ہے۔

کسی نابالغ یا مجبور کا باغ یا کھیتی ہو تو ولی پر اس میں پانی دینا فرض ہے نیز ان کے مکان کی مرمت کرانا بھی فرض ہے اسی طرح ناظر اوقاف پر موقوفہ باغ و مکان کی دیکھ بھال و مرمت کرانا فرض ہے۔

ضرورت کی بنا پر اونچی اور بڑی عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے البتہ تکبر و دکھاوے کے لئے بنانا منع ہے۔

بیوی کا نفقہ

رخصتی کے بعد بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے چاہے بیوی کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو۔ بشرطیکہ بیوی شوہر کی فرمانبردار ہو۔ نافرمان بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

شوہر تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) مُوسِر (۲) مُتوسِّط (۳) مُعسِر

مُوسر وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ ساری عمر[۱] خرچ کرنے کے بعد بھی اس کے پاس دو مُد یعنی ایک کلو پچاس گرام غلّہ کے بقدر یا اس سے زائد بچ جائے۔

متوسط وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ ساری عمر خرچ کرنے کے بعد اس کے پاس مال بچتا ہو لیکن اس کی مقدار دو مد سے کم ہو۔

---

[۱] ساری عمر سے مراد ایک انسان کی اوسط عمر ہے مثلاً آج کل تقریباً ۶۵ سال کی عمر تک۔

مُعسِر وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ ساری عمر خرچ کرنے کے لئے کافی نہ ہو یا کافی ہو اور کچھ بچتا نہ ہو[۱]

بعض علمار نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ مُوسِر وہ ہے جس کی آمدنی زیادہ اور خرچ کم ہو اور متوسط وہ ہے جس کا آمد و خرچ برابر ہو معسر وہ ہے جس کی آمدنی کم اور خرچ زائد ہو۔[۲]

بیوی کا نفقہ تین قسم کی چیزوں پر مشتمل ہے۔ کھانا، کپڑا، مکان

(۱) کھانا:۔ اگر بیوی شوہر کے ساتھ کھانا کھاتی ہو تو اس کو نفقہ (کھانا) الگ سے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیوی کا نفقہ یہ ہے۔ موسر پر دو مُد اناج اور اسی اعتبار سے سالن[۳] واجب ہے۔ متوسط پر ڈیڑھ مُد اناج اور متوسط طبقہ کے معیار کا سالن واجب ہے۔ معسر پر ایک مُد اناج اور اپنے معیار کا سالن واجب ہے، اس کے ساتھ کنگھی، تیل صابون نیز پکانے کا ضروری سامان وغیرہ دینا بھی واجب ہے۔

اگر بیوی ایسی ہو کہ اس جیسی عورت کی خدمت کے لئے اس کے گھر میں ملازمہ رکھی جاتی ہو تو شوہر پر خادمہ مقرر کرنا بھی واجب ہے۔

اگر شوہر بیوی بچوں کو بقدر ضرورت بھی نفقہ نہ دے تو بیوی اس

[۱،۲] اعانۃ رابع ص ۶۴

[۳] حنابلہ کے نزدیک اناج اور سالن کے بدلہ آپس کی رضامندی سے اس کی قیمت نقدی کی شکل میں بھی دے سکتے جو نرخ کے اتار چڑھاؤ سے کم و بیش ہوتی رہے گی المغنی ج ۷ ص ۵۶۶

کے مال سے چوری چھپے لے سکتی ہے مگر فضول خرچی کرنے یا رسم ورواج پورا کرنے کے لئے لینا جائز نہیں ہے اگر حاجات ضروریہ سے زائد بلا اجازت لے تو وہ اس کے ذمّہ قرض ہوگا جس کا مُطالبہ دُنیا میں بھی ہو سکتا ہے اگر یہاں نہ دیں گے یا معاف نہ کرالیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔

اگر بیوی بیمار ہو جائے تو بیماری کے زمانہ کا نفقہ دینا ضروری ہے دوا علاج کا خرچہ مرد کے ذمّہ نہیں ہے۔ وہ اپنے نفقہ کی رقم سے دوا علاج کرائے گی اگر مرد دے تو اس کا احسان ہے۔

(۲) کپڑا :۔ مرد پر واجب ہے چاہے وہ معسر ہو یا متوسط یا موسر اپنے معیار کے مطابق ہر چھ ماہ میں ایک جوڑا ایسا کپڑا دے جو اس کی تن پوشی کے لئے کافی ہو اور اس میں گرمی یا سردی سے بچاؤ کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو مثلاً ایک پنجابی سٹ یا شلوار جمپر یا کرتہ پاجامہ اور دوپٹہ اور ایک چپل دینا واجب ہے نیز عرف وعادت کے مطابق سونے کیلئے بستر دینا بھی واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں اگر دے تو اس کا احسان ہے۔

اگر شوہر کی ضرورت سے عورت کو گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہو تو عورت کو برقع نیز موزے بھی دینا ضروری ہے اس لئے کہ باہر نکلتے وقت عورت کے بدن کا کوئی حصّہ کھلا ہونا حرام ہے۔

مکان :۔ شوہر چاہے وہ غریب ہو یا امیر مکان کے سلسلہ میں بیوی کی حیثیت کا لحاظ کرنا ضروری ہے چاہے وہ ذاتی ملکیت کا ہو یا مستعار ہو یا کرایہ کا ہو۔

ایک گھر میں دو بیویوں کو رکھنا بلا ان کی رضامندی کے جائز نہیں بہتر

یہ ہے کہ مکان ایسا ہو کہ اس میں کسی دوسرے کا عمل دخل نہ ہو ورنہ کم از کم ایسا ایک کمرہ اس کے حوالہ کرنا ضروری ہے جس میں کوئی دوسرا نہ جا سکے۔

مکان اتنا مضبوط ہو کہ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ رہے۔

نُشُوز

ایسے کام جس کی وجہ سے شوہر پر عورت کا نفقہ واجب نہیں رہتا اس کو نشوز کہتے ہیں عورت اگر ناشزہ ہو جائے تو اس کا نفقہ لباس وغیرہ ساقط ہو جاتا ہے، چاہے وہ نشوز تھوڑی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔

صرف مندرجہ ذیل باتیں نشوز کہلاتی ہیں اور ایسی عورت کو ناشزہ کہتے ہیں۔

(۱) عورت مرد کو اپنے بدن کے کسی حصہ میں بلا عذر ہاتھ لگانے نہ دے۔

(۲) عورت مرد کے پاس اُس کے گھر بلانے پر نہ جائے اور بلا اجازت اپنے گھر میں رہے۔

(۳) شوہر کو اپنے پاس آنے سے منع کر دے۔

(۴) عورت شوہر کے گھر سے شوہر کی اجازت یا مرضی کے بغیر نکل جائے۔[۱] لیکن شوہر کے مکان میں رہنے سے جان و مال، یا آبرو کا خوف ہو تو نکلنا نشوز نہیں ہے۔

---

[۱] مرد کو اس بات کا اختیار ہے کہ عورت کو گھر سے باہر نکلنے نہ دے حتیٰ کہ والدین کی ملاقات سے اور ان کے جنازے میں شرکت سے بھی روک سکتا ہے حاشیہ الجمل الرابع ص ۴۹۳

(۵) شوہر کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر چلی جائے۔

(۶) شوہر کی اجازت سے اپنی یا کسی اور کی ضرورت سے شہر سے باہر چلی جائے لیکن اگر اس صورت میں شوہر ساتھ ہو تو نشوز نہیں ہوگا اس طرح شوہر کی ضرورت سے اس کی اجازت سے باہر جانا کسی رشتہ دار کی ملاقات یا عیادت کے لئے باہر جانا بھی نشوز نہیں ہے لیکن اگر شوہر کے منع کرنے کے باوجود چلی جائے تو ناشزہ ہوگی۔

شوہر کے ساتھ زبان درازی کرنا یا اس کو گالی دینا نشوز میں شامل نہیں ہوگا، لیکن شوہر اس پر تنبیہ کرسکتا ہے۔

شوہر بیوی کو نفل نماز و روزے سے منع کرسکتا ہے اگر منع کرنے کے باوجود نماز یا روزہ رکھے تو وہ ناشزہ ہوگی، بیوی کے نشوز کے باوجود شوہر اس سے استمتاع[1] کرتا ہو مثلاً اپنے گھر بلانے پر نہ آنے کی صورت میں اسی کے گھر چلا جاتا ہو، تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

اگر شوہر فرمانبردار عورت کا نفقہ نہ دے تو نفقہ ساقط نہیں ہوجاتا بلکہ مرد کے ذمہ قرض ہوجاتا ہے، اور بیوی اس کو بعد میں بھی وصول کرسکتی ہے۔

فسخ نکاح

میاں بیوی کے درمیان علیٰحدگی کی شرعاً تین صورتیں ہیں۔

(۱) طلاق (۲) خلع (۳) فسخ

---

[1] لطف اٹھانا اور مزہ لینا

(۱) طلاق مرد کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی قاضی بھی طلاق دیتا ہے مثلاً ایلاء میں۔

(۲) خلع عورت و مرد کی رضامندی سے مال کے عوض میں ہوتی ہے۔

(۳) فسخ نکاح قاضی کے سامنے شوہر یا بیوی میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔ اور کبھی قاضی خود بھی کر سکتا ہے۔

ان صورتوں میں عورت نکاح فسخ کر سکتی ہے یا صبر کر کے اپنے مال میں سے یا قرض لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

(۱) شوہر کے پاس اتنا حلال مال نہ ہو یا شوہر کی اتنی حلال کمائی نہ ہو کہ وہ اقل نفقہ یعنی ایک مد اناج اور معمولی کپڑا و مکان دے سکے اگر شوہر کے پاس کچھ مال نہیں ہے یا صرف حرام مال ہے[1] تو بیوی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے گی پھر قاضی شوہر کو نفقہ کی ادائیگی کے لئے تین دن کی مہلت دے گا پھر اگر وہ تین دن تک نفقہ نہ دے تو چوتھے دن قاضی نکاح فسخ کرے گا یا قاضی کی اجازت سے بیوی نکاح فسخ کرے گی۔

(۲) شوہر اتنا تنگ دست ہو کہ صحبت سے پہلے مہر معجل[2] ادا نہ کر سکے تو اس صورت میں مسئلہ کو قاضی کے پاس پیش کرتے ہی عورت فوراً نکاح

---

[1] اعانۃ الطالبین ربع ص ۸۶ [2] مہر کی دو قسمیں ہیں (۱) مہر معجل (۲) مہر مؤجل۔
(۱) جس مہر کی ادائیگی کی مدت متعین نہ ہو اس کو مہر معجل کہتے ہیں (۲) جس کی مدت متعین ہو اس کو مہر مؤجل کہتے ہیں۔

فسخ کر دے۔ بلا عذر دیر لگانے کی صورت میں فسخ کا حق ختم ہو جاتا ہے اور مہر معجل کی ادائیگی کے لئے مرد کو مہلت نہیں دی جائے گی ایک بار برضا و رغبت مباشرت کرنے کے بعد مہر ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے عورت نکاح فسخ نہیں کر سکتی۔

(۳) شوہر لاپتہ ہو اور اُس کا مال وطن میں موجود نہ ہو۔

(۴) شوہر غائب ہو اور اُس کا پتہ ہو لیکن اُس کا مال بیوی کے وطن میں موجود نہ ہو اور شوہر سے نفقہ حاصل کرنا بہت دشوار ہو[1]

ان دونوں صورتوں میں عورت شوہر کا مال نہ ہونے اور اپنے مستحق نفقہ ہونے پر قسم کھا کر قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ شوہر غائب ہونے کی صورت میں پھر اُس کو مہلت نہیں دی جائے گی لیکن چونکہ آج کل بہترین مواصلاتی نظام قائم ہے لہذا جب شوہر کا پتہ ہو تو شوہر سے رابطہ قائم کر کے اُس کو مہلت دینا بہتر ہے۔

ان چار صورتوں کے علاوہ عیوب نکاح کی وجہ سے بھی میاں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

---

[1] اس میں سے ۳ پر شیخ ذکریا و الف صلاح ۴ پر علامہ طنبداوی نیز علماء یمن کا فتویٰ ہے۔ فتح المعین ص ۱۲۲

غائب اور لاپتہ شوہر کی بیوی کا حکم

اگر کسی عورت کا شوہر بالکل لاپتہ ہو اور اس کی موت وحیات کا کچھ علم نہ ہو تو قاضی اتنے سال کے بعد جتنا کہ عام طور پر اس طرح کا آدمی زندہ نہ رہتا ہو اُس کی موت کا حکم لگائے گا۔ اس کی موت کا حکم لگانے کے بعد عورت عدت وفات گذار کر شادی کر سکتی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک قاضی عورت کو درخواست کی تاریخ سے چار سال تک انتظار کا حکم دے گا۔ اس مدت میں اعلان کے باوجود اگر شوہر کا پتہ نہ چلے تو قاضی اپنے اطمینان کے بعد نکاح فسخ کردے گا آج کل عموماً اس مسلک پر عمل ہے۔

یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ لاپتہ شوہر مدت دراز کا نفقہ دے گیا ہو یا اس شوہر کی کوئی آمدنی ہو اور اگر لاپتہ شوہر نے نفقہ نہ دیا ہو یا شوہر کا ایسا سامان بیوی کے وطن میں نہ ہو جس کو بیچ کر اخراجات پورے کئے جا سکتے ہوں تو عورت نفقہ نہ ملنے کی بنیاد پر قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

اولاد کی پرورش کا حق

نابالغ مجنوں نیز وہ افراد جو اپنے کام خود نہ کر سکتے ہوں مثلاً پاگل، اپاہج وغیرہ کی دیکھ بھال ان کی خدمت اور پرورش کے حق کو حقِ حضانت کہتے ہیں۔

حضانت کا حق حاصل ہونے کے لئے چھ شرائط ہیں۔

۱۔ عاقل ہو مجنون نہ ہو یا اس پر کبھی جنون کا دورہ نہ پڑا ہو۔ (۲) آزاد ہو۔
(۳) مسلمان ہو۔ غیر مسلم عورت یا مرد کو حق حضانت حاصل نہیں ہوتا۔
(۴) دین دار و ثقہ ہو۔ فاسق نہ ہو مثلاً بے نمازی نہ ہو (۵) بچہ کی ماں نے کسی دوسرے سے شادی نہ کی ہو (۶) مقیم ہو۔

اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو حق حضانت حاصل نہ ہوگا لیکن اگر کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حق حضانت ختم کر دیا گیا ہو، پھر دوبارہ اس میں وہ شرط پائی جائے مثلاً فاسق دیندار ہو جائے یا عورت کو نکاح کے بعد طلاق ہو جائے تو پھر اُس کو حق حضانت حاصل ہو جائیگا۔

اگر پرورش کرنے والے مرد اور عورت دونوں ہوں تو اِس ترتیب سے وہ پرورش کے حقدار ہوں گے کہ اگر پہلا شخص نہ ہو یا اس میں کوئی شرط نہ پائی جائے یا وہ انکار کر دے تو بعد والے کو حق حضانت حاصل ہوگا۔

(۱)۔ ماں (۲) نانی پر نانی اخیر تک (۳) باپ (۴) دادی پر دادی اخیر تک (۵) دادا (۶) بہن (۷) بھائی (۸) خالہ (۹) بہن کی بیٹی (۱۰) بہن کا بیٹا (۱۱) بھائی کی بیٹی (۱۲) بھائی کا بیٹا (۱۳) پھوپی (۱۴) چچا (۱۵) خالہ زاد بہن (۱۶) چچازاد بہن (۱۷) چچازاد بھائی۔

بڑی لڑکی نامحرم چچازاد بھائی کے حوالہ نہیں کی جائے گی۔

اگر پرورش کرنے والی صرف عورتیں ہوں تو حق حضانت کی ترتیب یہ ہے (۱) ماں (۲) نانی پر نانی (۳) دادی پر دادی (۴) بہن (۵) خالہ (۶) بہن کی بیٹی (۷) بھائی کی بیٹی (۸) پھوپی (۹) خالہ زاد بہن (۱۰) پھوپی زاد بہن (۱۱) چچازاد بہن۔

اگر صرف مرد پرورش کے لائق ہوں تو ترتیب یہ ہے :

(۱) باپ (۲) دادا (۳) بھائی (۴) بھائی کا بیٹا (۵) چچا (۶) چچازاد بھائی۔
کوئی مرد اپنی بیوی سے طلاق وغیرہ کی وجہ سے جُدا ہو جائے تو اگر بچّہ کا
مال ہو تو بچّہ پر اُس میں سے خرچ کیا جائے گا ورنہ جس شخص پر بچّہ کا
نفقہ واجب ہو وہی بچّوں کا خرچ دے گا۔ بچّہ باشعور ہونے تک ماں وغیرہ کی
پرورش میں رہے گا۔ باشعور ہونے سے مُراد یہ ہے کہ بچّہ اس قابل ہو جائے کہ
اپنے ہاتھ سے اپنا کام انجام دے سکے مثلاً کھانا، پینا، سونا، کپڑا پہننا، پیشاب و
پاخانہ سے فارغ ہو کر طہارت حاصل کرنا وغیرہ، عموماً بچّہ سات آٹھ سال میں
باشعور ہو جاتا ہے۔ بچّہ باشعور ہونے کے بعد اس کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے
تو ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس رہے[۱] بشرطیکہ دونوں میں حضانت
کے شرائط پائے جائیں اگر صرف ایک میں شرائط پائے جائیں تو بچّہ اسی کے
حوالہ کیا جائے گا۔ اگر دونوں میں نہ پائے جائیں تو اس کے بعد والے کے حوالہ
کیا جائے گا۔ اگر لڑکی باپ کو اختیار کرلے تو باپ لڑکی کو ماں کے پاس جانے
سے روک سکتا ہے، لیکن اُس کی ماں کو پردے کے ساتھ[۲] دو تین دن میں
ایک بار اپنے گھر آکر بچّوں کی ملاقات سے نہیں روک سکتا۔ اگر باپ لڑکی
کی ماں کو اپنے گھر آنے سے روک دے یا ماں کو آنے میں بیماری وغیرہ کا عذر
ہو تو پھر باپ لڑکی کو ماں کے پاس جانے سے نہیں روک سکتا۔ اگر لڑکا باپ

---

[۱] اگر کسی جگہ مطلق یا مطلقہ کے گھر جانا بہت معیوب سمجھا جاتا ہو تو قاضی بچّوں کو منگانے
کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

کو اختیار کرلے تو وہ لڑکے کو ماں کے پاس جانے سے نہیں روک سکتا[1] باپ کو اختیار کرنے کی صورت میں اگر بچہ یا بچی بیمار ہو جائے تو ماں تیمار داری کی زیادہ حقدار ہے یا تو وہ شوہر کے گھر میں رہ کر تیمار داری کرے گی اگر باپ اس پر تیار نہ ہو تو اپنے گھر لے جاکر تیمار داری کرے گی اگر باشعور لڑکا ماں کو اختیار کرلے تو دن میں باپ کے پاس اور رات میں ماں کے پاس رہے گا ـــــ

ابن صلاحؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر باپ کی اقامت گاہ میں اچھی تعلیم کا انتظام ہو اور ماں کی رہائش گاہ میں ویسا انتظام نہ ہو تو بچہ مستقل باپ ہی کے پاس رہے گا[2] اگر لڑکی ماں کو اختیار کرلے تو اس صورت میں وہ ماں ہی کے پاس ہمیشہ رہے گی، اسی طرح چھوٹے بچے بھی ماں کے پاس رہیں گے، باپ دو تین دن میں ایک بار اس کے گھر جاکر بچوں کی خبر گیری اور تعلیم و تربیت کا کام انجام دے سکتا ہے لیکن گھر میں اس کی اجازت سے جائے گا اور اس کے گھر میں بہت دیر تک نہ رہے گا اگر وہ اندر جانے کی اجازت نہ دے تو بچوں کو گھر سے باہر بھیج کر دکھائے گی بچوں کی ماں سے پردہ کرنا فرض ہے۔

بچوں کی نانی یعنی باپ کی ساس اُس کی محرم ہے اس سے تاحیات پردہ نہیں ہے اگر بچہ دونوں کے پاس رہنا چاہے تو قرعہ کے ذریعہ فیصلہ

---

[1] احناف کے نزدیک سات سال کے لڑکے اور بالغ لڑکی کو باپ زبردستی لے سکتا ہے ماں یا نانی وغیرہ ان کو روک نہیں سکتیں ہدایہ ج ۲ صـ۴۱۵

[2] تحفۃ المحتاج صـ۳۶۳ ج ۸

کیا جائے گا اور اگر کسی کو اختیار نہ کرے تو بچہ ماں کے حوالہ کیا جائے گا اور اگر بچہ ایک کو اختیار کر کے کچھ مدت کے بعد دوسرے کے پاس جانا چاہے تو اُس کو دوسرے کے حوالہ کیا جائے گا۔ پھر اگر وہ پہلے کے پاس جانا چاہے تو پہلے کے حوالہ کیا جائے گا لیکن اگر وہ کم عقلی کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو تو پھر ماں ہی کے پاس رہے گا، کسی کو تجارتی یا تفریحی سفر میں ساتھ لے جانے کا حق نہیں۔ بچہ مقیم کے پاس رہے گا لیکن اگر ماں مقیم ہو اور بچہ ماں کے ساتھ رہنے میں بگڑنے وغیرہ کا امکان ہو اور باپ اس کو اپنے ساتھ لے جا کر قرآن مجید یا کوئی فن یا ہنر سکھانا چاہتا ہو یا حافظ و عالم بنانا چاہتا ہو تو باپ سفر میں بچہ کو ساتھ لے جا سکتا ہے، اگر باپ اپنے وطن سے ہمیشہ کے لئے کسی اور جگہ منتقل ہونا چاہے تو باپ بچہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

کتاب الجنایات

قتل وغیرہ کا جرم اور اس کی سزا

قتل کی تین قسمیں ہیں (۱) قتل عمد (۲) قتل خطا (۳) قتل عمدِ خطا

(۱) قتل عمد :- مار ڈالنے کی نیت سے ایک متعین شخص کو کسی ایسی چیز سے ختم کر دینا جس سے اکثر قتل واقع ہوتا ہو مثلاً بندوق، تلوار، بڑا پتھر، جادو سے یا بھوکا پیاسا رکھ کر مار ڈالنا وغیرہ۔

(۲) قتل خطا :- کسی مخصوص آدمی کو مار ڈالنے کا بالکل ارادہ نہ ہو مثلاً شکار سمجھ کر مارے اور کسی آدمی کو لگ جائے۔

(۳) قتل عمد خطا :- کسی متعین شخص کو قصداً کسی ایسی چیز سے مار ڈالنا جس سے عموماً قتل واقع نہ ہوتا ہو مثلاً ڈنڈا، کوڑا، یا ہاتھ سے عام جگہ پر مارنا۔

اگر کسی شخص کو قتل کرنے میں دو یا دو سے زائد آدمی شریک ہوں تو سب کو ایک کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا قتل عمد سے قصاص واجب ہوتا ہے بشرطیکہ مقتول مستحقِ قتل نہ ہو مثلاً: وہ بھی قاتل ڈاکو، یا نماز چھوڑنے والا نہ ہو۔

قصاص کے واجب ہونے کے لئے قاتل میں ان شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

(۱) بالغ ہو (۲) عاقل ہو (۳) مقتول کا باپ یا دادا نہ ہو (۴) مسلمان و آزاد ہونے میں قاتل و مقتول برابر ہوں۔

لہذا کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ یا باپ کو بیٹے کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا۔ قتل عمد میں قصاص جان کے بدلہ جان) لیا جائے گا۔ مقتول کے ورثا قصاص معاف کر کے قاتل سے دیت مغلظہ بھی لے سکتے ہیں، اور اگر چاہیں تو دیت معاف بھی کر سکتے ہیں۔ قتل خطا میں صرف دیت مخففہ اور قتل عمدِ خطا میں دیت مغلظہ قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوتی ہے جس کو وہ تین سال میں ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد قاتل کے وہ رشتہ دار ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں مگر باپ دادا اور بیٹے، پوتے پر دیت واجب نہیں ہوتی۔

ان رشتہ داروں میں سے مالدار شخص کو سال میں آدھا دینار اور متوسط آدمی پر پاؤ دینار دینا واجب ہے۔ عاقلہ پوری رقم ادا نہ کر سکیں تو بقیہ رقم بیت المال سے ادا کی جائے گی اور اگر بیت المال نہ ہو تو قاتل ہی پر دیت لازم ہو گی۔

کوئی ایسا عضو جس میں خوبصورتی اور منفعت ہو اس میں پوری دیت واجب ہوتی ہے۔ اور ایک قسم کے دو عضو ہوں مثلاً دو ہاتھ، دو آنکھیں تو ان دونوں کو ختم کرنے پر پوری دیت اور ایک کو ضائع کرنے پر نصف دیت واجب ہوتی ہے، ایک انگلی کی دیت دس اونٹ اور ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔

دیت

قصاص نہ لینے کی صورت میں جو مال لیا جاتا ہے اُسے دیت کہتے ہیں
دیت کی دو قسمیں ہیں (۱) دیت مغلظہ (۲) دیت مخففہ

(۱) دیت مغلظہ سو اونٹ ہیں جن میں تیس[۳] حقہ (پورے تین سال کی اونٹنیاں) تیس جذعہ (پورے چار سال کی اونٹنیاں) اور چالیس خَلِفہ (حاملہ اونٹنیاں ہوں)

(۲) دیت مخففہ بھی سو اونٹ ہیں جن میں بیس بنت مخاض (پورے ایک سال کی اونٹنیاں) بیس بنتِ لبون، بیس ابن لبون (پورے دو سال کی اونٹنیاں اور اونٹ) بیس حقہ اور بیس جذعہ۔

اگر اونٹ نہ مل سکیں تو دیت مغلظہ اونٹ کے بجائے ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم چاندی ہے۔ قتل خطا میں دیت مخففہ واجب ہوتی ہے مگر تین صورتوں میں دیتِ مغلظہ واجب ہو جاتی ہے۔
(۱) حرم مکہ میں قتل کرے (۲) اشہر حرم یعنی رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ یا محرم الحرام میں قتل کرے (۳) ذو رحم محرم مثلاً بھائی، بہن وغیرہ کو قتل کرے۔ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔ جن لوگوں کا قتل کرنا حرام ہے چاہے وہ قتل خطا ہو یا عمد ان کے قتل کرنے پر کفارۂ قتل بھی لازم آتا ہے۔ کفارہ قتل یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔ اگر غلام نہ ملے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔

قتل کا دعویٰ اور اس پر قسم کھانا

اگر کوئی کسی شخص پر قتل کا دعویٰ کرے تو مدّعی پر ضروری ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت کرے کہ قتل عمداً ہوا ہے یا خطأً اسی طرح قتل ایک آدمی نے کیا ہے یا کئی آدمی اس میں شریک ہیں نیز متعین طور پر قاتل کو نامزد کرے اگر قتل کے دعویٰ کے ساتھ شرعی ثبوت نہ ہو بلکہ مدّعی کی سچّائی کا کوئی قرینہ موجود ہو مثلاً مقتول کے پاس سے قاتل چلا جائے یا مقتول کسی خاص محلہ میں پایا جائے یا اُس کا صرف ایک عادل گواہ ہو یا عورتیں، بچے، فاسق لوگ یا کفّار اس کی گواہی دیتے ہوں تو ان تمام قرائن کو لوث کہتے ہیں، اگر قتل کا دعویٰ کرنے پر لوث پایا جائے تو مدّعی اپنے دعویٰ پر پچاس قسمیں کھائے گا، اگر مقتول کے ورثہ ایک سے زائد ہوں تو پچاس قسموں کو میراث میں حصّہ کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، اگر ورثہ میں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کر دے یا وہ نابالغ یا غائب ہو تو بقیہ پچاس قسمیں کھائیں گے اور اپنا حصّہ دیت میں سے لے لیں گے اور اگر وہ ورثہ پچاس قسمیں کھانے کے لئے تیار نہ ہوں یا لوث (قرینہ) نہ پایا جائے تو مدعی علیہ پچاس قسمیں کھائے گا ان دونوں صورتوں میں مدعا علیہ قسمیں نہ کھائے، تو پھر مدعی پچاس قسمیں کھائے گا، مدعی کے قسمیں کھانے کے بعد قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور عمد کی صورت میں مدعی علیہ پر دیت واجب ہوگی۔

مرتد ہونا

کوئی عاقل بالغ اپنے اختیار سے اس وقت یا آئندہ اپنے کافر ہونے کا پکا عزم کرلے تو وہ فوراً کافر ہوجاتا ہے۔ نیز اپنی زبان سے کفریہ کلمات ادا کرنے سے یا کفریہ کام کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے مثلاً قرآن یا علم شرعی کے اوراق کو گندگی میں پھینک دے یا دل میں ایمان ہوتے ہوئے بطور عناد یا مذاق کفریہ کلمات زبان سے نکالے مثلاً اللہ تعالیٰ یا نبی کا انکار کرے یا شریعت کے کسی ایسے فرض کا انکار کرے جس پر ائمہ شریعت کا اتفاق ہو یا کسی متفقہ طور پر حرام چیز کو حلال سمجھے یا کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو یہ کفر ہے۔ کسی سنّت کا مذاق اُڑانا کفر ہے کسی مسلمان کو کافر کہنا بھی کفر ہے[۱] لہٰذا کسی کو کافر کہنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے، ایک آدمی کو کسی نے کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا اور کہا کیا خدا سے نہیں ڈرتے ؟ اس نے جواب دیا نہیں تو وہ کافر ہوگیا[۲]

اگر کسی نے کہا اگر خدا نے بیمار ہونے کے باوجود مجھ پر نماز فرض کی ہے تو خدا نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو وہ کافر ہوگیا[۳]

جو شخص قرآن مجید یا اس کی کوئی آیت یا سورہ یا کسی حرف کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحابی ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

۱،۲،۳ اعانہ ج ۴ ص۲۴ مغنی المحتاج ج ۴ ص۱۳۵ نیز اگر کسی کو کافر کہے اور کافر سے ناشکرا مراد لے تو کافر نہیں ہوگا بہشتی زیور تیسرا حصہ ص۵۹

مرتد ہونے کے بعد اس سے توبہ کرانا ضروری ہے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور قتل کے بعد اس کو نہ کفن دیں گے اور نہ نماز جنازہ پڑھیں گے اور اس کو مسلمان کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کریں گے۔

اگر کسی کو کافر ہونے پر بالکل مجبور کیا جائے اور وہ دل میں مومن ہو تو مجبوراً کفریہ اعمال کرنے یا کفریہ کلمات کہنے سے کافر نہیں ہوتا اسی طرح بچہ اور پاگل بھی کفریہ کلمات کہنے سے کافر نہیں ہوتے کوئی مسلمان کافر ہونے کے بعد توبہ کرکے اسلام لائے تو حالت ارتداد کی عبادتوں کی قضا ضروری ہے حالتِ ایمان کی عبادات کی قضا نہیں ہے اگر کوئی شخص مرتد ہونے سے پہلے حج کر چکا ہو تو مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہے۔

کتاب الحدود

مخصوص گناہوں کی سزا کو حد کہتے ہیں جیسے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا، زنا کی سزا سنگسار کرنا، مقررہ سزاؤں کے علاوہ وہ سزا جسے امام مصلحت کے اعتبار سے دیتا ہے تعزیر کہلاتی ہے جیسے کوڑے لگانا قید کرنا وغیرہ۔

تعزیر

تعزیری سزا اس جرم پر دی جاتی ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ ہو حدود اور تعزیرات، حاکم یا اُس کے نائب مثلاً عدالت اسلامیہ کے قاضی کے حکم سے جاری ہوں گے۔ غلام کو اس کا آقا حد لگا سکتا ہے اور تعزیری سزا دے سکتا ہے ان کے علاوہ دوسرا شخص حد جاری نہیں کر سکتا یا سزا نہیں دے سکتا۔ البتہ والدین چھوٹے بچے کو تعزیری سزا دے سکتے ہیں، اور باپ دادا جس کو اجازت دیں وہ بھی سزا دے سکتا ہے۔ استاد چھوٹے یا بڑے طالب علم کو سزا دے سکتا ہے بشیرطیکہ سزا دینے پر اصلاح کی امید ہو اور والدین نے منع نہ کیا ہو۔ شوہر بیوی کو نشوز کی وجہ سے سزا دے سکتا ہے۔

تعزیری سزا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حد کی مقدار سے بڑھ کر نہ ہو
آزاد کی کم از کم حد چالیس[۴۰] کوڑے ہے اور غلام کی بیس[۲۰] کوڑے ہے، تعزیری
سزا آزاد کی انتالیس[۳۹] تک اور غلام کی انیس[۱۹] تک ہو سکتی ہے۔

حدّ زنا

زنا کرنے والے کی دو[۲] قسمیں ہیں (۱) مُحْصَن (۲) غیر مُحْصَن

۱۔ محصن وہ شخص ہے جو عاقل بالغ اور آزاد ہو اور اس نے نکاح صحیح میں اپنی بیوی سے صحبت کی ہو۔

۲۔ غیر محصن وہ شخص ہے جس نے نکاح صحیح میں صحبت نہ کی ہو۔

محصن کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے، اور ان کو اوسط پتھروں سے مار مار کر ہلاک کریں گے۔ نابالغ یا پاگل زنا کرے تو ان کی تعزیر کی جائے گی۔ اور مکرہ یعنی جس کو زنا پر مجبور کیا جائے اس پر نہ گناہ ہے نہ حد[۱]

[۱] یہاں اکراہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے ہاتھ پیر باندھ دیے جائیں! طاقت کے بل پر کسی سے زنا کیا جائے۔ لیکن اگر کسی کو زنا نہ کرنے کی صورت میں قتل یا جیل یا بدنام کرنے وغیرہ کی دھمکی دے کر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے زنا یا لواطت جائز نہیں ہے۔

اگر بھوک یا پیاس سے کسی کی جان جا رہی ہو اور کھانا یا پانی کا مالک یہ کہہ رہا ہو کہ اگر تم مجھ سے زنا کرو تو تم کو کھانا یا پانی دیتا ہوں تب بھی زنا کرنا جائز نہیں ہے۔

غیر محصن کی سزا سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنا ہے اس کو شہر سے اس جگہ بھیج دیں گے جو پچاسی میل یا اس سے زیادہ دور ہو اور عورت کو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ بھیج دیں گے۔

غلام اور لونڈی کی حد آزاد کی آدھی ہے، زنا کی حد لگانے کے لئے زنا کا ثبوت ضروری ہے۔

زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ چار مرد ایک ہی آدمی سے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ صدورِ زنا کے عینی مشاہدہ کی گواہی دیں۔ یا زنا کرنے والا خود ایک بار اقرار کرے اگر زنا کا اقرار کرنے کے بعد اپنی بات واپس لے لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ لواطت اور زنا کرنے والے کی حد یکساں ہے البتہ جس سے لواطت کی جائے اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی ہے چاہے وہ محصن ہو یا غیر محصن ہو۔

کسی عورت کو چھیڑنا یا بوسہ دینا حرام ہے نیز جلق (ہاتھ سے منی نکالنا) اور مساحقہ یعنی عورت کا عورت سے مباشرت کرنا حرام ہے اور اس کی سزا تعزیر ہے۔

زنا کا الزام لگانے کی سزا

کسی پر زنا یا لواطت کا الزام لگانا قذف کہلاتا ہے مثلاً کسی کو زانی یا لوطی کہے۔ اگر کسی کو حرامی یا حرام زادہ کہے تو وہ اس کی ماں پر زنا کا

الزام لگانا ہے۔

زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی گواہی ضروری ہے اور اگر چار گواہ سے کم ہوں تو سب پر حد قذف جاری ہوگی حد قذف آزاد کے لئے اسّی کوڑے اور غلام کے لئے چالیس کوڑے ہیں۔

حد جاری کرنے کے لئے قاذف یعنی الزام لگانے والے میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) عاقل ہو (۲) بالغ ہو (۳) مسلمان ہو یا ذمی ہو (۴) قذف کی حرمت سے واقف ہو (۵) مجبور و مُکروہ نہ ہو (۶) قاذف مقذوف کا اصل یعنی باپ دادا وغیرہ نہ ہو۔

بچہ مجنون حربی اور نو مسلم جاہل پر حد جاری نہیں ہوگی البتہ ممیز کو تعزیر اُسزا دیں گے۔

مقذوف یعنی جس پر الزام لگایا جائے اس میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) پاک دامن و پاکباز ہو۔

ان صورتوں میں حد قذف معاف ہوتی ہے۔

(۱) الزام لگانے والا تین گواہ پیش کرے (۲) مقذوف زنا کا اقرار کرے (۳) مقذوف سے کبھی زنا نہ کرنے کی قسم کھلائی جائے اور وہ قسم نہ کھائے (۵) مقذوف حد قذف معاف کردے (۵) شوہر لعان کرے۔

شراب پینے کی سزا

ہر وہ مائع یعنی سیال چیز جس کے زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے نشہ آتا ہو اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے۔

شراب پینے کی سزا آزاد کے لئے چالیس[۴۰] کوڑے اور غلام کے لئے بیس[۲۰] کوڑے ہے یہ مار چھڑی یا جوتوں سے بھی جائز ہے۔ شراب پینے کی سزا اس وقت جاری ہوگی جبکہ پینے والا خود اقرار کرے یا دو مرد گواہی دیں شراب قے کرنے سے یا منہ سے بدبو آنے پر حد جاری نہیں ہوگی نیز حد جاری ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پینے والا عاقل بالغ ہو اس کو مجبور نہ کیا گیا ہو اس کی حرمت سے واقف ہو اور شراب کو شراب سمجھ کر پیا ہو۔

شراب پینے کی سزا نشہ اترنے کے بعد دیں گے۔

علاج کے لئے بھی شراب پینا حرام ہے البتہ بغرض علاج پینے والے پر حد نہیں ہے اور جان بچانے کے لئے شراب پینا جائز ہے۔

الکحل ملی ہوئی دواؤں کا استعمال

اگر تھوڑی سی شراب کو کسی دوا میں تحلیل کردیا جائے اور اس بیماری کے لئے اس جیسی کوئی دوا نہ ہو تو بغرض علاج اس کا استعمال جائز ہے۔

ایسی جامد چیز کھانا حرام ہے جس کے کھانے سے نشہ آجائے مثلاً بھنگ افیون وغیرہ لیکن اس کے کھانے پر حد نہیں صرف تعزیر ہے۔ کبھی کبھی

بھنگ وغیرہ اتنی کم مقدار میں کھالینا جس سے نشہ نہ آئے مکروہ ہے اس کا عادی ہو جانا اور اس پر مداومت حرام ہے البتہ علاج کے لئے افیون وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے[1]

چوری کی سزا

محفوظ جگہ سے پوشیدہ طور پر ظلماً مال لینے کو چوری کہتے ہیں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے ہاتھ کاٹنے کے لئے مسروقہ چیز میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ مسروقہ مال بقدر نصاب یا اس سے زائد ہو۔ اس کا نصاب پاؤ دینا خالص سونا ہے یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ یا اور کوئی چیز ہے۔

۲۔ بقدر نصاب مال ایک ہی مرتبہ ایک ہی شخص چرائے۔

۳۔ مال ایسا ہو جس میں منفعت شرعی ہو شراب وغیرہ نہ ہو۔

۴۔ مال میں چور کی ملکیت نہ ہو۔

۵۔ مال میں کوئی شبہ نہ ہو مثلاً اپنا مال سمجھ کر اٹھائے یا اپنے ماں باپ یا بیٹے کا مال لے۔

۶۔ مال ایسا محفوظ ہو جیسا کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہو۔

۷۔ قحط سالی نہ ہو۔ قحط سالی کے زمانہ میں کھانے کی چیز چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

[1] اعانہ ج ۴ ص ۱۵۶

۸۔ مال کو مخفی طور پر چرائے۔ چھین جھپٹ کر یا لوٹ کر یا دھوکہ دے کر لے جائے یا امانت یا عاریت لے کر انکار کر دے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ بچہ یا پاگل یا مُکرہ نہ ہو۔ ہاتھ کاٹنے میں چوری کے ثبوت کے لئے دو ثقہ مردوں کی گواہی یا چور کا اقرار ضروری ہے کوئی جرم اقرار سے ثابت ہو تو حاکم و قاضی کے لئے سنت ہے کہ وہ ان کو اشارۃً اس جرم سے رجوع کرنے کے لئے کہے صراحتہً رجوع کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتا ــــــــــــــــ رجوع کرنے پر حد ساقط ہو جاتی ہے لیکن حقوق الناس کا ادا کرنا ضروری ہے اس لئے کہ حقوق الناس میں رجوع صحیح نہیں ہے۔

چور کا داہنا ہاتھ گٹّہ کے پاس سے کاٹا جائے گا پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں ٹخنہ کے پاس سے کاٹا جائے گا پھر تیسری مرتبہ چوری کرے تو بایاں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرے تو داہنا پیر کاٹا جائے گا۔ پھر اگر چوری کرے تو تعزیراً سزا دیں گے۔

ڈاکو کی سزا

ڈاکو کی چار قسمیں ہیں:۔

(۱) صرف راہ گیروں اور مسافروں کو ڈرائیں دھمکائیں تو قید کر کے کوڑے لگائیں گے۔

(۲) اگر صرف مال لوٹیں تو ان کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹیں گے.

(۳) اگر وہ قتل کریں تو ان کو قتل کریں گے۔
(۴) اگر قتل کریں اور مال لوٹیں تو قتل کر کے سولی پر چڑھائیں گے۔
ڈاکو گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں تو ان کی حد ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر انھوں نے قتل کیا ہو تو قصاص یا دیت واجب ہوگی اور مال چھینا ہو تو مال مالک کو دیا جائے گا۔

مدافعت

کوئی مسلمان ہماری جان و مال عزّت و آبرو یا کسی بے گناہ پر حملہ کرے تو اس کے حملے کو روکنا جائز ہے واجب نہیں۔ اگر کوئی کافر یا جانور یا ایسا مسلمان جو واجب القتل ہو ہماری یا کسی بے گناہ کی جان عزّت و آبرو پر حملہ کرے تو اس کی مدافعت واجب ہے جبکہ ہمیں اپنی جان کا خطرہ نہ ہو، مال کی حفاظت میں مدافعت کرنا جائز ہے اگر اس مدافعت میں حملہ کرنے والا قتل ہو جائے یا اس کا ہاتھ پاؤں وغیرہ کٹ جائے تو قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ دیّت۔ اگر کوئی آسان طریقہ سے حملہ کو روک سکتا ہو تو اسی کو اختیار کرنا ضروری ہے مثلاً چیخ کر یا کسی سے فریاد کر کے حملہ کو روک سکتا ہو تو مارنا حرام ہے۔ اگر ہاتھ سے مار کر روک سکتا ہو تو کوڑے یا ڈنڈے سے مارنا حرام ہے اگر کسی عضو کو زخمی کر کے حملے کو روک سکتا ہو تو قتل کرنا حرام ہے، اس ترتیب کی خلاف ورزی کی صورت میں مارنے یا قتل کرنے والے پر قصاص یا دیت واجب ہوگی۔

اگر کوئی کسی جانور یا سائیکل یا کار پر سوار ہو یا اس کو ہانک کر لے جا رہا

ہو اور جانور یا کار کسی چیز کو ضائع کرے یا کسی کو ہلاک کرے تو اس شخص پر تاوان ہو گا لیکن اگر ڈرائیور کا بالکل قصور نہ ہو تو اس پر تاوان نہیں ہو گا۔[1]

بغاوت کی سزا

جو لوگ بادشاہِ وقت کے خلاف بغاوت کریں اور باغیوں کو قوت و شوکت حاصل ہو ان کا ایک امیر ہو اور بغاوت کے جواز کی ان کے پاس قرآن یا حدیث سے کوئی تاویل ہو تو اُن سے جنگ کریں گے۔

باغیوں کے ساتھ جنگ شروع کرنے سے پہلے اُن کے پاس امانت دار اور سمجھدار قاصد بھیجیں گے، جو ان کی شکایتوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر سمجھانے کے باوجود نہ مانیں تو ان سے جنگ کر کے ان کی بغاوت کو ختم کریں گے۔ اس جنگ میں قیدی اور بھاگنے والے اور ہتھیار ڈالنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اُن کے مال غنیمت کو نہیں لوٹا جائے گا۔ بم یا مشین گن سے اُن کا مقابلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اس کا استعمال نہ کریں۔

نماز چھوڑنے کی سزا

اگر کوئی شخص پنجگانہ نماز نہ پڑھے اور وہ ان کو فرض نہ سمجھتا ہو تو وہ

---

[1] اعانہ ج ۴ صـ ۱۷۴

مرتد ہے اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

اگر کوئی شخص سستی کی وجہ سے بلا عذر نماز نہ پڑھے اور وہ ان کو فرض سمجھتا ہو تو اس کو توبہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیں گے اور نماز نہ پڑھنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دیں گے اگر وہ توبہ کرکے نماز پڑھ لے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا ورنہ بطور سزا کے اس کو قتل کیا جائے گا اور کفن دفن وغیرہ کے سلسلہ میں اس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے

❁

کتاب الجہاد

جہاد فرض کفایہ ہے اس طرح اور بہت سے کام فرض کفایہ ہیں ،
فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بقدر ضرورت لوگ اس کام کو انجام دیں
توکسی کو گناہ نہ ہو، ورنہ سب گنہگار رہوں گے۔

سات امور فرض کفایہ ہیں :

(۱) علم کلام کا سیکھنا اور توحید و رسالت کے دلائل فراہم کرنا۔

(۲) علوم شرعیہ مثلاً تفسیر حدیث اور فقہ اتنا سیکھنا کہ جس سے آدمی مفتی اور قاضی بن سکے۔

(۳) کسی ننگے بھوکے کی ضرورت پوری کرنا جبکہ زکوٰۃ یا بیت المال سے اس کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ یہ ہر اس شخص پر فرض کفایہ ہے جس کو اس کام کی وجہ سے اپنی جان، مال یا آبرو کا خوف نہ ہو۔ اگر سمجھانے پر عمل کرنے کی امید نہ ہو تب بھی بتانا ضروری ہے اگر وہ بطور عناد منکر کا ارتکاب کر رہا ہو تو بتانا ضروری نہیں ہے۔

منکر کو پہلے ہاتھ سے پھر زبان سے یا کچھ لوگوں کے ذریعہ منع کرنا ضروری ہے۔ ورنہ کم از کم دل سے اس کو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔
برائی کا تجسس کرنا اور کسی کے پیچھے پڑ جانا منع ہے۔

۵۔ گواہ بننا اور گواہی دینا۔
۶۔ ہر سال کعبہ کا حج و عمرہ کرنا۔
۷۔ ایک جماعت پر سلام کیا جائے تو جواب دینا فرضِ کفایہ ہے۔

سلام کے آداب و مسائل

۱۔ مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو نیز مرد و عورت اپنے محرم یا شوہر کو اور مرد بہت بوڑھی عورت کو اور بوڑھی عورت کا مرد کو سلام کرنا سنّت ہے۔
۲۔ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے اگر اکیلا ہو تو فرضِ عین ہے۔
۳۔ اگر سب کے سب ایک ساتھ یا ترتیب کے ساتھ جواب دیں تو سب کو ثواب ملے گا۔
۴۔ اگر کوئی بچہ سلام کا جواب دے تو فرض کفایہ ادا نہیں ہوگا لیکن اگر باشعور بچہ سلام کرے تو اُس کا جواب دینا واجب ہے۔
۵۔ نماز کے سلام کا جواب دینا سنّت ہے۔
۶۔ تقریر یا خطبہ کے شروع میں سب سے پہلے سلام کرنا سنّت ہے۔
۷۔ اگر ایک جماعت ایک شخص کو سلام کرے، چاہے وہ سلام دفعتہً ہو یا بالترتیب ہو، ایک جواب سب کے لئے کافی ہے۔
۸۔ تنہا مشتہاۃ عورت کا اجنبی مرد کو سلام کرنا، یا عورت کا اجنبی مرد کو جواب دینا حرام ہے۔
۹۔ مرد کا مشتہاۃ عورت کو سلام کرنا، اور مرد کو اُس کا جواب دینا مکروہ ہے۔

۱۰۔ عورتوں کی ایک جماعت کو سلام کرنا سنّت ہے اور ان پر جواب دینا فرض کفایہ ہے۔

۱۱۔ سلام اور اُس کا جواب اتنی بلند آواز سے ہونا ضروری ہے کہ مخاطب اچھی طرح سن سکے۔

اگر سلام کرنے والا کسی سواری پر تیزی سے گذر رہا ہو تو بلند آواز سے جواب دینا کافی ہے اُس کو سنانا ضروری نہیں ہے۔

۱۲۔ کسی ایسے آدمی کو سلام کرنا بند نہ کرے جو کسی وجہ سے سلام کا جواب نہ دیتا ہو۔

۱۳۔ زبانی سلام کا جواب سلام کے فوراً بعد ہو، بیچ میں وقفہ زیادہ نہ ہو، اس لئے کہ جواب کی قضا نہیں ہوتی اور جواب دینے میں تاخیر کرنے پر وہ گنہگار ہوگا۔

۱۴۔ گونگے کے علاوہ دوسرے شخص کے لیے صرف ہاتھ سے اشارہ کرنا خلاف اولیٰ ہے اور اس کا جواب دینا سنّت نہیں ہے اور گونگے کے لئے صرف ہاتھ سے اشارہ کرنا کافی ہے۔ اور اس کا زبانی جواب دینا اور اشارہ کرنا ضروری ہے

۱۵۔ سلام علیکم کہنا مکروہ ہے لیکن ایسا کہنے پر اُس کا جواب دینا فرض ہے۔

۱۶۔ ابتداءً وعلیکم السّلام کہنا مکروہ ہے، اور اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

۱۷۔ اگر ایک ساتھ دو آدمی ایک دوسرے کو سلام کریں تو ہر ایک کے ذمّے جواب دینا فرض ہے۔

۱۸۔ اگر بالترتیب ایک دوسرے کو سلام کریں تو اگر دوسرے آدمی

نے سلام میں پہل کی نیت نہ کی ہو تو وہ جواب ہو جائے گا، اور اگر پہل کی نیت ہو تو دوسرے آدمی پر پہلے آدمی کو جواب دینا ضروری ہے۔

۱۹۔ بدعتی یا فاسق کو سلام میں پہل کرنا سنّت نہیں ہے۔

۲۰۔ جن لوگوں کو سلام میں پہل کرنا سنت ہے ان لوگوں کو کسی کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی سنّت ہے۔

۲۱۔ سلام کا پہنچانا فرض ہے، اگر سلام پہنچانے سے انکار کرے یا خاموش رہے تو فرض نہیں ہے۔

۲۲۔ غائب کا سلام زبانی پہنچنے پر زبانی سلام کا جواب دینا ضروری ہے. اگر خط میں السلام علیکم ہو تو جواباً وعلیکم السلام کہنا یا لکھنا ضروری ضروری ہے۔ خط میں سلام مسنون یا صرف تحیۃً وسلاماً لکھنا غیر مسنون ہے لہٰذا اس کا جواب بھی غیر مسنون ہے۔

۲۴۔ غائبانہ سلام کے جواب میں یہ الفاظ کہے گا عَلَیکَ وَعلیہ السَّلَام۔

۲۵۔ اگر غیر مسلم سلام کریں تو جواب میں صرف علیکم کہے گا۔

۲۶۔ غیر مسلم کو سلام نہ کریں، اگر سخت ضرورت پیش آئے تو بھی السَّلامُ علیکم نہ کہے بلکہ سلام کے علاوہ دوسرے الفاظ استعمال کرے جیسے : گُڈ مارننگ، آداب عرض وغیرہ[1]

بہشتی زیور میں ہے کہ کافروں کو صرف سلام کہہ سکتے ہیں۔ غیر مسلم کو خط میں سلام اس طرح لکھے سَلاَمٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی[2]

[1-2] الاذکار ص۲۵۳ ہندوؤں کو نمستے یا نمسکار نہیں کہنا چاہیئے اس لئے کہ اُس کے معنی بندگی پوجا کرنے اور سر جھکانے کے آتے ہیں

۲۷۔ اگر کسی مجلس میں مُسلم وغیر مسلم دونوں ہوں، تو صرف مسلمانوں کی، نیت سے سلام کرے[۱]

۲۸۔ ہمیشہ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرے اگر گھر والے نام پوچھیں کون ہے؟ تو اپنا نام بتائے، "میں" نہ کہے اگر کسی خالی جگہ میں داخل ہوجائے وہ گھر ہو یا مسجد وہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، کہے۔

۲۹۔ استنجا یا قضاءِ حاجت کرنے والے کو سلام نہ کرے اور اُن کے لئے جواب دینا مکروہ ہے۔

۳۰۔ غسل کرنے والے کو سلام کرنا سنّت نہیں البتّہ اگر کوئی سلام کرے تو اس کے لئے جواب دینا سُنّت ہے۔

۳۱۔ وضو کرنے والے کو سلام کرنا سُنّت ہے، اور اُس پر جواب دینا فرض ہے۔

۳۲۔ ایسا کھانے یا پینے والا جس کے مُنہ میں لُقمہ ہو اس کو سلام نہ کرے، لیکن اگر کوئی اُن کو سلام کرے تو اُس کے لئے جواب دینا سنّت ہے۔

۳۳ اگر لقمہ مُنہ میں نہ ہو تو سلام کرنا سُنّت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔

۳۴۔ علانیہ فسق وفجور کرنے والے کو سلام نہ کرے، اِلّا یہ کہ فتنہ کا ڈر ہو۔

---

۱ مغنی المحتاج

۳۵۔ ایسے آدمی کو جو نماز پڑھ رہا ہو یا سجدہ تلاوت و شکر میں ہو، یا اذان و اقامت میں مشغول ہو، یا خطبہ دے رہا ہو، ان کو سلام نہ کرے اور اگر کوئی سلام کرے تو اُن کے لیے اشارہ سے یا فارغ ہونے کے بعد زبانی جواب دینا سنّت ہے۔

۳۶۔ خطبہ سننے والے کو سلام نہ کرے لیکن کسی کے سلام کرنے پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔

۳۷۔ درس جاری ہو یا تلاوت ذکر یا دُعا میں مشغول ہو تو سلام نہ کرے اور ان پر جواب بھی واجب نہیں ہے۔

۳۸۔ چھوٹا بڑے کو، چلنے والا کھڑے شخص کو، اور سوار پیدل کو، اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔ البتہ باہر سے کوئی آدمی آئے تو آنے والا سلام کرے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کم افراد ہوں یا زیادہ۔

۳۹۔ سلام کرتے وقت پیٹھ جھکانا مکروہ ہے اور اتنا جُھکنا حرام ہے کہ رکوع تک پہنچ جائے اور سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔

۴۰۔ امام نوویؒ کے نزدیک سلام کرتے وقت سر جھکانا بھی مکروہ ہے۔

۴۱۔ سر یا ہاتھ چومنا مکروہ ہے لیکن کسی بزرگ یا عالم کا ہو تو سنّت ہے۔

۴۲۔ بزرگ، عالم، والد، اُستاد، قاضی، امیر، حاکم کے لئے نیز ایسے شخص کے لئے جس کے ذریعہ خیر و بھلائی کی توقع ہو یا نہ کھڑے ہونے میں کوئی خطرہ ہو تو کھڑا ہونا سنت ہے۔

۴۳۔ سلام کے بعد مصافحہ کرنا سنّت ہے، اور سفر سے واپسی پر معانقہ کرنا سنّت ہے۔

جہاد

جب کفار اپنے وطن میں ہوں تو جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے لیکن جب وہ ہمارے شہر میں گھس جائیں تو جہاد کرنا فرض عین ہے، فرض کفایہ ہونے کی صورت میں جہاد کے وجوب کے آٹھ شرائط ہیں :

(۱) بالغ ہو (۲) عاقل ہو (۳) مرد ہو (۴) آزاد ہو (۵) معذور نہ ہو۔

(۶) اس کے پاس ہتھیار وغیرہ کا خرچ ہو (۷) نیز مقروض ہونے کی صورت میں قرض خواہ کی اجازت ہو (۸) والدین اور دادا دادی کی اجازت ہو البتہ علم دین کے حصول کے لئے یا فرض حج کے لیے والدین کی اجازت ضروری نہیں ہے[1]

اگر جہاد فرضِ عین ہو تو ہر شخص پر اپنی طاقت بھر شریک ہونا اور مدافعت کرنا ضروری ہے، اور جس شہر میں کافر گھس جائیں تو اس شہر سے

---

[1] والدین کی اجازت کے بغیر ہر وہ سفر جائز ہے جس میں کوئی خطرہ نہ ہو مثلاً تجارتی تفریحی یا تبلیغی سفر وغیرہ لیکن اجازت لینا بہتر ہے اور بلا اجازت جانا مناسب نہیں، اور ہر ایسا سفر جس میں خطرہ ہو والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں لیکن دینی علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا بالکل جائز ہے اگرچہ اس میں کچھ خطرہ ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اپنے وطن میں مطلوبہ علم کے حصول کے وسائل نہ ہوں۔

(بحوالہ اعانہ ج ۴ ص ۱۹۶)

حد قصر تک ہر فرد پر جہاد فرض عین ہے چاہے اس شہر کے لوگ، مدافعت کے لئے کافی ہوں اور اگر اس شہر اور اس کے اطراف کے لوگ مدافعت کے لئے کافی نہ ہوں تو حد قصر کے باہر کے لوگوں پر بھی جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے اور کفّار کی تعداد ہمارے مقابلے میں دوگنی ہو یا اس سے کم ہو تو جنگ شروع ہو جانے کے بعد بھاگ جانا حرام ہے اگر کفار کی تعداد دوگنی سے زائد ہو تو بھاگ جانا جائز ہے۔

جہاد کے قیدی

جہاد میں کافروں کے بچّے عورتیں، غلام گرفتار ہوں، تو گرفتار ہوتے ہی وہ غلام ہو جائیں گے ان سب کو مال غنیمت میں شامل کرکے تقسیم کر دیا جائے گا۔

اور اگر آزاد عاقل بالغ مرد گرفتار ہوں تو امام (حاکم) کو چار باتوں میں اختیار ہو گا تو جو مناسب ہو وہ کرے۔

(۱) قتل کر دے (۲) ان کو غلام بنائے (۳) ان کو بلا فدیہ رہا کر دے (۴) فدیہ لے کر رہا کرے یا قیدیوں کا تبادلہ کرے، اگر قید ہونے کے بعد کوئی کافر اسلام لے آئے تو پھر اس کو قتل کرنا حرام ہے اور اگر قید ہونے سے پہلے اسلام لائے تو اس کی جان و مال اور نابالغ اولاد سب محفوظ ہو جائیں گے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں بچّہ مسلمان مانا جائے گا۔

(۱) ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو (۲) کوئی مسلمان اس کو

اس حالت میں گرفتار کرے کہ وہ ماں باپ سے علیحدہ ہو۔ (۳) کسی شہر میں کوئی مسلمان ہو اور اس شہر میں کوئی لقیط (پڑا ہوا بچہ) پایا جائے تو وہ لقیط مسلمان مانا جائے گا۔ کوئی کسی آزاد کو پکڑ کر بیچ دینے سے وہ غلام نہیں ہوتا۔

مال غنیمت کی تقسیم

جو مال کفار سے جنگ کی وجہ سے حاصل ہو اُسے مال غنیمت کہتے ہیں۔ جو مسلمان کسی کافر کو جنگ کی حالت میں قتل کرے، تو مقتول کا سلب یعنی اس کے ہتھیار، سواری، لباس وغیرہ سامان قاتل کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد مال غنیمت کے پانچ حصہ کرکے ان میں چار حصے ان مجاہدین میں تقسیم ہوں گے جو جنگ کے لئے حاضر ہوئے ہوں، ان میں سے سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملے گا۔

مال غنیمت میں حصہ پانے کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) مرد ہو۔

اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً غلام یا عورت وغیرہ ہوں تو ان کو کچھ انعام دیا جائے گا جو امیر کی رائے سے ہوگا، اور ایک مجاہد کے حصہ کی مقدار سے کم ہوگا باقی پانچویں حصہ کے پانچ حصے کریں گے۔

ایک حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

آپ کے بعد مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہوگا مثلاً سرحدی مقامات کی حفاظت، مساجد کی تعمیر، قاضی و علماء کے وظیفہ وغیرہ میں خرچ ہوگا۔

دوسرا حصہ بنی ہاشم و مطلب میں، تیسرا حصہ مسلمان یتیم بچوں

میں چوتھا حصّہ فقراء اور مساکین میں اور پانچواں حصّہ مسافروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

مال فئی

جو مال کفار سے جنگ کئے بغیر یا فوج کشی کئے بغیر حاصل ہو اس کو فئی کہتے ہیں جیسے جزیہ، خراج، عُشر، تجارت وغیرہ، مال فئی کے پانچ حصے کریں گے۔ اس میں سے پانچویں حصّہ کا مصرف وہی ہے جو مالِ غنیمت کے پانچویں حصّہ کا ہے اور چار حصّے سپاہیوں اور دیگر مصالح پر خرچ کریں گے۔

جزیہ

جو غیر مسلم مسلمانوں کے مقبوضہ شہر میں رہنا چاہیں تو ان پر سالانہ کچھ ٹیکس مقرر کرتے ہیں جس کے ذریعہ ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے اس ٹیکس کو جزیہ کہتے ہیں اور جزیہ ادا کرنے والوں کو ذمی کہتے ہیں۔

جزیہ واجب ہونے کے پانچ شرائط ہیں:

(۱) بالغ ہونا (۲) عقلمند ہونا (۳) آزاد ہونا (۴) مرد ہونا (۵) یہودی عیسائی یا مجوسی ہونا۔

جزیہ کی مقدار سالانہ کم از کم ایک دینار ہے البتہ خوش حال سے چار دینار اور متوسط سے دو دینار لینا بہتر ہے۔ ذمیوں سے جزیہ کے علاوہ مجاہدین کی ضیافت کی شرط بھی لگا سکتے ہیں۔ جزیہ کا معاہدہ ہونے کے بعد ان پر چار چیزیں لازم ہوتی ہیں۔

۱۔ جزیہ کے مال کو عاجزی سے ادا کریں۔
۲۔ ان پر اسلام کے وہ احکام جاری ہوں گے جن کو وہ بھی مانتے ہوں۔
۳۔ اسلام کو اچھے نام سے یاد کریں اس کو بُرا نہ کہیں۔
۴۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے مسلمانوں کو نقصان ہو۔
ذمی لوگوں کی پہچان کے لئے وہ مسلمانوں کے لباس سے کچھ مختلف لباس پہنیں گے اور زُنّار باندھیں گے، مسلمانوں کو کفار سے دوستی و محبت رکھنا حرام ہے۔

امان دینا

مجبور، بچہ، پاگل اور قیدی کے علاوہ ہر مسلمان حربی کو قید ہونے سے امان دے سکتا ہے۔ امان صریح الفاظ سے یا لکھ کر دینا ضروری ہے۔ امان زیادہ سے زیادہ چار ماہ کے لئے دینا جائز ہے۔

اگر حربی کے ساتھ مال و اہل ہوں اور ان کو امان دینے کی شرط لگایا ہو تو وہ بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ اور اگر دارالحرب میں اس کے مال و اہل ہوں تو شرط لگانے پر بھی وہ محفوظ نہیں ہوں گے۔

ناجنگ معاہدہ

اگر مسلمان کسی ملک یا ریاست میں متعینہ مدت کے لئے ناجنگ معاہدہ کریں تو اس معاہدے کو ہُدنہ کہتے ہیں۔

ایسا معاہدہ جائز ہے بشرطیکہ وہ معاہدہ امیر المؤمنین کرے یا کسی

صوبہ کا والی کرے۔

اگر مسلمان طاقت ور ہوں، اور کوئی مصلحت ہو مثلاً ان کے اسلام لانے کی امید ہو یا وہ ہماری مدد کرتے ہوں یا ہمارے خلاف کسی کی مدد نہ کرتے ہوں۔ تو چار ماہ یا اس سے کم مدّت کے لئے ناجنگ معاہدہ کر سکتے ہیں، اور اگر مسلمان کمزور ہوں تو دس سال کے لئے ناجنگ معاہدہ کر سکتے ہیں

صید و ذبائح

حلال جانور کی دو قسمیں ہیں (۱) بحری (۲) بری۔
بحری جانور بغیر ذبح کئے حلال ہیں اور بری کے لئے ذبح کرنا ضروری ہے۔

ذبح کے ارکان

ذبح کے ارکان چار ہیں:۔
(۱) ذبح کرنے والا:۔ ہر مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اور ہر اس یہودی یا عیسائی کا ذبیحہ حلال ہے جو کہ نسلاً یہودی یا عیسائی ہو مگر تثلیث کا قائل نہ ہو اور اس سے شادی کرنا جائز ہو[1] آج کل عموماً عیسائی تثلیث کے قائل ہوتے ہیں لہٰذا عیسائی کا ذبیحہ حرام ہے اگر کسی جانور کے ذبح کرنے میں دو آدمی شریک ہوں جن میں سے ایک کا ذبیحہ حلال اور دوسرے کا حرام ہو تو ذبیحہ حرام ہوگا، بچہ، پاگل، مدہوش کا ذبیحہ حلال ہے لیکن ان سے ذبح نہ کرانا بہتر ہے' اور نابینا کا ذبیحہ مکروہ ہے۔

---

[1] جس کی تفصیل کتاب النکاح میں گزر چکی ہے

(۲) ذبیح :۔ ذبیح کے حلال و پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماکول ہو۔

وہ بری جانور جس کو ذبح کرنا ممکن ہو ان کے حلال ہونے کے لیے ذبح کرنا فرض ہے۔ اور جس جانور کو ذبح کرنا ممکن نہ ہو چاہے وہ جنگلی جانور ہو یا پالتو، پاگل ہو یا بے قابو، اور کسی طرح اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو، یا کوئی جانور کنویں میں گر گیا ہو اور مرنے سے پہلے اس کو نکالنا یا کنویں میں اس کو ذبح کرنا ناممکن ہو تو اگر کسی تیز یا دھار دار آلہ سے اس کو زخمی کر دیا جائے اور اس زخم کی وجہ سے وہ مر جائے تو اس کو کھانا جائز ہے اور اگر کنویں سے زندہ نکالا جائے تو اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ یا ایسی حالت میں نکالا جائے کہ اس میں حیات مستقرہ باقی ہو تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ اکسیڈنٹ یا جانور گر جانے سے یا پتھر وغیرہ کے مار کھانے کی وجہ سے یا بندوق کی گولی لگنے سے اگر جانور مر جائے یا مرنے کے قریب ہو جائے تو وہ جانور حرام ہے۔ لیکن اگر اس کے اندر حیات مستقرہ ہو اور ذبح کر دیا جائے تو حلال ہے۔ حیات مستقرہ کی علامتیں یہ ہیں۔ مثلاً جانور اچھی طرح حرکت کر رہا ہو یا پیر مار رہا ہو یا جانور کھائے پیئے یا ذبح کرنے پر تیزی کے ساتھ خون بہنے یا حلقوم سے آواز آئے۔ اگر جانور بھوک یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اپنی موت مر رہا ہو تو اس میں حیات مستقرہ کا ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ اس کی آخری سانس تک اس کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کو کھانے سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو اگر تیر یا کسی دھار دار آلے یا شکاری جانور کے ذریعہ شکار

کیا جائے اگر اس میں حیات مستقرہ ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر اس میں حیات مستقرہ نہ ہو یا حیات مستقرہ ہو لیکن کسی خاص وجہ سے اس کو ذبح نہ کر سکے اور اس میں شکاری کی کوتاہی بھی نہ ہو مثلاً چاقو نکالتے ہی وہ مر جائے یا جانور ہاتھ میں آنے کے بعد اس کے بھاگنے یا اس کے اچھلنے کی وجہ سے اس کو ذبح نہ کیا جا سکے اور وہ مر جائے تو حلال ہے اگر ذبح نہ کرنے میں اپنا قصور ہو مثلاً چاقو پاس نہ ہو یا ذبح کرنے میں دیر لگا دے تو جانور حرام ہو گا۔

شکار

کسی درندے یا پرندے کے ذریعہ شکار کرنا جائز ہے مثلاً کتّا، چیتا، باز، شاہین وغیرہ جبکہ ان کو سدھایا جا چکا ہو۔

سدھائے ہوئے جانوروں میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) جس وقت اس کا مالک اس کو کسی جانور پر چھوڑے تو فوراً چلا جائے۔

(۲) جس وقت اس کا مالک اس کو ٹھہرانا چاہے تو فوراً ٹھہر جائے۔

(۳) جب شکار کو پکڑے تو اس کو نہ کھائے۔

(۴) ان امور کی آزمائش بار بار کی گئی ہو۔

کتّا جس حصّہ کو کاٹے وہ حصّہ نجس ہوتا ہے۔ اور مٹی و پانی سے دھونے پر وہ حصّہ پاک ہو جاتا ہے۔

اگر شکاری جانور بغیر مالک کے بھیجے خود سے جا کر کسی جانور کو شکار کر کے لائے تو وہ شکار حرام ہو گا۔

جب شکار شکاری کے ہاتھ میں آجائے یا اس کو اچھی طرح زخمی کر دے یا پرندے کا پر توڑ دے جس سے اُڑ یا دوڑ نہ سکے یا شکاری کے جال میں پھنس جائے تو شکاری اس شکار کا مالک ہو جائے گا۔ کوئی دوسرا اس کو نہیں لے سکتا۔ اگر اسلامی حکومت شکار پر پابندی لگا دے تو شکار کرنے سے آدمی گنہگار ہو گا۔ لیکن شکار حلال ہو گا۔

ذبح کے آلات

ہڈی اور ناخن کے علاوہ ہر دھار دار چیز سے ذبح کرنا جائز ہے مثلاً تلوار، چھُری، چاقو، بلیڈ، شیشہ، پیتل، بانس اور پتھر وغیرہ کسی دھار دار چیز سے ذبح کیا جائے تو جائز ہے۔ اگر کسی ایسی چیز کے دباؤ یا وزن سے ذبح کیا جائے جس میں دھار نہ ہو یا دھار بھی ہو لیکن دھار سے نہ کٹے بلکہ دباؤ سے کٹ جائے مثلاً بندوق کی گولی یا ایسی کُند چھری سے ذبح کیا جائے جس کے ذریعہ طاقت کے بل پر ذبح کیا جا سکے تو وہ ذبیحہ حرام ہو گا۔

مشینی ذبیحہ

آج کل مشینی ذبیحہ کا عام رواج ہونے لگا ہے مشینی ذبیحہ کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) پہلے جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کر کے مشین کے ذریعہ اس کے بقیہ مراحل طے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے۔ بعض ممالک میں

مسلمان کے ذریعہ ذبح کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کارخانہ میں حلال گوشت کی پیکنگ کے لیے چند افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ اور حلال گوشت میں حرام گوشت کے مل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کارخانہ کے دیکھنے والوں کے بیان کے مطابق اس سے بھی احتیاط برتنا ضروری ہے۔

(۲) جانور کو مشین کے ذریعہ ذبح کیا جاتا ہو تو اگر بذریعہ مشین جانور کو کسی بلیڈ کی دھار سے ذبح کیا جائے دباؤ سے ذبح نہ ہو اور بٹن دبانے والا آدمی مسلمان ہو تو یہ طریقہ اگرچہ خلاف سنّت ہے لیکن ذبیحہ حلال ہو گا۔ ہاں جہاں بٹن دبانے کے لیے مسلمان کا تعین نہ ہو بلکہ مسلمان اور عام عیسائی دونوں بٹن دباتے ہوں تو اس کمپنی کا تیار کردہ گوشت حرام ہو گا۔

(۳) اگر جانور کو پہلے بجلی کا شاک دے کر بے ہوش کیا جاتا ہو تو اگر ذبح کرتے وقت اس میں حیات مستقرہ یعنی اچھی خاصی جان و حرکت باقی ہو تو ذبیحہ حلال ہو گا ورنہ ذبیحہ حرام ہو گا۔ امارات متحدہ عربیہ کے ایک شخص نے آسٹریلیا کی کمپنی کا معائنہ کیا۔ معائنہ سے پہلے اس نے ایک امریکی زائر کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا پھر پورے کارخانہ کے بغور معائنہ کے بعد قسط وار اس کی تفصیلی رپورٹ ایک عربی اخبار میں تفصیل کے ساتھ شائع کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گوشت کا کوئی اعتبار نہیں اس کو ذبح کرنے کے لیے کوئی مسلمان متعین نہیں ہوتا عموماً عیسائی تمام کام انجام دیتے ہیں، ذبیحہ مشین کے ذریعہ ہوتا ہے اور مشین کا بلیڈ کبھی جانور کی

کی گردن کو کاٹتا ہے اور کبھی سینہ کو اور کبھی سر کے اوپر سے گذر جاتا ہے لہذا ایسی کمپنی کا تیار کردہ گوشت کھانا بالکل حرام ہے اگر کسی کمپنی کے متعلق یہ تحقیق ہو جائے کہ اس میں کام کرنے والے مسلمان یا نسلی یہودی ہیں اور ذبح کا کام مکمل طور پر شرعی طریقہ پر ہوتا ہے تو اس کمپنی کا گوشت کھانا جائز ہے۔ صرف مذبوحۃ علی الطریقۃ الاسلامیہ کا لیبل دیکھ کر گوشت کھانا درست نہیں ہے اس لیے کہ مچھلی کے پیک ڈبہ پر بھی مذبوحۃ علی الطریقۃ الاسلامیہ لکھا رہتا ہے حالانکہ مچھلی کو ذبح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) ذبح کرنا :۔ ذبح میں حلقوم (سانس کی نالی) اور مری (غذا کی نالی) دونوں کو پورا پورا کاٹنا فرض ہے اور بازو کی دو شہ رگوں کو کاٹنا سنّت ہے۔ اونٹ کو نحر کرنا یعنی گردن میں نیزہ مارنا سنّت ہے۔

ذبح کرنے کا طریقہ

ذبح کی سنّتیں چھ ہیں۔

(۱) چھری تیز ہو تاکہ جلدی سے ذبح ہو سکے اور جانور کو تکلیف نہ پہنچے۔

(۲) چھری کو تیزی اور طاقت کے ساتھ حلقوم پر پھیرے۔

(۳) ذبح کرنے والا قبلہ رو ہو جانور قبلہ رو بائیں پہلو پر لٹائے اس کا داہنا پیر کھلا چھوڑ کر باقی سب پیروں کو باندھے۔

(۴) ذبح کرتے وقت یا شکار کا جانور بھیجتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اگر بِسۡمِ اللّٰہ سہواً چھوڑ دے تو ذبیحہ حلال ہوگا لیکن عمداً

بسم اللہ نہ کہنا مکروہ ہے۔
(۵) اونٹ کو نحر کرنا (اونٹ کو کھڑا کر کے اس کی گردن پر برچھا مارنا) اور گائے، بیل، بھینس، بکرے کو لٹا کر ذبح کرنا سنت ہے۔
۶۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کا سر فوراً جدا نہ کرے، اور جانور ٹھنڈا ہو جانے سے پہلے اس کا چمڑا نہ اتارے اور اس کو منتقل نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ مذبح نرمی سے لے جائے، ذبح کرنے سے پہلے اس کو پانی پلائے، جانور کے سامنے چھری تیز نہ کرے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے۔ اگر ذبح کے دوران کسی سبب سے چھری اٹھالے یا چھری گر پڑے تو فوراً چھری لے کر پورا ذبح کر دے، اگر جانور اٹھ کر بھاگ گیا اور حلقوم ومری دونوں پوری طرح کٹ گئی ہوں تو ذبح ہو گیا اور اگر یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نہ کٹی ہو اور اس میں حیات مستقرہ باقی ہو تو فوراً دوبارہ ذبح کرے، اگر جانور حرکت مذبوحی کو پہنچ جائے یعنی معمولی جان ہو تو ذبیحہ حرام ہو گا، اگر کسی جانور پر بغیر ارادہ کے چھری گر جائے اور وہ جانور ذبح ہو جائے تو وہ جانور حرام ہو گا۔
اگر جانور قربانی کا ہو تو یہ کہے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذا منك و الیك فتقبل منی یا من فلاں۔ اور بسم اللہ پڑھے اور پھر درود کے بعد تین بار تکبیر پڑھے اور تکبیر کے الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد۔

جنین

مذبوحہ جانور کے پیٹ سے جو بچہ نکلے اسے جنین کہتے ہیں، اگر جنین مردہ یا قریب المرگ ہو تو وہ بغیر ذبح کئے حلال ہے اور اگر ذبح کے بعد جنین کے اندر حیات مستقرہ ہو مثلاً ذبح کے بعد بڑی دیر تک جنین پیٹ میں تڑپتا رہے تو وہ بغیر ذبح کئے جائز نہیں یا باہر آنے کے بعد اس کے اندر اچھی خاصی جان ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اگر جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی جنین پیٹ میں کسی وجہ سے مرچکا ہو تو وہ حرام ہوگا۔

اگر زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے تو وہ مردہ اور نجس ہے لیکن زندہ حلال جانور کے بال اور پر پاک ہیں جیسے بکرے کے بال اور مرغی کے پر وغیرہ، حرام اور مردہ جانور کے بال و پر، دانت اور ہڈی بھی نجس ہے جیسے مور کے پَر، ہاتھی کے دانت اور شیر کے بال وغیرہ۔

حلال وحرام جانور

بحری حیوان :۔ سمندری مچھلی وغیرہ سب حلال اور جائز ہے اس کو شکار کیا جائے یا اپنی موت مرکر اوپر آجائے، اگر مچھلی کے پیٹ میں مچھلی پائی جائے تو وہ مچھلی بھی حلال ہے جبکہ اس میں تغیر واقع نہ ہوا ہو، مچھلی کے علاوہ تمام حیوان جو صرف پانی میں زندہ رہ سکتے ہوں اور خشکی میں اپنی اصلی حالت میں زندہ نہ رہ سکتے ہوں جائز ہیں جیسے جھینگا، سیپی، سمندری گوشت وغیرہ، اور وہ سمندری حیوان جو خشکی اور پانی دونوں جگہ زندہ

رہ سکتے ہوں حرام ہیں جیسے کچھوا، مگرمچھ، پانی کتا اور سانپ وغیرہ، لیکن پانی کا بطخ ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

بعض پانی کے جانوروں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ جانور جو صرف پانی میں زندہ رہ سکتے ہوں۔

(۲) جو پانی اور خشکی دونوں میں زندہ رہ سکتے ہوں۔ مثلاً کیکڑے دونوں قسم کے پائے جاتے ہیں ان میں سے صرف پہلی قسم کے کیکڑے کھانا جائز ہے باقی دوسری قسم کے کیکڑے کھانا حرام ہے۔

وہ پانی کے جانور جو زہریلے ہوں یا جن کے کھانے سے نقصان ہوتا ہو حرام ہیں جیسے پانی کا سانپ، پانی کا بچھو، سڑی ہوئی مچھلی وغیرہ اور ہر قسم کا مینڈک حرام ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

وہ حیوان جن کی اکثر غذا نجس چیزیں ہوں چاہے مچھلی ہو یا مرغی یا بطخ اور اس کے گوشت اور انڈے وغیرہ میں نجاست کی بو آتی ہو تو اس کا گوشت وغیرہ کھانا مکروہ ہے پھر اگر ظاہر اشیا کے کھلانے سے اس کی بو زائل ہو جائے تو کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ جانوروں کو نجس چیزیں کھلانا مکروہ ہے۔

برّی حیوان

خشکی کے جانوروں میں گائے، بیل، بھینس، اونٹ، بکرا، مینڈھا گھوڑا، نیل گائے، جنگلی گدھا، ہرن، بارہ سنگھا، خرگوش،

ساہی (کانٹوں والا جانور) گوہ، شتر مرغ، بطخ، مرغی وغیرہ کھانا جائز ہے۔

پرندوں میں بگلہ، فاختہ، کبوتر، تیتر، گوریا، ہریل، بلبل، سمندری سفید پرندہ، مرغابی، بطخ، نیز وہ پرندہ جو پیر سے شکار نہ کرے صرف چونچ سے دانہ چگتا ہو جائز ہے۔

ہاتھی، گدھا، خچر، ریچھ، بندر، بلی اور وہ تمام جانور جن کے دانت مضبوط ہوں اور ان کے ذریعہ شکار کر سکتے ہوں حرام ہیں، جیسے گیدڑ، شیر، چیتا، بھیڑیا جنگلی بلی وغیرہ۔

پرندوں میں موز مہوکا (سرخی مائل کوا) طوطا، ہدہد، چمگادڑ، لٹورا اور وہ تمام پرندے جن کے پنجے مضبوط ہوں اور وہ دوسرے جانوروں کا شکار کر سکتے ہوں حرام ہیں جیسے گدھ، چیل، باز، کوا، شاہین وغیرہ۔

وہ تمام جانور جن کو قتل کرنا سنت یا حرام ہے ان کو کھانا بھی حرام ہے۔ جیسے سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی، گرگٹ، مینڈک وغیرہ نیز مضر جانور کو کھانا حرام ہے۔

موذی جانوروں کو قتل کرنا سنت ہے جیسے، سانپ، بچھو، چوہا، پاگل کتا، کوا، چیل، بھڑ، کاٹنے والی چیونٹی وغیرہ۔

چیتا، باز، شکرا وغیرہ کو مارنا جائز ہے، جن حیوانات سے نہ نقصان ہو اور نہ فائدہ ان کو قتل کرنا یا مارنا مکروہ ہے جیسے گدھ، کیڑے مکوڑے وغیرہ — لیکن ایسے کتے کو قتل کرنا حرام ہے[1]

---

[1] بحر ص ۲۶۵ ج ۴

حدیث میں جن جانوروں کو مارنے کی ممانعت آئی ہے ان کو قتل کرنا حرام ہے جیسے شہد کی مکھی، چمگادڑ، مینڈک، ہدہد، لٹورا وغیرہ۔

جن جانوروں میں کوئی مباح منفعت ہو جیسے شکاری یا پالتو کتا، بلی ریشم کا کیڑا وغیرہ کو مارنا حرام ہے۔

پھل، اناج، سرکہ، دہی وغیرہ کے کیڑے پھلوں وغیرہ کے ساتھ کھانا جائز ہے جیسے گیہوں کے ساتھ گھن پس جائے تو وہ آٹا کھانا یا کھجور اور بیر کے ساتھ اس کے کیڑے کھانا جائز ہے۔

کتا اور خنزیر اور وہ تمام جانور جو حلال و حرام جانور کے ملنے سے پیدا ہوں حرام ہیں جیسے خچر وغیرہ۔

کسی کھانے کی یا استعمال کی چیز کے بارے میں یہ مشہور ہو کہ اس میں نجس چیزیں مثلاً: مردار کے اجزاء یا سور کی چربی ملائی جاتی ہے صرف اس شہرت کی بنا پر وہ چیز حرام نہیں ہوتی البتہ اگر اسی کے نسخہ —— (FORMULA) میں وہ چیز موجود ہو یا کسی نے اس کے بارے میں تحقیق کی ہو اور نجس چیزوں کا اس میں شامل ہونا یقین کے ساتھ ثابت ہو جائے گا تو اس چیز کا استعمال ناجائز ہوگا۔

وہ آدمی جو بھوک کی وجہ سے ہلاکت کے قریب ہو جائے یا خطرناک مرض میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو اس پر جان بچانے کی حد تک

---

[1] اسنی المطالب شرح روضۃ الطالب

حرام یا مردار کھانا واجب ہے اگر اس کو جلد ہی حلال کھانا ملنے کی امید ہو تو وہ اس کے لیے جان بچانے کی حد سے زیادہ کھانا جائز نہیں اور اگر جلد حلال کھانا ملنے کی امید نہ ہو تو نقصان یا مرض سے بچنے کی حد تک کھا سکتا ہے، جان بچانے کے لیے شراب پینا بھی جائز ہے مثلاً اگر نوالہ حلق میں اٹک گیا ہو اور فوری طور پر شراب کے علاوہ کوئی دوسری جائز چیز نہ ملے تو شراب کے گھونٹ سے اس کو اتارنا جائز ہے۔

اگر کسی مجبور کو مردار اور چوری وغیرہ کا مال ملے تو وہ مردار کھائے گا چوری کا مال نہیں کھائے گا۔ جس چیز کے کھانے یا پینے سے بدن یا عقل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی کھانا یا پینا حرام ہے، مثلاً پتھر، مٹی، سیسہ زہریلی چیزیں وغیرہ۔ لیکن اگر ان چیزوں کے تھوڑی مقدار میں استعمال سے شفا کی امید ہو تو اس کا کھانا جائز ہے جیسے سنکھیا۔

حرام جانور کے انڈے کھانا جائز ہے جیسے مور، کچھوا، کھانا حرام ہے لیکن اس کے انڈے کھانا جائز ہے، اور اگر اس کے کھانے میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو کھانا جائز نہیں۔

کمائی کے بنیادی ذرائع تین ہیں ان میں سب سے افضل زراعت پھر صناعت پھر تجارت ہے۔

کتاب القضاء

قضا کے اہل افراد کے لئے منصب قضا کو قبول کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی علاقہ میں ایک ہی شخص میں قاضی بننے کی صلاحیت ہو تو اس پر قاضی بننا فرض عین ہے۔

تقریباً ہر تیئس میل کے علاقہ میں ایک قاضی ہونا ضروری ہے، قاضی مقرر کرنا خلیفہ یا اُس کے نائب پر فرض ہے۔ خلیفہ نہ ہو تو اس علاقہ کا نواب یا حاکم، قاضی مقرر کرے گا اگر نواب یا حاکم بھی نہ ہو تو اس شہر کے علماء اور تمام سر برآوردہ لوگ قاضی مقرر کریں گے۔ گاؤں کے کچھ بڑے آدمی مل کر بھی قاضی مقرر کر سکتے ہیں جب کہ بقیہ لوگ اس سے راضی ہوں اب قاضی مقرر ہونے کے بعد اس کی اطاعت اور اس کے احکام کی بجا آوری شرعاً لازم ہو جائے گی۔ قاضی مقرر کرنے کے بعد اس کو اپنا ایک نائب مقرر کرنے کی اجازت دینا سنّت ہے۔ اگر قاضی امور قضا بذات خود انجام نہ دے سکتا ہو تو وہ اپنا ایک نائب مقرر کر سکتا ہے۔ البتہ منع کئے جانے کی صورت میں وہ نائب مقرر نہیں کر سکتا۔

قاضی یا نائب قاضی کے شرائط

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) مرد ہو (۶) ثقہ ہو اور اس میں عدالت کے تمام شرائط پائے جائیں (۷) گونگا نہ ہو (۸) بہرا نہ ہو (۹) نابینا نہ ہو (۱۰) منصب قضا کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس میں فیصلہ کرنے اور اس کو نافذ کرنے کی صلاحیت ہو (۱۱) اس کو قرآن وحدیث اجماع قیاس عربی زبان اور اس کے قواعد علماء کے مسلک اور ان کا اختلاف وغیرہ معلوم ہو۔

اگر ایسا شخص پایا جاتا ہو، پھر بھی حاکم غیر اہل کو قاضی بناتا ہے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو گا البتہ اگر گاؤں کے سربرآوردہ لوگ اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو قاضی بنائیں تو اس قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہو گا، اور اہلِ افراد کی غیر موجودگی کی صورت میں غیر اہل کو قاضی بنایا جا سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں قاضی معزول ہو گا۔

(۱) قاضی کو معزول کر دیا جائے اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے۔

(۲) وہ اپنے آپ کو معزول کر دے (۳) پاگل ہو جائے (۴) بے ہوش ہو جائے (۵) فاسق ہو جائے۔

اگر قاضی نے اپنی طرف سے نائب قاضی مقرر کیا ہو تو قاضی کے معزول ہونے پر نائب قاضی بھی معزول ہو جائے گا اگر حاکم یا عوام وجماعت نے نائب قاضی مقرر کیا ہو تو قاضی کے معزول ہونے پر وہ معزول نہیں ہو گا۔

ایک شہر میں دو قاضی ہو سکتے ہیں، جبکہ ان کا وقت یا علاقہ الگ

الگ ہو۔

مستحب یہ ہے کہ مجلسِ قضا (عدالت) شہر کے درمیان کھلی جگہ پر ہو سردی یا گرمی کے دنوں میں لوگوں کو وہاں تکلیف نہ ہو، عدالت کے لئے دربان نہ ہو، اور فیصلہ کے لئے مسجد میں اجلاس نہ کرے۔

فریقین کے درمیان تین باتوں میں مساوات برتنا واجب ہے۔

(۱) ان کا اکرام کرنے میں (۲) اور ان کے سلام کا جواب دینے میں۔

(۳) ان کی طرف مخاطب ہو کر ان کی بات سننے میں۔

قاضی وغیرہ کو رشوت لینا حرام ہے۔ اسی طرح اُن لوگوں سے ہدیہ لینا جو اُس کے قاضی ہونے سے پہلے ہدیہ نہ دیتے ہوں حرام ہے۔ البتہ پہلے سے ہدیہ کا لین دین ہو تو ضروری ہے کہ ہدیہ پہلے سے مقدار میں زیادہ نہ ہو، لیکن اگر کسی کا مقدمہ چل رہا ہو یا مقدمہ آنے کا امکان ہو تو اس سے ہدیہ قبول کرنا بالکل حرام ہے۔

قاضی کتاب وسنّت واجماع یا اپنے امام کی نص کے خلاف فیصلہ نہ کرے۔ قاضی اپنے علم کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چاہے اس کے خلافِ علم پر ثبوت بینہ موجود ہو۔

قاضی اگر چاہے تو اپنے علم کی بنیاد پر حقوق الناس میں فیصلہ کر سکتا ہے حقوق اللہ میں فیصلہ نہیں کر سکتا قاضی اپنے حق میں اپنے والد و دادا کے حق میں یا اپنے شریک کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کا فیصلہ نائب قاضی یا کوئی دوسرا قاضی کرے گا۔

قاضی ان موقعوں پر فیصلہ نہ کرے اور اگر فیصلہ کرے تو نافذ ہو گا۔

(۱) غصہ کے وقت (۲) سخت بھوک یا پیاس کے وقت (۳) شدید شہوت کے وقت (۴) سخت رنج و غصہ کے وقت (۵) بے حد خوشی کے وقت (۶) بیماری کی حالت میں (۷) اونگھتے وقت (۸) سخت گرمی یا سخت سردی کے وقت (۹) جب اس کو بول و براز کا تقاضا ہو۔

قاضی فریقین میں سے کسی ایک کو بھی دلیل و حجت نہ بتائے اور نہ کوئی ایسا اشارہ کرے جس سے فیصلہ یک طرفہ ہو جائے گواہی دیتے وقت گواہوں پر ایسی سختی نہ کرے جس سے کسی ایک فریق کی طرف میلان کا شبہ ہو۔ اگر کبھی قاضی حکم شرعی سے ناواقفیت کی وجہ سے فیصلہ نہ کر سکے تو مقدمہ کسی اور قاضی کے پاس بھیج دے اور اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے فیصلہ نہ کر سکے تو صلح کرا دے اسی طرح اگر فیصلہ کی صورت میں جھگڑا ختم ہونے کے بجائے طول پکڑنے کا اندیشہ ہو یا اہلِ علم و اہل فضل و کمال کی ہتک عزت کا اندیشہ ہو یا فریقین باہم رشتہ دار ہوں یا دونوں فریق کے دلائل یکساں ہوں یا واقعات کی قدامت کی وجہ سے فیصلہ کرنا دشوار ہو تو قاضی کے لئے صلح کرانا بہتر ہے۔

اگر قاضی کے سامنے ایک فریق کا ظلم اور دوسرے کی مظلومیت واضح ہو تو اس صورت میں قاضی قطعی فیصلہ دینے کا پابند ہے۔

قاضی کو چاہیئے کہ وہ فریقین کو نصیحت کرے اور ان کو سمجھا دے کہ جو "ناحق" کا دعویٰ کرے یا کسی غلط بنیاد پر مقدمہ جیت لے تو دراصل وہ اللہ کی ناراضی خرید رہا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال یا حق اپنے قبضہ میں کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے[1]

---

[1] بحوالہ (درس) قاضی مجاہد الاسلام صاحب مدظلہ

دعویٰ اور ثبوت

دعویٰ میں ایک مدعی اور دوسرا مدعا علیہ کہلاتا ہے، مدعی وہ شخص ہے جس کا دعویٰ ظاہر کے خلاف ہو۔ مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ (بات) ظاہر کے موافق ہو۔

اگر کسی کے ذمہ کسی کا مال یا قرض ہو اور وہ ٹال مٹول کر رہا ہو تو اس کے پاس سے اپنا مال یا اپنے قرض کے بقدر مال اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے۔ اگر اپنا مال یا اسی قسم کا مال نہ ملے تو دوسرے قسم کا مال لے کر اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ کر اپنا حق وصول کر سکتا ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو اس کو مسئلہ ظفر کہتے ہیں۔

جب مدعی اور مدعیٰ علیہ عدالت میں حاضر ہوں، اور مدعی دعویٰ دائر کرے تو قاضی مدّعی سے ثبوت طلب کرے اور مدعی گواہ یا ثبوت پیش کر دے تو فیصلہ مدّعی کے حق میں ہوگا اگر مدّعی ثبوت پیش نہ کر سکے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے ثبوت طلب کرے گا یا حلف اٹھانے (قسم کھانے) کے لئے کہے گا۔ اگر مدعیٰ علیہ ثبوت پیش کرے یا حلف اٹھائے تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا اگر مدّعیٰ علیہ حلف نہ اُٹھائے تو قاضی مدعی سے حلف اٹھانے کے لئے کہے گا اگر مدعی حلف اٹھائے تو فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا اگر مدعا علیہ ثبوت پیش کرنے کے لئے مہلت مانگے تو اس کو تین دن کی مہلت دینا ضروری ہے۔

اگر دو شخص کسی ایک چیز پر دعویٰ کریں اور وہ چیز کسی تیسرے کے پاس ہو اور دونوں بینہ (ثبوت) پیش نہ کریں تو وہ شخص جس کے حق میں اقرار کرے وہ چیز اس کو دیں گے۔

اگر دو شخص کسی چیز کا دعویٰ کریں اور وہ چیز کسی ایک کے قبضہ میں ہو اور دونوں کے پاس ثبوت ہو تو وہ چیز جس کے قبضہ میں ہے اس سے حلف لیا جائے گا، اور اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہی مدعیٰ علیہ ہے۔

اگر دو افراد ایسی چیز پر دعویٰ کریں جس پر ان دونوں کا قبضہ ہو اور کسی کے پاس بھی ثبوت نہ ہو یا دونوں کے پاس ثبوت ہو اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو اُس چیز کو دونوں میں بانٹ دیں گے۔

دو مرد گواہوں کو ایک گواہ اور قسم پر ترجیح حاصل ہو گی لیکن تین گواہوں کو دو گواہوں پر ترجیح نہیں دی جائے گی۔

شہادت

شاہد (گواہی دینے والا) کے شرائط نو ۹ ہیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) عاقل ہو (۳) بالغ ہو (۴) آزاد ہو (۵) اس میں مروّت پائی جاتی ہو (۶) اس میں عدالت پائی جاتی ہو (۷) وہ بول سکتا ہو گونگا نہ ہو (۸) وہ ہوشیار ہو غافل نہ ہو یا کوتاہ نظر نہ ہو (۹) اس میں تہمت نہ پائی جائے۔

اپنے زمانے اور اپنے شہر کے اپنے جیسے لوگوں کے اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونے کو مروّت کہتے ہیں مثلاً ایک شریف آدمی کے لئے بازار میں یا

کسی نامناسب جگہ کھانا، پینا، ننگے بدن و ننگے سر بازار میں گھومنا، لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کو بوسہ دینا وغیرہ۔ اگرچہ ان امور سے آدمی فاسق نہیں ہوتا البتہ اس کی مروت ختم ہو جانے سے وہ شہادت کا اہل نہیں رہتا۔

عدالت کے شرائط دو ہیں؛

۱۔ ہر گناہ کبیرہ سے بچتا ہو مثلاً والدین کی نافرمانی، بلاعذر نماز قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ صغیرہ گناہوں کو بار بار نہ کرتا ہو، مثلاً بد نگاہی، لعنت کرنا، گھروں میں جھانکنا وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں۔

سنی جانے والی چیزوں میں بہرے کی اور دیکھے جانے والی چیزوں میں نابینا کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

شاہد میں تہمت یہ ہے کہ گواہی دینے میں اس کو نفع ملنے یا نقصان سے بچنے کی امید ہو لہٰذا اپنے باپ بیٹے غلام وکیل یا شریک کے حق میں گواہی قبول نہ ہوگی۔

میاں بیوی دو دوست دو بھائی وغیرہ کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول کی جائے گی دشمن کے خلاف گواہی قبول نہیں ہوگی۔

طلب کرنے سے پہلے گواہی دی جائے تو قبول نہ ہوگی لیکن شہادتِ حسبہ قبول کی جائے گی۔

شہادت حسبہ اس گواہی کو کہتے ہیں جو طلب کرنے سے پہلے خالصۃً لِوَجْہِ اللہ دی جائے اور ان حقوق کے بارے میں دی جائے جو صرف اللہ کے لئے خاص ہوں، یا اس میں اللہ کا حق غالب ہو۔ مثلاً طلاق ،

رضاعت، عدّت، اِسلام، وصیت، وقف یا نماز روزہ وزکوٰۃ کے چھوڑنے کی گواہی دینا۔

فاسق اگر توبہ کرلے اور توبہ کے بعد ایک سال گذر جائے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔ توبہ کے شرائط یہ ہیں۔

(۱) گناہ پر شرمندگی ہو (۲) اس کام سے فوراً باز آجائے (۳) آئندہ زندگی بھر نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔

اگر کسی انسان کا حق دبایا ہو تو مزید شرط یہ ہے کہ اس حق کو ادا کرے اور اس سے معافی مانگ لے۔ اگر اس کا مالک نہ ملے تو قاضی کے حوالہ کردے اور اگر قاضی کے حوالہ کرنا مشکل ہو تو کسی کار خیر میں خرچ کرے اور اس کا ارادہ رکھے کہ اگر مالک مل جائے تو میں اپنی جیب سے دیدوں گا۔

اگر نماز یا روزہ چھوٹ گیا ہو اس کی قضا بھی کرے۔ زکوٰۃ اگر ادا نہ کی ہو تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے اپنے گناہ کا دوسرے سے اظہار نہ کرے دلچسپی کی خاطر اپنے گناہ کا تذکرہ کرنا یا اس کا اعلان کرنا حرام ہے۔

ایک شخص کسی کے نسب یا موت یا نکاح یا کسی قبرستان کے موقوف ہونے کی گواہی صرف اس کی شہرت کی بنیاد پر دے سکتا ہے یعنی اس کو اتنے کثیر افراد سے سنا ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو اسی طرح ایک چیز بہت زمانے سے ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور مالک کی طرح وہ اس پر تصرف کر رہا ہو اور کسی شخص کا اس پر دعویٰ بھی نہ ہو تو شہرت کی بنیاد پر اس کے حق میں گواہی دی جاسکتی ہے۔

شہادۃٌ علیٰ شہادۃٍ :۔ بعض موقعوں پر خود گواہ عدالت

میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ اپنی گواہی پر دوسرے کو گواہ بنا سکتا ہے اس کو شہادۃ علیٰ شہادۃ کہتے ہیں۔

جس نے واقعہ کو دیکھا ہو اس کو اصل اور جس کو اصل گواہ بنائے اس کو فرع کہتے ہیں۔ شہادۃ علیٰ شہادۃ کے قبول ہونے کے چھ شرائط یہ ہیں:

۱۔ شہادت اللہ کے حدود کے بارے میں نہ ہو۔

۲۔ اصل کسی مجبوری کی وجہ سے معذور ہو مثلاً وہ تقریباً تیس میل سے زائد دوری پر ہو یا اس کو قید کئے جانے کا خوف ہو، یا بیمار ہو وغیرہ۔

۳۔ اصل فرع کو اس طرح گواہ بنائے مثلاً کہے میں فلاں واقعہ کا گواہ ہوں اور تم کو اس پر گواہ بناتا ہوں۔

۴۔ فرع گواہی دیتے وقت یہ کہے کہ اصل نے اس کو گواہ بنایا ہے۔ یا اس نے اصل کو قاضی کے پاس گواہی دیتے ہوئے سنا ہے۔

۵۔ فرع اصل کا نام بتائے، دو اصل کے لئے دو فرع کا ہونا کافی ہے البتہ ایک اصل کے لئے ایک فرع کا ہونا کافی نہیں ہے مثلاً: رمضان کا چاند ایک آدمی نے دیکھا ہو تو اس کے لئے دو فرع کا ہونا ضروری ہے۔

حقوق اور شہادت

جن حقوق میں شہادت دی جاتی ہے وہ دو قسم کے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا حق (۲) انسان کا حق

(۱) اللہ تعالیٰ کے حقوق کی تین قسمیں ہیں۔ حقوق اللہ میں صرف

مردوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

۱۔ زنا میں چار مَردوں کی گواہی ضروری ہے۔

۲۔ ہلال رمضان کی رویت میں صرف ایک مرد کی گواہی ضروری ہے۔

۳۔ ان دو کے علاوہ بقیہ تمام حقوق اللہ میں دو مَردوں کی گواہی ضروری ہے مثلاً چوری، ڈاکہ قتل، شراب پینا وغیرہ۔

انسانوں کے حقوق کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ایسے معاملات جن میں مال مقصود نہ ہو اور مرد عموماً ان سے واقف ہوتے ہوں ان میں کم از کم دو مَردوں کی گواہی ضروری ہے مثلاً نکاح طلاق، رجعت، شہادۃ علی شہادۃ وغیرہ۔

۲۔ ایسے معاملات جن میں مال مقصود ہو ان میں دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں یا ایک مرد کی شہادۃ مدعی کے حلف کے ساتھ قبول ہوگی۔

۳۔ وہ معاملات جن سے عموماً عورتیں واقف ہوتی ہیں۔ ان میں دو مرد یا ایک مرد دو دو عورتوں یا چار عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی مثلاً ولادت، رضاعت، بکارت، حیض وغیرہ۔

مال جائداد و میراث کی تقسیم

تقسیم خود شرکاء کر سکتے ہیں، یا سب مل کر کسی دوسرے شخص کو مقرر کر سکتے ہیں[1]۔

---

[1] شرکاء ایسے شخص کو مقرر کریں جو تقسیم میراث کے مسائل سے واقف ہو اور دیندار ہو

اگر امام یا قاضی تقسیم کے لئے کسی شخص کو مقرر کرے تو اس میں سات صفات کا پایا جانا ضروری ہے (۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) ثقہ ہو (۶) حساب اور پیمائش کا علم یعنی SURVEY سروے کرنا جانتا ہو (۷) وہ طمع ولالچ سے پاک ہو۔

مال تقسیم کرنے کے لئے ایک آدمی کافی ہے، لیکن اس میں قیمت مقرر کرنا ہو تو دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ تقسیم کرنے والے کو بیت المال سے تنخواہ دی جائے گی۔ بیت المال نہ ہونے کی صورت میں شرکاء اپنے مال کے تناسب سے اس کو اجرت دیں گے۔

تقسیم کی تین صورتیں ہیں

۱۔ قسمت افراز: اگر ایک ہی قسم کا مال ہو مثلاً اناج یا کپڑے کا تھان وغیرہ ہو تو سب کو تول کر یا ناپ کر برابر بانٹ دیں گے۔

۲ قسمت تعدیل وتقویم: اگر مختلف قسم کی زمین ہو یا مکان ودکان ہو تو پہلے سب کی الگ الگ قیمت مقرر کریں گے اور اس زمانے کی عام قیمت مقرر کریں گے قیمت کم نہیں لگائیں گے پھر تقسیم قیمت کے اعتبار سے ہوگی، مثلاً اگر تیس ایکڑ زمین کے دو حصہ کرنا ہو اور اس میں دس ایکڑ زمین کی قیمت فی ایکڑ دو ہزار اور بیس ایکڑ زمین کی قیمت فی ایکڑ ایک ہزار ہو تو فی ایکڑ دو ہزار والی زمین دس ایکڑ ایک شخص کو اور فی ایکڑ ایک ہزار والی زمین بیس ایکڑ دوسرے شخص کو ملے گی۔

۳۔ قسمتِ رد:۔ اگر تقسیم میں ایک شریک کے لئے دوسرے شریک کو

مال دینے کی ضرورت ہو، مثلاً زمین کے ایک طرف کنواں یا گھر وغیرہ ہو، اور اُس کی تقسیم ناممکن ہو تو اس چیز کی عام قیمت مقرر کر کے اپنے شریک کو اُس کے حصہ کی قیمت دے گا مثلاً گھر وغیرہ کی قیمت دس ہزار روپیہ ہو تو وہ اپنے شریک کو پانچ ہزار روپیہ دے گا۔

ایسی چیزیں جن کو تقسیم کرنے سے اُن کا نفع ختم ہو جاتا ہے مثلاً ایک موتی یا ایک بیت الخلا، غسل خانہ وغیرہ تو ایسی چیزوں میں کوئی شریک تقسیم کا مطالبہ کرے تو بقیہ شرکار کو تقسیم پر مجبور نہیں کیا جائے گا، بلکہ سب کی رضامندی سے قیمت مقرر کر کے تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر تقسیم کرنے میں نفع مقصود ختم نہ ہوتا ہو، اور ایک شریک تقسیم کا مطالبہ کرے تو باقی شرکار کو بھی تقسیم پر مجبور کیا جائے گا۔ حصوں کی تقسیم کے بعد ایک ایک حصہ کو ہر شریک متفقہ طور پر لے تو ٹھیک ورنہ اُس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعہ ہوگا، قرعہ وہ شخص نکالے گا، جو لکھتے وقت موجود نہ ہو، قرعہ میں شرکائ کے نام لکھیں گے اور جائداد کے نمبر مقرر کریں گے اور یہ طے کریں کہ جس کا نام سب سے پہلے آئے، تو اس کو جائداد نمبر ایک ملے گی۔ اس طرح نمبر وار جائداد ملے گی یا قرعہ پر جائداد کا نمبر لکھ کر ایک ایک کے نام سے اُٹھا بھی سکتے ہیں، قرعہ کے بعد اس پر زبانی رضامندی کا اظہار ضروری ہے اگر تقسیم کے بعد اس میں غلطی یا ظلم ثابت ہو جائے تو وہ تقسیم باطل ہو گی اور اگر شریک غلطی کا دعویٰ کرے اور غلطی ثابت نہ ہو سکے تو وہ اپنے شریک کو قسم کھلا سکتا ہے[1]

---

[1] اعانۃ رابع ص۲۴۶ باب القسمۃ مغنی ص۱۸۱

غلام اور باندی اور ان کو آزاد کرنا

جہاد میں جو غیر مسلم گرفتار ہوتے ہیں ان میں سے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے، اگر حاکم مناسب سمجھے تو بالغ مردوں کو بھی غلام بنا سکتا ہے یہی لوگ اصلاً غلام باندی ہیں اس طرح باندیوں کے بچے بھی غلام ہوتے ہیں کوئی آزاد اپنے یا پرائے بچہ کو فروخت نہیں کر سکتا اگر کوئی اس طرح کے بچوں کو خرید لے تو وہ بچے غلام باندی نہیں ہوتے بلکہ وہ آزاد رہتے ہیں کسی مرد یا عورت کو اغوا کرنا اور اغوا کر کے فروخت کرنا حرام ہے اور اغوا شدہ افراد کو خریدنا بھی حرام ہے اور خرید لینے پر وہ ان کے غلام یا باندی نہیں ہوتے بلکہ اجنبی کے حکم میں ہوتے ہیں اگر کوئی کسی پرائے لڑکے یا لڑکی کو صرف پرورش کی خاطر لے لے تو وہ بھی اجنبی کے حکم میں ہوتے ہیں۔

جو شخص اپنے مال میں تصرّف کر سکتا ہو وہ اپنے غلام یا باندی کو آزاد کر سکتا ہے بچہ، پاگل، مجبور یا مفلس آزاد نہیں کر سکتا، اگر آزاد کرنے کے لئے صریح الفاظ استعمال کرے مثلاً کہے میں نے تم کو آزاد کر دیا تو کہتے ہی آزاد ہو جائے گا اور اگر کنایہ کے الفاظ استعمال کرے مثلاً کہے تم میری ملکیت میں نہیں ہو تو نیت ہونا ضروری ہے، اگر مالک اپنے غلام کے کسی حصّہ کو آزاد کر دے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا، اور اگر کسی غلام کے دو آدمی مالک ہوں اور ایک آدمی اپنا حصّہ آزاد کر دے تو اگر آزاد کرنے والے میں باقی حصّہ کی قیمت ادا کرنے کی طاقت ہو تو پورا غلام آزاد ہو گا

اور وہ اپنے شریک کو اس حصّہ کی قیمت دے گا۔

اگر کوئی شخص اپنے اصول یعنی (ماں، باپ، دادا) یا فروع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی کا مالک ہو تو مالک ہوتے ہی یہ لوگ آزاد ہوں گے۔

حق ولاء

اگر کوئی اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس کا حق ولاء (ترکہ) اس کے مالک کو ملتا ہے مالک کے انتقال کے بعد مالک کے عصبہ کو ملتا ہے اگر عورت نے خود آزاد کیا ہو تو وہی حق ولاء کی مستحق ہے، حق ولاء کو بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مدبّر بنانا

اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے تو آقا کے مرنے پر وہ آزاد ہو گا اس طرح آزاد ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ آقا کا قرض ادا کرنے کے بعد اُس غلام کی مالیت اُس کے ایک تہائی مال کے اندر رہو۔ اگر اس کی قیمت ایک تہائی سے زائد ہو تو وہ آزاد نہیں ہو گا۔ مدبّر بنانے کے بعد آقا اپنی زندگی میں اُس کو بیچ سکتا ہے یا ہبہ کر سکتا ہے ہبہ وغیرہ کرنے کے بعد وہ پھر مدبّر نہیں ہو گا لیکن لفظاً اس کے مدبّر ہونے کو ختم نہیں کر سکتا۔

مکاتب بنانا

اگر غلام سے معاوضہ لے کر آزاد کرنے کی بات چیت طے ہو تو اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں اور مکاتب بنانے کو کتابت کہتے ہیں۔ اگر امانت دار اور کمانے والا غلام مکاتب بنانے کی درخواست کرے تو اس کو مکاتب بنانا سنّت ہے، کتابت کے لئے شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول ہو۔ عوض کی ادائیگی کم ازکم دو قسطوں میں ہو۔ مال کی مقدار اور ادائیگی کی مدت متعین ہو — ادائیگی کے وقت آقا پر ضروری ہے کہ وہ عوض کی کچھ مقدار معاف کردے کتابت ہونے کے بعد مالک اس کو فسخ نہیں کر سکتا لیکن اگر غلام وقت پر قسطوں کی ادائیگی نہ کرے تو فسخ کر سکتا ہے۔ مکاتب اپنے مال سے تجارت کر سکتا ہے۔

امّ ولد

اگر آزاد شخص اپنی باندی سے صحبت کرے اور باندی حاملہ ہو جائے اور اس کو بچّہ ہو جائے یا ایسا حمل ساقط ہو جائے جس میں انسان کی صورت بننی شروع ہو گئی ہو ایسی باندی کو امّ ولد کہتے ہیں۔

آقا کے انتقال پر امّ ولد اس سے فوراً آزاد ہو جائے گی باندی سے آقا کے پیدا شدہ بچّے آزاد ہوتے ہیں۔ اسی طرح امّ ولد ہونے کے بعد نکاح یا زنا سے جو بچّے پیدا ہوں گے وہ بھی آقا کے انتقال پر آزاد ہوں گے۔ امّ ولد سے صحبت کرنا اور خدمت لینا اور اس کی شادی کرنا جائز ہے البتہ

اس کو فروخت یا ہبہ وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

کوئی شخص چاہے وہ آزاد ہو یا غلام باندی سے نکاح کرے اور اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو یہ بچہ مالک کی ملکیت ہو گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْن

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اللہ کی توفیق سے کتاب کی تالیف ابتدا رمضان سنہ ۱۴۰۴ھ میں ہوئی اور رجب سنہ ۱۴۰۸ھ میں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اس ضعیف بندہ کے ذریعہ کتاب مکمل فرمائی۔

فہرست مراجع

شافعی فقہ حصہ دوم

۱۔ الصحیح البخاری امام محمد بن اسمٰعیل البخاری، کتب خانہ رشیدہ دہلی

۲۔ الامام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، مکتبہ رحیمیہ دیوبند

۳۔ جامع الترمذی، حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی

۴۔ سنن ابن ماجہ مطبع مجتبائی دہلی

۵۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، الامام علی بن سلطان محمد انصاری مصطفیٰ بابی الحلبی واخویہ بمصر

۶۔ الاذکار محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی ۶۷۶ھ مصطفی بابی الحلبی والاولادہ بمصر

۷۔ منہاج الطالبین محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی سنہ ۶۷۶ھ مصطفی بابی الحلبی والاودہ بمصر

۸۔ روضۃ الطالبین محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی سنہ ۶۷۶ھ المکتب الاسلامی

۹۔ فتح المعین علامہ زین العابدین الملیباری دار احیاء الکتب العربیہ بمصر

۱۰۔ قلیوبی وعمیرہ الشیخ شہاب الدین قلیوبی، الشیخ عمیرہ 〃 〃 〃

۱۱۔ تحفۃ المحتاج، شرح المنہاج، شہاب الدین احمد ابن محمد ہیتمی

ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی بمبئی

۱۲۔ حواشی تحفہ الشیخ عبدالحمید الشیروانی والشیخ احمد بن قاسم العبادی

ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی بمبئی

۱۴۔ اعانتہ الطالبین السید محمد شطا الدمیاطی ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی ممبئی

۱۵۔ مغنی المحتاج شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الشافعی ۹۷۷
دار احیاء التراث العربی

۱۴ نہایۃ المحتاج شمس الدین محمد بن ابو العباس احمد بن حمزہ بن شہاب الدین
الرملی ۱۰۰۴ المکتبۃ الاسلامیہ

۱۶۔ حاشیہ الجمل علی شرح المنہج الشیخ سلیمان الجمل مطبعۃ مصطفی محمد بمصر

۱۷۔ کفایۃ الاخیار فی حل غایۃ الاختصار

۱۸۔ ہدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد القاضی ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن
رشد القرطبی دار الفکر

۱۹۔ ہدایہ ابو بکر المرغینانی

۲۰۔ المغنی لابن قدامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ سنہ ۶۲۰ھ مکتبہ الریاض الحد

۲۱۔ حصن حصین محمد بن محمد الجزری الشافعی، نصیر بک ڈپو بستی حضرت
نظام الدین نئی دہلی

۲۲۔ بہشتی زیور مولانا اشرف علی تھانوی

۲۳۔ جواہر الفقہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند

۲۴۔ چند اہم فقہی مسائل مولانا مجاہد الاسلام صاحب مجلس تحقیقات شرعیہ حیدر آباد

۲۵۔ بینک انشورنس اور سرکاری قرضے مولانا برہان الدین سنبھلی مجلس تحقیقات شرعیہ حیدر آباد

۲۶۔ جدید فقہی مسائل مولانا خالد سیف اللہ 〃 〃 〃

۲۷۔ شرح روض الطالب من اسنی المطالب
للامام ابی یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی
المجلد الاول الناشر المکتبۃ الاسلامیۃ